

## بُوڑھا تنگ زن

رات بھر موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قیامت سے پہلے عی شہر کی اونچی اونچی عمارتیں رہتیں میں تبدیل ہو کر سمندر کے سینے میں سا جائیں گی۔ کچھ دبازار ویران پڑے تھے۔ ہوا کے تیز جھوٹکے کھڑکیوں اور جالیوں میں شور چاتے درانہ میں گھس رہے تھے۔ بادلوں کی گزج سے عمارتوں کی بنیادیں ملک ارز رہی ہیں۔ رات بھر طوفان خوف دہراں کے جھٹے گاڑتا رہا۔

اور صبح شہر کی سب سے باروں تریک پر ایک لاش پڑی ہوئی دکھائی دی۔ لاش جس پر ایک نار بھی نہیں تھا بالکل نیکی لاش۔ جس کے چہرے کا سارا گوشت کاٹ لیا گیا تھا پیشانی پر بکھرے ہوئے بالوں کے نیچے آنکھوں کی جگہ دو بڑے غار نظر آ رہے تھے۔ ناک کی ابھری ہوئی ہڈی کے نیچے داڑھوں ملک پھیلے ہوئے دانت جسم کی تابنے میںی رنگ سے ظاہر ہوتا تھا کہ شاید وہ کوئی فیر ملکی ہے۔

دو راگیر جھوٹوں نے اسے دیکھا تھا سوچ رہے تھے کہ اس نسل ہلا دینے والے منظر کو وہ نہ لگی بھرتہ بھلا سکیں گے۔ لاش وہاں سے اٹھوادی گئی اور پولیس والے قرب و جوار کی عمارتوں میں پھیل گئے۔ لیکن کسی کو اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا ہو سکتا ہے کہ مقتول نے ٹھیک اسی جگہ چاچیج کر کر توڑا ہو۔ لیکن طوفان کی ہنگامہ خیزیوں میں کسے خبر نہیں۔

حاوٹھے پول ہوٹل کے سامنے ہوا تھا۔ انپکڑ جلدیں نے ہوٹل کا رجسٹر چیک کیا قیام کرنے والے مسافروں میں چھان بیٹن کی لیکن مقتول ان میں سے نہ تھا۔ آخر تھک ہار کروہ اور

بھٹاک چڑھے

(مکمل ناول)

”اور انور نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔“  
 ”وہ بھی کچھ جھلک سا ہے۔ وہ ہمیشہ آم کھاتا ہے۔۔۔ بیٹوں سے اتنے کوئی غرض نہیں ہوتی۔“  
 ”تو گویا ان دونوں کی رہائش غیر قانونی ہے۔“ جگد لش نے کہا۔  
 ”یہ تو خدا ہی جانے۔۔۔ ویسے ان دونوں کا بھی کہنا ہے کہ وہ صرف ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

جگد لش نے مخفی خزانہ اڑ میں تھپہ لگایا۔

”تھب ہے کہ انور ابھی تک دکھائی نہیں دیا۔“ جگد لش نے ٹھوڑی دیر بعد کہا۔  
 ”تم نے نہیں دیکھا۔“ آصف نے مسکرا کر کہا۔ ”وہ نہ جانے کب سے قرب و جوار کی عمارتیں سوچکھا پھر رہا ہے۔“

”بعض اوقات وہ اپنی حدود سے نکل جاتا ہے۔“ جگد لش نا خشگوار لمحے میں بولا۔ ”اگر مجھے فریدی صاحب کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑتا۔“  
 ”لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ وہ اپنے بیچاؤ کے لئے ہمیشہ ایک نایک طفہ تیار رکھتا ہے۔“

”دیکھو میاں آصف۔۔۔ آدمی اگر کرنے پر آجائے تو سب کچھ کر گزرتا ہے۔“

”خیر بھی چھوڑو ہتاو۔۔۔ اس لاش کے متعلق کیا کیا جائے۔“  
 ”ایسے معاملات تو مقدرات پر چھوڑ دیتے جاتے ہیں۔“ جگد لش انگرائی لے کر بولا۔  
 ”ٹھیک ہے۔۔۔!“ پچھے سے آواز آئی۔ جگد لش اور آصف مڑے۔ انور ایک میز پر جھکا ہوا سگر بیٹ سلاگار ہاتھا۔

”آپ ٹھیک کہ رہے ہیں جگد لش صاحب۔“ وہ ناک سے دھوان نکالتا ہوا بولا۔  
 ”مقدرات سے زیادہ ایسے موقعوں پر جیوش دیا کام دیتی ہے۔۔۔ نہیں تو پھر مل، کوڑیاں پھیکھے اگر سب پٹ پریں تو مقتول لال بادشاہ ورنہ امریکہ کا ریڈ اگرین۔“

”میرا خیال ہے کہ میں نے کبھی آپ سے مشورہ نہیں لیا۔“ جگد لش ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”ریڈ اگرین۔۔۔!“ آصف چوک کر بولا۔

”ہاں بچپن میں کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ ریڈ اگرین تابنے کی بخل کے ہوتے ہیں۔“

”سی آئی ڈی انپکٹ آصف ڈائینگ ہال میں آیا۔۔۔“  
 ”میں تو حکم آگیا ہوں اس شہر سے۔“ انپکٹ جگد لش اپنی پیشانی کا پیسہ پوچھتا ہوا بولا۔ ”روز ایک قتل ہوا ہے۔“  
 ”یہ یقیناً کوئی غیر ملکی ہی تھا۔“ آصف نے کہا۔ ”اس رنگ کے لوگ اپنی طرف نہیں دکھائی دیتے۔“

”غیر ملکی۔۔۔ لیکن آخ رکھاں کا۔“

”یہ بتانا دشوار ہے۔“ آصف کچھ ہوچتا ہوا بولا۔ ”فائل نے صورت ہی بکاڑ دی ورنہ غیر ملکی سفارتخانوں میں تفتیش کر لی جاتی۔“

”ایسے ہی موقعوں پر بے اختیار فریدی صاحب یاد آ جاتے ہیں۔“

”وہی کیا کر لیتا۔“ آصف منہ چھا کر بولا۔

”یہ مت کہو۔۔۔ انہوں نے ایسے ایسے بے سرو پنا جرام سے پردہ اٹھایا ہے جن کی شاید فرشتوں کو بھی خبر نہ رہی ہوگی۔“

”وہیں پر ذرا ساز وردینے پر سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔“ آصف لاپرواٹی سے بولا۔

”تجھی تو وہ لوٹا اور تمہیں انگلیوں پر نچاتا رہتا ہے۔“ جگد لش نے مسکرا کر کہا۔

”تم غلط سمجھے۔۔۔ نہ چانے کیوں مجھے اس پر رام آ جاتا ہے۔“

”اس پر پیاں لڑکی پر۔۔۔!“ جگد لش اسے آنکھ بدار مسکرایا۔

”کیا بات کر رہے ہو تم بھی۔۔۔ وہ میری لڑکی کے برادر ہے۔“

”لیکن وہ ہے کون؟“ جگد لش نے کہا۔ ”جب سے اس نے دارا ب کو قتل کر کے حکومت سے دس ہزار روپے وصول کئے ہیں مجھے ابھیں کی ہو گئی۔ آخروہ ہے کون۔۔۔ کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔۔۔“

”میرا خیال ہے کہ شاید انور بھی اس سے واقع نہیں ہے۔“

”اوروہ دونوں ساتھ رہتے ہیں۔“

”ہاں۔“

اور مسکرا کر بولا۔

”مگر بڑی اپنے بھائی کیا کہا۔“ آصف نے کہا۔ ”امریکہ کی حکومت انہیں امریکہ سے بر جانے دیتی ہے۔“

”لیکن وہ لوگ جو میکیو میں آباد ہیں ان پر اس قسم کی پابندیاں نہیں۔ اس لئے کہ مہذب ہیں۔ خصوصاً اپنی نسلوں کے لوگ عموماً یورپی ممالک سے براہ راست تجارتی تعلقات رکھتے ہیں۔“

”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں امریکی سفارت خانے میں تفتیش کرنی چاہئے۔“ آمر نے کہا۔

”اب یہ تم جانو۔۔۔ میں تو آج بیشل رائل کلب میں میکیو کے ایک باشندے ڈالنے والی تخت ربانی کے کمالات دیکھوں گا۔ مطلب یہ کہ ڈالنے والی ایک مشہور تخت زن ہے رائل کلب کے مشیر زنوں سے آج اس کا مقابلہ ہوگا۔ اس نے اپنے شہر کے سارے تخت زنوں کو جیت کیا ہے۔“

”اوہ.....!“ آصف اسے گھورنے لگا۔

”وہ بھی سرخ رنگ کا ہے۔“ افراحتا ہوا بولا۔ وہ تھوڑی دریکھڑا اسراہ پھر باہر چلا گیا۔

”ذیحاتم نے.....!“ آصف نے جلدیش کو مخاطب کیا۔

”میں کیا دیکھوں تم دیکھو۔۔۔ اب بھی فریدی صاحب کے اعجاز کے قائل ہو جاؤ۔۔۔ سب انہیں کی صحبت کا نتیجہ ہے۔“

”فریدی۔۔۔!“ آصف منہ بگاڑ کر بولا۔ ”میرے سامنے کا لڑکا ہے۔ یہ بھی ایک افغان ہے کہ اسے اتنی شہرت فیضی ہو گئی ہے ورنہ وہ دراصل اس کا اہل نہیں۔ سراغ رسانی کے غیابان اصولوں سے تو اوقاف نہیں ہے۔“

”بیں بنیادی لکیریں تو تم ہی بینا کرو۔ انہوں نے نئی نئی رائیں نکالی ہیں۔“

”لیکن ان کا فن سے تو کوئی تعلق نہیں۔“ آصف نے کہا۔

”خبر اب تمہارا فن بھی دیکھ لیا جائے گا۔“ جلدیش سر ہلا کر بولا۔ ”مجھے اچھی طرح معلوم

ہے کہ تم انور کی مدد کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔“

”یہ سراسر جھوٹ ہے۔“

”خیر ہو گا.....!“ جلدیش امتحا ہوا بولا۔ ”میں نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ دو تین دن

اکابر ہاتھ مارنے کے بعد کیس تھمارے ٹھکنے کے پر درکار ہے۔“

”تو پھر بیشل کلب کی کیا رہی۔“ آصف بولا۔

”مگر انور کی تھی کہتا ہے تو ہمیں وہاں ضرور جانا چاہئے۔“

”لیکن ہم نے اس سے یہ بھی نہ پوچھا کہ مقابلہ کس وقت ہو گا۔“ آصف نے کہا۔

”میں جھوٹ نہیں کہتا۔“ جلدیش مسکرا کر بولا۔ ”جس قوم اس لوگوں کی اگلی پکڑ کر چلتے ہیں۔

”بیشل کلب دور ہی کتنا ہے۔ ابھی جل کر معلوم کئے لیتے ہیں۔“

آصف جھینپ گیا۔

بیشل رائل کلب بیچ کر وہ دونوں سیدھے سیکریٹری کے کمرے میں چلے گئے۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور کئی آدمیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جلدیش نے آہستہ آہستہ دروازہ دی۔

”ٹھہرو۔۔۔!“ اندر سے ایک آواز آئی اور جلدیش کی ہمتوںیں سکر گئیں۔ اس نے

دروازے کو دھکا دیا اور دونوں پٹھ کھل گئے۔

کمرے میں تین آدمی تھے۔ ایک تو کلب کا سیکریٹری اور دو کوئی غیر ملکی جن کی رنگت تابنے کی طرح سرخ تھی۔ آصف کی آنکھیں چکنے لگی۔

”اوہ آپ لوگ!“ سیکریٹری امتحا ہوا تحریر آمیز لمحے میں بولا۔ ”معاف کیجئے گا۔ میں کچھ اور

سمجھا تھا۔۔۔ تشریف برکھئے۔“

”میں نے سنائے کہ آج آپ کے بھائی کوئی مقابلہ ہونا والا ہے۔“ جلدیش نے پوچھا۔

”میں ہاں۔۔۔ میں ہاں۔۔۔ تخت زنی کا مقابلہ۔۔۔!“ فیجر ان غیر ملکیوں میں سے ایک کی

طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”میں نوروزان ونسٹ۔۔۔ میکیو کے باشندے ہیں۔ آج شام کو کلب

میں اپنی تخت زنی کے کمالات دکھائیں گے۔“

سکریپٹی نے ان سے ان دونوں کا تعارف کر لیا۔ دوسرا کا نام ڈان الفرید و قادر تھا۔ اکھڑی اکھڑی انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ جگد لش اصل موضوع پر آگیا۔

”مسٹر ونسٹ میں آپ کو تھوڑی سی تکلیف دوں گا۔“ جگد لش نے انگریزی میں کہا۔ ”کہنے.....!“ ونسٹ مکرا کر بولا۔ ”یہ ایک قوی الجیش اور طویل القامت آدمی، پر کشادہ اور سر کے بال سیاہی مائل سرخ تھے۔ آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح، کبھی بلکل اور کبھی بزر معلوم ہوتی تھیں۔ ناک سے ہوتوں کے فاصلے کی زیادتی نے چہرے کو غیر مناسب دیا تھا۔ ہونٹ پتلے تھے اور خاموشی کی حالت میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ہونٹ پر ہوئے ہے۔

”آپ یہاں کب آئے ہیں۔“

”پرسوں.....کیوں؟“

”آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟“

”چار.....!“

”آپ میکسیکو سے سیدھے یہاں آئے ہیں۔“

”نہیں ہم الگینڈ میں تھے۔ دراصل ہم دنیا کی سیاحت کیلئے لکھے ہیں اور تجیز زندگی مظاہر کر کے اپنا سفر خرچ نکالتے ہیں۔ آپ کا ملک بھی ہمارے پروگرام میں شامل ہے۔“

”آپ کے تین ساتھی کہاں ہیں۔“

”دل کشاہوں میں، ہم لوگ وہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔“

”کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے تینوں ساتھی اس وقت بھی دل کشاہی موجود ہیں۔“

”کیوں.....؟“ اسکے لمحے میں تحریر تھا۔ ”ہم انہیں اس وقت دیں چھوڑ کر آئے ہیں۔“

”بات یہ ہے کہ ہمیں ایک لاش ملی ہے نگلی لاش..... اس کا چہرہ بگاڑ دیا گیا ہے۔“

کے اعتبار سے مقتول آپ ہی کی طرف کا معلوم ہوتا ہے۔“

”اوہ.....!“ ڈان ونسٹ کی آنکھیں خوف اور حریت سے پھیل گئیں۔ ”لاش آپ“

”دت لی۔“

”صحیح بجے۔“

”سب تو کوئی پریشانی کی بات نہیں۔“ وہ ہنس کر بولا۔ ”میرے چاروں ساتھی آٹھ بجے تک زندہ تھے لیکن میں اس لاش کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ خدا کرے وہ میرا ہم طلن نہ ہو۔“

تھوڑی دیر بعد جگد لش انہیں ساتھ لے کر کوتوvalی بھیج گیا۔ انہیں لاش دکھائی گئی۔ ڈان ونسٹ لاش کو دیکھ کر کچھ پریشان سانظر آنے لگا۔

”بے شک یہ میرا ہی، ہم طلن معلوم ہوتا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟“

”اس سے پہلے آپ کے ملک کا کوئی باشندہ یہاں دکھائی نہ دیا۔“ آصف نے کہا۔

”ہم لوگ امریکن سفارت خانے کی وساطت سے غیر ممالک کا سفر کرتے ہیں میرے خیال سے آپ اس کا پتہ وہیں سے لگا سکتے ہیں۔“

”وہ تو ہم بھی جانتے ہیں۔“ آصف بولا۔

”اچھا تو اب میں جاؤں۔“ وہ ان سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔ ”مجھے امید ہے کہ آج شام کو آپ لوگ رائق کلب کا پروگرام ضرور دیکھیں گے۔“

”ضرور..... ضرور.....!“ جگد لش نے اسے یقین دلایا۔

اس کے چلے جانے کے بعد جگد لش اور آصف ایک دوسرا کی طرف معنی خیز نظرؤں سے دیکھنے لگے۔

لاش پوٹ مارٹم کے لئے بھیج دی گئی۔ امریکن سفارت خانے میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان پانچ آدمیوں کے علاوہ میکسیکو کا کوئی اور باشندہ شہر میں نہیں داخل ہوا۔

”یار آصف میری تشفی نہیں ہوئی۔“ جگد لش نے کہا۔

”پھر.....!“

”ہمیں آر جھو چلتا چاہئے۔“

”تو تم ان لوگوں کے پیچھے پڑ گے۔“ آصف مکرا کر بولا۔

”ہاں میں ان کے تین ساتھیوں کو بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”یہ دونوں بھی غیر ملکی ہی معلوم ہوتے ہیں۔“ جگد لش نے کہا۔  
 ”آختر ہمارے سر پر غیر ملکی کیوں سوار ہو گئے ہیں۔“ آصف فس کر بولا۔  
 ”جگد لش پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔“ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔  
 ”اس قسم کی لاش سے پہلی بار میر اساتھ پڑا ہے۔ کم بخت قاتل نے اس کے جسم پر کپڑے  
 ہی رہنے دیے ہوتے۔“  
 ”ظالم نے جو تے بھی تو نہ چھوڑے۔“ آصف کو انور کی آواز سنائی دی۔ جگد لش اسے  
 گھورنے لگا۔ لیکن انور اس کی پرواد کے بغیر ایک کری گھیث کر بیٹھ گیا۔  
 ”اس وقت ہم لوگ کوئی حیرت انگیز خبر سننے کے موڑ میں نہیں ہیں۔“ آصف ہونٹ سکوڑ  
 کر بولا۔  
 ”مطمئن ہو۔“ انور سمجھ گی سے بولا۔ ”میں بھی اس کیس میں اپنی ناکامی کا صدق دل  
 سے اعتراف کرتا ہوں۔“  
 ”میں پہلی بار ہمارے منہ سے ایسا جملہ سن رہا ہوں۔“ آصف کی آواز میں تحریر تھا۔  
 ”جگد لش صاحب۔۔۔ جس چیز کا نہ کہ کرہے تھے وہ تھیں کے سلسلہ میں آخری کڑی تھی۔  
 اس کے بغیر کوئی اقدام سچی لا حاصل ہو گا۔ کپڑوں پر کم از کم لاغذری کے نشانات ضروریں جاتے۔“  
 ”قطی۔۔۔!“ جگد لش کی آواز میں دبا ساجوش تھا۔  
 ”اور یہ پانچوں ہی ہیں۔“ انور میکیو کے باشندوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔  
 ”ظاہر ہے کہ مقتول ان میں سے نہیں ہو سکتا۔ میں نے معلوم کیا ہے کہ یہ پانچوں ہی آدمی  
 امریکی سفارت خانے کی وساطت سے یہاں آئے ہیں۔“ وہ خاموش ہو کر سگریٹ سلاکنے لگا۔  
 جگد لش کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بھول کے لکڑت نے ایک لفاف لا کر اس کی طرف بڑھا دیا  
 جس پر اپنکے جگد لش تحریر تھا۔  
 ”کس نے دیا ہے۔“ جگد لش نے پوچھا۔  
 ”یہ تو میں نہیں جانتا۔“ لکڑ کے شپا کر بولا۔  
 ”کیا مطلب۔۔۔؟“ جگد لش اسے گھورنے لگا۔

”پلو بھتی! حالانکہ ابھی میرا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں لیکن پھر بھی میں دلچسپی لیئے  
 لئے جبور ہوں۔“  
 ”کیوں۔۔۔؟“ جگد لش نے پوچھا۔  
 ”میں تمہیں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ صرف فریدی پر عی دنیا نہیں ختم ہو گئی۔“  
 ”اوہ۔۔۔!“ جگد لش فس کر بولا۔ ”ضرور ضرور۔۔۔ اس موقعے کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔“  
 ”شاید تم مذاق بجھ رہے ہو۔“  
 ”نہیں بھتی مذاق کیوں سمجھوں گا۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ فریدی صاحب الٹیز  
 سے واپسی پر کوئی اور دھندا دیکھیں۔“  
 آر جھوپنچ کر انہوں نے سب سے پہلے ہوٹ میں قیام کرنے والوں کا جسر دیکھا۔ پانچوں  
 کے نام درج تھے۔ ایک ویژہ سے انہیں یہ بھتی معلوم ہوا کہ وہ پانچوں اس وقت ڈائینگ ہال میں  
 موجود ہیں۔ دونوں نے ڈائینگ ہال کا رخ کیا۔  
 پانچوں ایک بڑی میز کے گرد بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ آصف اور جگد لش کنارے کی میز  
 پر چلے گئے۔ آصف نے لفڑ کا آرڈر دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ بھتی کھانے میں مشغول ہو گئے۔  
 ”ہیں تو پانچ ہی۔۔۔!“ جگد لش بولا۔  
 ”بھتی میرا خیال ہے کہ ان کے پیچے پڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“ آصف نے کہا۔  
 ”ہاں۔۔۔ آں۔۔۔!“ جگد لش کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی نظریں دروازے کی طرف  
 اٹھ گئیں۔ اس کے چہرے پر توجہ کے آثار دیکھ کر آصف بھی مڑا۔  
 دروازے کے قریب انہیں دو آدمی دکھائی دیئے ان میں ایک بوڑھا تھا اور دوسرا جوان۔  
 بوڑھے کے چہرے پر بھورے رنگ کی فرچ کٹ ڈاڑھی تھی اور ہونٹوں میں پاسپ دبا ہوا تھا۔ بر  
 پر اطاولی طرز کی نیلی فلت بیٹھ تھی۔ اس نے اپنی پلکیں اس طرح سکوڑ رکھیں تھیں جیسے آنکھوں  
 میں بھوکاں لگ رہا ہو۔ اس کا جوان ساتھی اس کی طرح سچھیے جسم کا نہیں تھا۔ اس کی ڈاڑھی سیاہ تھی  
 اور آنکھوں سے مکاری جھلکتی تھی۔ بوڑھا اس سے آہستہ آہستہ کچھ کھر رہا تھا اور وہ اپنے ہونٹ  
 بھینچ کر بھتی روشنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”میں لکھنے میں مشغول تھا۔“ جلدیش نے کہا۔ ”کوئی اس طرح میری میز پر رکھ گیا کہ تو  
خبر نہ ہوئی۔“

”اچھا.....!“ جلدیش نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور لفاذہ کھولنے لگا۔ کاغذ پر کچھ تحریر  
بے پڑھ کر جلدیش کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں اس نے اسے میز پر رکھ دیا اور چاروں طرز  
تجسس آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔  
آصف کا عذر اٹھا کر پڑھ رہا تھا۔

”جلدیش، آصف اور اور صاحبان! مجھے آپ سے ہمدردی ہے آپ حضرات نے شاہ  
ابی سعک طریقہ قتل پر غور نہیں کیا۔ آپ یقین بیجھتے کہ اس کے چہرے کا گوش اس کے خم  
ہو جانے کے بعد کاتا گیا ہے اس سے اس کی موت کا کوئی تعلق نہیں لیکن اس کے بقیہ جسم پر کوئی

اور دوسرا خم بھی نہیں ہے۔ ذرا ذرا، پر زور دیجئے مقتول کی بائیں پنڈلی پر آپ نے ایک نیا  
رُنگ کی دھاری دیکھی ہوگی وہ دھاری نہیں دراصل اس کی موت کا باعث بنی تھی۔ آپ یقین بیجھتے  
کہ پوست مارٹم کے وقت اس دھاری سے ایک باریک سی سوئی برآمد ہو گی۔ زیر میں بھائی ہوں  
سوئی۔ جان لینے کا یہ طریقہ میکیو کے قدیم باشندوں کی ایجاد ہے۔ ایسینی جز لکھنے کے  
سینکڑوں سا ہی انہیں زبرٹی سوئیوں کے شکار ہوئے تھے ان کے استعمال کا طریقہ بڑا دلچسپ  
ہے یہ پتی پتی نلکیوں میں رکھی جاتی ہیں اسٹعمال کے وقت انہیں ہوتوں میں دبا کے پھونک  
ہیں۔ اس عمل سے سوئیاں برق رفتاری سے اچھل کر شکار کے جا چھتی ہیں اور وہ دیکھتے ہیں دلچسپ  
دم توڑ جاتے ہیں۔ آپ ڈاکٹر کوفورا مطلع بیجھتے کہ وہ اس دھاری کا خاص طور سے خیال رکھا  
پھر اگر آپ وہ سوئی برآمد ہو جانے کے بعد بھی قاتلوں کو نہ پکر سکیں تو میں آپ حضرات  
خود کشی کا مشورہ دوں گا۔“

”یہ کون ہو سکتا ہے۔“ جلدیش آہستہ سے بولا۔  
”کوئی بھی ہو۔“ اور نے کہا۔ ”لیکن ہمیں اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔“  
”مطلوب.....!“ آصف متکثر انداز میں بولا۔  
”اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان سوئیوں اور نلکیوں کے لئے ان کی خلاشی لینی چاہئے۔“

اور نے کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن پوست مارٹم کی روپرٹ میں بغیر میں ایسا اقدام نہیں کر سکتا۔“ جلدیش  
پکھ سوچتا ہوا بولا۔

”آخر یہ مشورہ دینے والا کون؟“ آصف نے کہا۔

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جلدیش کی نظریں پھر ان دونوں کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ  
تریب ہی کی میز پر کھانا کھا رہے تھے۔ بوڑھے کا جوان ساختی ہاں میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو گھور رہا  
تھا۔

”میں اگر آپ کی جگہ ہوتا تو پوست مارٹم کی روپرٹ کا انتظار نہ کرتا۔“ اور نے جلدیش  
سے کہا۔

”آپ ہوتے ہی کیوں میری جگہ۔“ جلدیش منہ بنا کر بولا۔

”بہر حال یہ کہہ لیجئے کہ یہ آپ کے بس کاروگیں ہیں۔“ اور اٹھتا ہوا بولا۔

قبل اس کے کہ جلدیش کچھ کہتا وہ جا چکا تھا۔ جلدیش اور آصف بڑی دیر میک اس پر اسرار  
خط پر لفٹکو کرتے رہے لیکن کسی خاص نتیجے پر بھی پناہ امر حوال تھا۔

انہوں نے ایک بار پھر کلرک پر سوالات کی بوچاڑ کر دی لیکن نتیجہ وہی صفر۔

ہوٹل سے نکلنے تو رائق کلب کی ایک موڑ دکھائی دی جس پر سے شام کے مقابلے کے لئے  
اعلان ہوا تھا۔ داخلہ نکلت کے ذریعے جنوبی زیگیا گیا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ خاصی بھیڑ ہو جائے گی۔“ آصف بولا۔

”جنوبی دلچسپ ہو گی۔“ جلدیش نے کہا۔ ”میرے خیال سے شتمی مخصوص کرالی جائیں گی۔“

”میں اس کا انتظار کر لوں گا۔“

آصف چلا گیا۔ جلدیش کا ارادہ تھا کہ وہ بھی واپس جائے لیکن کچھ سوچ کر رک گیا۔ وہ  
ان میکیں لوگوں کا چیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر میک سوچنے کے بعد فیصلہ کر لیا کہ وہ ان  
پر کوئی نظر رکھے گا۔ وہ پھر آر لچو میں واپس آگیا۔ پانچوں غیر ملکی ڈائیکٹ ہاں سے اٹھ گئے

تھے۔ جلدیش نے پھر ہوٹل کا رجسٹر لے کر ان کے کروں کے نمبر دیکھئے اور اوپری منزل کی طرف  
چلا گیا۔

کر دیا تھا۔ وہ دوسرے کو نئے نئے جا کر پھر واپس آئنا۔ اس بار انور کی شرارت آمیر مسکراہت اس کا انتشار کروئی تھی۔

”بڑے بد تیر ہوتے ہیں یہ پٹکالی۔“

”لیکن تم یہاں کیا کر رہے ہو۔“ جگد لش اسے گھوڑ کر بولا۔

”کیوں کیا یہاں نہ ملنا منع ہے۔“

”میں تمہیں منہ لگانا پسند نہیں کرتا۔“ جگد لش نے خلک لجھ میں کہا۔

”لیکن میں تو آپ کو انپکڑ پولیس سمجھتا ہوں۔“ انور سمجھی گی سے بولا۔ ”بہر حال یہ خبر یہے اخبار کے لئے بہت دچک پ ثابت ہو گی کہ پٹکال کے باشندے یہاں کے پولیس والوں کو جام سمجھتے ہیں۔“

انور جانے کے لئے مڑا۔

”مہرزو.....!“ جگد لش آگے گردھ کر بولا۔

انور پلٹ کر مکر کرایا۔

”میں فریدی صاحب کی وجہ سے تمہارا خیال کرتا ہوں۔“ جگد لش نے کہا۔

”اور اسی وجہ سے میں بھی تم سے آج تک نہیں الجھا کر فریدی صاحب تم پر ہمراں ہیں۔“

جگد لش اسے گھوڑا رہا۔

”یہ خبر اخبار میں نہیں چھپے گی۔“ جگد لش سخت لجھ میں بولا۔

”اچھا دیکھا جائے گا۔“ انور نے کہا اور دھرم سروں میں سیٹی جاتا ہوا نیچے چلا گیا۔

جگد لش کی بیزاری اور بڑھ گئی۔ اب وہ یہاں کسی قیمت پر بھی نہ مرنے کے لئے تیار نہیں

تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی منہ لکھا کے ہوئے نیچے اتر رہا تھا۔

جگد لش شام تک پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتشار کرتا رہا۔ لیکن ہزار قاضوں کے باوجود

نگاہیں نہیں۔ اس دوران میں آصف نے اسے اطلاع دی کہ تخت زنی کے مقابلے کے لئے کل مل

کے ہیں اور سیٹیں بھی مل گئی ہیں۔ جگد لش کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی قسم کی تفریخ میں حصہ

سلسب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ وہ انور کا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا اور ہاں جانے پر اس سے

روانہ ہو گیا۔

وہ ایک طویل راہداری سے گزر رہا تھا۔ جس کے دونوں طرف کرے تھے۔ یہ بھی کچھ عجیب اتفاق تھا کہ ان پانچوں کو سلسے وار خالی کمرے مل گئے تھے۔ جگد لش ان نمبروں پر اچھتی سی نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ تھوڑی بھی دور گیا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اسے مخاطب کیا جگد لش مڑا جس بوڑھے کو اس نے ڈائینگ ہال میں دیکھا تھا اس کا جوان ساتھی اسے اشارے سے بارہا تھا۔ اس کے بلا نے کا طریقہ اتنا ہدرا تھا کہ جگد لش اپنی توہینِ محبوں کے بغیر نہ رہ سکا۔ بہر حال طوحا و کرہا پلٹا۔

”تم جام ہو۔“ اس نے جھکٹے دار بحدبے لجھ میں پوچھا۔ یہ سوال اس نے غلط سلطان اگریزی میں کیا تھا۔

”تم ہوش میں ہو یا نہیں۔“ جگد لش بڑکر بولا۔

اس پر اس نے جگد لش کو اٹی سیدھی گالیاں سن کر رکھ دیں قریب کے کمروں سے بوڑھا بھی نکل آیا۔ اس نے اپنے جوان ساتھی کو کھینچ کر پیچے ہٹا دیا اور خود جگد لش سے معافی مانگ کے بعد اپنے ساتھی کو ایک ایسی زبان میں ڈانتنے کا جو جگد لش کے لئے ناقابل فہم تھی۔

”آفیر مچھے افسوس ہے کہ اس نے آپ کو جام کہہ کر مخاطب کیا۔“ اس نے جگد لش سے اگریزی میں کہا۔ ”بات یہ ہے کہ یہاں پہلی بار آیا ہوں۔ ہمارے ملک میں صرف جام ہی اس قسم کا یونیفارم پہنتے ہیں۔“

”آپ کہاں سے آئے ہیں۔“ جگد لش نے پوچھا۔ اس کے لجھ میں ابھی تک ناخوشنگواری تھی۔

”ہم پٹکال کے باشندے ہیں۔“ بوڑھا خوش اخلاقی سے جھک کر بولا۔ بھرپار پس ساتھی کو مخاطب کیا۔ ”آفیر سے معافی مانگو۔“

”محضے افسوس ہے۔“ اس نے لٹھا دیا۔ ”اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا مجھے۔“ اب بھی جگد لش کو جام ہی بخھنے پر مصروف ہے۔

جگد لش گھوڑا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس بے موقع اور بے لکھ واقعے نے اس کا مذہب خراب

اور جگد لش کامنہ جہت سے بھل گیا۔ یہ وہی بوڑھا پر تھا لی خا جس کے جوان ساتھی نے اسے جام سمجھا تھا۔

”تم کیا کہتا چاہتے ہو؟“ ڈان ونسٹ نے اسے لالکارا۔

”میں کہنا چاہتا ہوں کہ میکیکو کے باشندے جھوٹی شنجی بھارتے ہیں۔“

”صاف صاف کوہ۔“ ڈان ونسٹ بگڑ کر بولا۔

”میں تمیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پر تھا لی بھی کسی سے پچھے نہیں ہے۔“

”کیا زبانی؟“ ڈان ونسٹ کے لجھ میں تحریر تھا۔

”نہیں..... اس کا انہمار میری تکوار کرے گی۔“

”مجھے منکور ہے۔“ ڈان ونسٹ مکرا کر بولا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ”آپ کو اونی اعتراض تو نہیں ہو گا۔“

”قطی نہیں..... قطی نہیں.....!“ بے شمار آوازیں آئیں۔

بوڑھے کے لئے کلب کے سیکریٹری نے ایک تکوار ملکوائی جسے وہ دو تین منٹ تک رزاویے سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ اسچ پر بیچ کر مجھے سے مخاطب ہوا۔ خواتین و حضرات! میں اپنی کل بے موقع خلی اندمازی پر شرم سار ہوں۔ اگری تو ڈان ونسٹ ساری دنیا کو نہ لالکارتے تو میں بیکری ہرگز نہ کرتا۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ مجھ بے تابات اندماز میں چینا۔

اماڈنر تھوڑی دریک بوڑھے سے سرگوشیاں کرنے کے بعد بلند آواز میں بولا۔

”موسیو البروفور پر تھا ل کے باشندے ہیں وہ خود کو تھی زنی کا ماہر نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی ہی اس ڈان ونسٹ جیسے مشہور تھی زن سے مقابلہ کرنے جا رہے ہیں۔“

اس کے بعد اناڈنر نے ڈان ونسٹ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دریک پھر اکٹیاں ہوتی رہیں۔

”خواتین و حضرات۔“ اناڈنر کی آواز پھر سنائی دی۔ ”مقابلہ آدمی سے گھنٹے تک ہو گا۔

”ایک بروڈ فو کا دعویٰ ہے کہ وہ آدمی گھنٹے میں ایک درجن تکواریں توڑیں گے۔“

ملاقات یقینی تھی۔ تقریباً چھ بجے آصف بیچ گیا اور جگد لش کو شدید انکار کے باوجود اس کے ساتھ جانا پڑا۔

نیشنل رائل کلب کا واسع میدان قاتلوں سے گمراہ ہوا تھا۔ اندر مختلف تم کی کرسیوں سے درجوں کی تخلیل کی گئی تھی۔ نشتوں کا انتظام دائرے کی ٹھکل میں کیا گیا تھا۔ وسط میں اسچ بیلا گیا تھا جو چاروں طرف سے کھلا ہوا تھا۔

ٹھیک سات بجے ڈان ونسٹ اسچ پر نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں تکوار تھی۔

اناڈنر نے مجھ سے اس کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے کلب کے چند نامور شمشیر زن ڈان ونسٹ سے مقابلہ کریں گے۔“ اس کے بعد اس نے کلب کے ایک مجرم کے نام کا اعلان کیا۔ ایک نوجوان شمشیر زن شمشیر توالتہ ہوا اسچ پر آیا اور تکواروں کے جھکار سے فضا مرغی ہو گئی۔

چند ہی لوگوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ مقابلہ کرنے والے کی تکوار زمین پر تھی اور ڈان ونسٹ کی تکوار اس کے سینے پر۔

”بہت پھر ٹیلا ہے۔“ جگد لش نے آصف سے کہا۔

”مجھے تو امید نہیں کہ کوئی اسکے مقابلہ میں کامیاب ہو سکے۔“ آصف آہستہ سے بڑوڑا یا۔ آصف کا خیال تھا۔ اس نے صرف آدمی سارے مقابلہ کرنے والوں کو زیر کر لیا۔ وہ کسی تدبیر سے ان کے ہاتھ سے تکوار کال دیتا تھا۔

”خواتین و حضرات۔“ ڈان ونسٹ نے مجھ کو اپنی طرف مخاطب کیا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی مجھے زیر نہ کر سکا۔ میں نے آپ کے ملک کے تھی زنوں کی بڑی تعریف کی تھی۔ لیکن میں آپ کو الرام نہ دوں گا۔ یعنی آہستہ آہستہ ساری دنیا سے ختم ہوتا جا رہا ہے۔“

دنیا کا ایک حصہ ایسا ہے جہاں کے لوگوں نے آسچ کیر اٹھوں کی موجودگی میں بھی اس نے کوئی حفاظت کی ہے۔ اور مجھے فخر کے ساتھ اس بات کا اعلان کرنے دیجئے کہ وہ حصہ میرا اولین میکیکو ہے۔

”یہ قطی جھوٹ ہے۔“ ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ لوگوں کی نظر میں اس طرف اٹھ گئی۔

”مجمع نے اس اعلان پر پروجسٹ نالیاں بجائیں۔“

ان کے زخم سے نکل گیا لیکن انپکٹر جگد لیش کی نظریں اس کا چیخنا کر رہی تھیں۔ اس نے دینکھا کہ وہ ایک طرف کی قات مچاڑ کر باہر نکل گیا۔ جگد لیش اس کی طرف لپکا۔ وہ بھی اسی رات نے باہر نکل ہی رہا تھا کہ کسی نے اس کی ٹائگ پکڑ کر کھینچ لی۔ جگد لیش جلا کر پلتا لیکن وہ اتنے بڑے مجمع میں کسے نوک سکتا تھا اور پھر ایسی صورت میں بجکہ اس نے کسی کو صریح طور پر دیکھا نہیں تھا۔

بہر حال اس پر اس کا بہت بُرا عمل ہوا۔ وہ گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے اس بوكھلا ہٹ میں وہ یہ بھی بھول گیا کہ کچھ دیر قبیل البرونو سے دو دو باش کرنے کا تھیہ کر چکا تھا۔

جگد لیش نے دیکھا کہ انور کچھ دور کھڑا مسکرا رہا ہے۔ جگد لیش بوكھلا کر ایک طرف بڑھا۔ ”اور اس وقت اس کم جنت نے تمہاری ٹائگ پکڑ لی۔“ انور نہیں کربولا۔

”کون تھا.....؟“ جگد لیش نے بے اختیار پوچھا۔

”وہی جس نے دوپہر کو تمہیں حام جام کہا تھا۔“

”اوہ..... اور تم کھڑے دیکھتے رہئے۔“

”نہیں..... میں نے اسے پکڑنا چاہا تھا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔“

”وہ گیا کدر.....!“

”اگر ہمیں معلوم ہوتا تو پکڑتی نہ لیتا۔“ انور نہ اسما منہ بنا کر بولا۔

جگد لیش خاموش ہو گیا۔

”ڈان ونسٹ کا گھونسہ اس کے جزے پر پڑھا تھا۔ البرونو پر چھپتا۔ بوڑھے نے اپنی تکوar ایک طرف ڈال دی۔

اس اثناء میں ڈان ونسٹ کا گھونسہ اس کے جزے پر پڑھا تھا۔ البرونو پر چھپتے کر چار قدم پہنچا گیا لیکن اس کا جوابی حملہ اتنا سخت تھا کہ ڈان ونسٹ کو چھپتی کا دودھ یاد آگیا۔ وہ اتنا

پیچے لڑھک کر بہوٹ ہو گیا۔

البرونو کو بیشتر آدمیوں نے گھیر لیا تھا اور اسکی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے تھے۔

کچھ بوكھلا یا بوكھلا یا سانظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان سے چیخا جھرنا چاہتا۔

”وہ پھر آ رہا ہے۔“ دفعتاً البرونو چینا۔ لوگ دوسرا طرف مڑے اور وہ نہایت مختار

طلائق آ رہے گئے میں ایک درجن تکوarیں ضرور توڑ دیتا۔“ جگد لیش نے کہا۔

دوسرے لمحے میں دونوں تکوarیں سوت رہے تھے۔ اچاک ڈان ونسٹ بوڑھے الہر جھپٹا۔ البرونو نے اس کی تکوar اپنی تکوar پر روکی اور دونوں میں زور ہونے لگا۔ مجمع اس بوڑھے طاقت پر عش عش کر رہا تھا۔ دفعتاً البرونو حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ پیچے ہٹا اور ڈان ونسٹ روز میں تکوar سمیت زمین پر آ رہا۔ مجمع نے نالیاں بجا کیں ڈان ونسٹ جلدی سے اٹھ بڑھ لیکن اس کے ہاتھ میں آدمی تکوar تھی۔ اس نے جلا کر ٹوٹی ہوئی تکوar زمین پر پیچ دی اور وہ تکوar کے لئے چینج۔ بوڑھا اس انداز میں کھڑا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ دوسرا تکوar ڈان ونسٹ نے اسے لکا کر لیکن اس کے سخنے سے پہلے ہی اس پر پوٹ پڑا۔ یہ حملہ بڑا خطرناک تھا۔ اگر البرونو ذرا سماں بچا کر تو تکوar اس کے سینے سے پار ہو جاتی۔ انا فنر اور وہ دونوں چینج لے گے۔ تقریبی مقابله خون کی پیاس میں تبدیل ہو چکا تھا لیکن ریفری ان کے ٹھاٹ آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ دونوں دھیانیہ انداز میں تکوar میں چلا رہے تھے۔ خصوصاً ڈان ونسٹ جائے سے باہر ہو رہا تھا۔ دفعتاً پھر ایک زور دار جھکار سنائی اور ڈان ونسٹ کی تکوar پر ہڑڑ گئی تھی۔ اب کی اس نے ٹوٹی ہوئی تکوar بوڑھے البرونو پر چھپتک ماری لیکن البرونو نے اسے تکوar پر روک کر ایک طرف ڈال دیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار کی بجائے ٹھزا مسکرا ہٹتھی۔

مجمع نے چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔

ڈان ونسٹ گھونسہ تان کر البرونو پر چھپتا۔ بوڑھے نے اپنی تکوar ایک طرف ڈال دی۔

ہٹ گیا لیکن اس کا جوابی حملہ اتنا سخت تھا کہ ڈان ونسٹ کو چھپتی کا دودھ یاد آگیا۔ وہ اتنا

پیچے لڑھک کر بہوٹ ہو گیا۔

البرونو کو بیشتر آدمیوں نے گھیر لیا تھا اور اسکی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے تھے۔

کچھ بوكھلا یا بوكھلا یا سانظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان سے چیخا جھرنا چاہتا۔

”وہ پھر آ رہا ہے۔“ دفعتاً البرونو چینا۔ لوگ دوسرا طرف مڑے اور وہ نہایت مختار

طلائق آ رہے گئے میں ایک درجن تکوarیں ضرور توڑ دیتا۔“ جگد لیش نے کہا۔

”مجھے تو اسے بوڑھا کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔“ انور نے کہا۔ ”مجھے بھیر ہے کہ وہ پہلی نہیں ہے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”اگر تم اپنے چہرے پر مصنوعی سفید ڈاٹسی لگالو تو کیا جس بوجھے ہو جاؤ گے۔“

”مگر اس کی ڈاٹسی مصنوعی نہیں معلوم ہوتی۔“ جلدی شن نے کہا۔

”معلوم نہ ہونا اور بات ہے۔ تم نے کھینچ کر تو دیکھی نہیں۔“ انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔

## دوسری جنگی

دوسرے دن کے اخبارات تیخ زنی کے جبرت انگریز مقابلے کی نتیجی کہانیاں سنارے تھے۔ پراسرار البروفو کی شخصیت پر نئے نئے زاویوں سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔ انور اس معاملے میں سب سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس نے ایک پولیس انسپکٹر کی نائگ کے ہمیں جانے والا واقعہ بھی بیش کیا تھا۔ لیکن پولیس انسپکٹر کا نام نہیں ظاہر کیا تھا۔

تقریباً گیارہ بجے انسپکٹر آصف انور کے دفتر میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی انور نے پہنچا آصف اس پر بچٹ پڑا۔

”یہ کیس انسپکٹر کی دستیاب تھی۔“

”تم سے مطلب.....؟“ انور نے بے رغب سے کہا اور اپنے کرے میں چلا گیا۔

”تھماری شامت تمہارے گرد منڈلارہی ہے۔“ آصف بھنا کر بولا۔

”اپنا کام دیکھو..... میں ہرگز یہ نہ بتاؤں گا کہ وہ کون تھا۔“

”پولیس تم پر تو ہیں کا مقدمہ چلا دے گی۔“

”خراں صورت میں اس انسپکٹر کا گریبان پکڑ کر عدالت میں کھینچ لے جاؤں گا۔“

آصف بیٹھ گیا۔ وہ تھوڑی دیر میک انور کی طرف دیکھتا ہوا پھر بولا۔

”بجدی شن نہ جانے کیوں تم سے ناراض ہے۔“

”تعجب ہے۔“ انور حیرت کا انہمار کرتا ہوا بولا۔ ”میں نے آج تک اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا لیکن وہ پھر بھی ناراض ہے۔ میں اس کی وجہ سے قاصر ہوں۔“

”خیر چھوڑو! البروفو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔“

”وہی جو کچھ تم نے میرے اخبار میں پڑھا ہے۔“

”اس سے تو کوئی خاص خیال واضح نہیں ہوتا۔“

”تو پھر میں یہ سمجھ لو کہ میرا کوئی خاص خیال نہیں۔“

”لیکن وہ پھر دونوں غائب کیوں ہو گئے۔“

”کون.....!“

”البروفو اور اس کا ساتھی۔“

”کہاں غائب ہو گئے۔“ انور دیکھی کا انہمار کرتا ہوا بولا۔

انہوں نے کل رات ہی کو آرچھو ہوٹل چھوڑ دیا۔

”اور تم لوگ ان کی تلاش میں ہو۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”ہاں.....!“

”کیوں.....؟“

”ڈاں ونسٹ کی حالت بہت اتر ہے۔“

”اچھا اس لاش کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا کیا ہوا۔“

”انہائی حیرت انگریز۔“ آصف دیے پھر اکر بولا۔ ”اس پراسرار خط کے مطابق یہ کوئی

کل کی پنڈلی سے ایک زہریلی سوئی برآمد ہوئی ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ موت کا باعث اس

ہلکی کا زہر ہی ہوا ہے۔“

”اور پھر تم نے ڈاں ونسٹ کے ساتھیوں کی تلاشی نہیں لی۔“

”اس وقت تو یہی کر کے آ رہا ہوں۔“ آصف نے کہا۔ ”آخر تم اتنے بد اخلاق کیوں

کر رہا۔ اتنی دیر سے تم نے ایک بھی سگر ہت نہیں پیش کیا۔“

انور نے سگریٹ کا ڈبہ دراز سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”ہاں تو پھر کیا ہوا.....؟“

”پچھلے نہیں..... ان کے پاس سے کوئی بھی قابل اعتراض پیز برآمد نہیں ہوئی۔“ آمنہ

سگریٹ سلکتا ہوا بولا۔

”ہوں.....!“ انور کی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”تو تم نے ان کا چھوڑ دیا۔“

”نہیں ایسا تو نہیں۔ ہماری نظریں اب بھی ان پر ہیں۔ لیکن اتنے سارے زور البر و فوکا

لگانے میں صرف کر رہے ہیں۔“

”آخر کیوں؟“ انور سے گھوڑ کر بولا۔ ”کیا ڈاں، منت نے اسکے خلاف کوئی بیان دیا ہے۔“

”ہاں.....!“

”کیا.....؟“

”بھی کہ لندن میں اس کا جگہ را چند پر ٹھالیوں سے ہو گیا تھا اور وہ ان کے جان کے ڈ

ہو گئے تھے۔ ڈاں ونسٹ کا خیال ہے کہ البر و انہیں میں سے ہے اور اس کے ساتھیوں کو تھاں

پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کی باقیوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل والی لاش کا تعلق البر و فوکا

ہے۔“

”وہ کیسے.....!“

”ڈاں ونسٹ کہتا ہے کہ شاید اس نے میرے ساتھی کے دھوکے میں کسی اور آدمی کو

ڈالا ہے۔“

”بات تو کچھ قاعدے کی معلوم ہوتی ہے۔“ انور نے کہا۔

”اور ان دونوں کا اس طرح غائب ہو جانا بھی بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ مجرم ہیں۔“ آمنہ

دوسرے سگریٹ سلکتا ہوا بولا۔

”کیوں.....؟“

”ان کا طریقہ کار کچھ عجیب سا ہے۔ اگر وہ واقعی مجرم ہیں تو ایسے مجرم آج تک

نکروں سے نہیں گزرے۔“

”کیا تم داراب سے کوئی ہوں گے۔“ آصف نے کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن داراب نے بھی بھی بھرے مجھے میں کسی پولیس انپکٹر کی ناگہ کھینچنے کی

میں نہیں کی۔“

”اوہ تو کیا یہ حرکت البر و فوکے کی تھی۔“

”نہیں اس کے ساتھی نے۔“

”کس کی ناگہ پکوئی تھی۔“

”بہت اچھے۔“ انور طنزیہ انداز میں مسکرا دیا۔

”آخر ہادی نے میں کیا حرج ہے؟“

”میں غیر ضروری باتیں کرنا پسند نہیں کرتا۔“ انور نے قلم اٹھا کر کچھ لکھنا شروع کر دیا۔

”شاید تم اس کیس میں دلچسپی نہیں لے رہے ہو۔“

”قطعی نہیں۔“

آصف تھوڑی دیر تک اصرار ہر کی بے بگی ہائکنے کے بعد چلا گیا۔

انور شیدہ کا انتشار کرنے لگا۔ وہ ٹھیک سے غائب تھی اور ابھی تک آفس بھی نہیں آئی تھی۔

یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہ انور کو بتائے بغیر اتنی دیر کے لئے غائب ہو گئی تھی۔ دونوں تقریباً دو ڈھانی

سال سے ایک ساتھ رہتے آئے تھے اور ایک دوسرے کے عادات و اطوار سے اچھی طرح واقف

تھے لیکن رشیدہ کا آج کا روایہ انور کو بھجن میں ڈالے ہوئے تھا۔ وہ بچھل رات سے ہی کچھ بے

بھجن کی نظر آ رہی تھی۔ انور سے رائق کلب والے مقابلے میں لے گیا تھا اور رات ہی سے اس

نے اس کی بے چینی محسوس کر لی تھی۔ لیکن رشیدہ نے کافی استفسار کے باوجود بھی اس کی وجہ نہیں

تھائی تھی۔

گھری نے بارہ بجائے اور انور سارا کام چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ رشیدہ ابھی تک

س آئی تھی۔ اس نے موڑ سائکل اٹھائی اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

رشیدہ کے قلیٹ کا دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ انور نے اطمینان کا سائیں لیا۔

دوسرا لمحے میں وہ دروازے پر ہوئے ہوئے دسک دے رہا تھا۔ دروازہ کھلا۔ رشیدہ سامنے کھڑی تھی لیکن خلاف توقع اس نے انور کا استقبال مکراہٹ سے نہیں کیا۔ اس کے پچھر پر زردی چھائی ہوئی تھی اور آنکھوں کے پیچے سیاہ حلقت نظر آرہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا مجھے ساری رات جاگتی رہی ہو۔

”رشو.....!“ اور تمیر آمیزانداز میں بولا۔

رشیدہ خاموش رہی۔

”تم کہاں تھی؟“

رشیدہ تھوڑی دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ ”ابھی نہیں بتا سکتی۔“

”کیوں؟ کیا کوئی خاص بات.....؟“

رشیدہ نے سر ہلا دیا۔

”آخر کیا.....؟“

”کہہ تو دیا کہ ابھی نہیں بتا سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ میرے اندر یہ شخص وہم ہوں۔“

”پھر تم نے کیسی بھوادی۔“

”میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی مگر ابھی نہیں۔“

”اور اس وقت الجھن میرا خاتمہ کر دے گی۔“

”اوہ.....!“ رشیدہ کے ہونٹوں پر ایک بے جانی مکراہٹ بھیل گئی۔ ”جھیں میری ان پرواہ کب سے ہو گئی۔“

”جب تم بہتی ہو تو مجھے ذرہ بر ابر ہمی تھماری پروانہ نہیں ہوتی۔ لیکن جب اداں ہوتی ہوں میرا دل ڈوبنے لگتا ہے۔“

”تم آج آدمیوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔“ رشیدہ پھر مکراہی۔

”رشو..... نہ جانے کیوں میں آج تم سے لڑنے کے لئے موڑ میں نہیں ہوں۔“

”کیوں.....؟“ رشیدہ اسے مٹکوں نظروں سے دیکھنے لگی۔

”یہی تو میں نہیں جانتا۔“

رشیدہ اسے پرستور گھوڑتی رہی۔

”تم رات سے پریشان نظر آرہی ہو۔“ انور پھر بولا۔ ”آخر کیوں؟“

”میری طبیعت رات سے تھیک نہیں ہے۔“

”آخر اب تم مجھے بہلانے کی کوشش کر رہی ہو۔“

”چلو یہی سمجھو لو.....“ رشیدہ نے بے دل سے کہا اور دروازے کمرے میں چل گئی۔

انور تھوڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا پھر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

رشیدہ کا یہ عجیب غریب رو یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ سکا۔ انور خیالات میں ڈوبا ہوا شلی فون کا ڈائل گھمانے لگا۔ پھر ماڈھھ میں میں آہستہ آہستہ کچھ بروڑانے کے بعد بولا۔ ”پہلو..... میں انور ہوں رہا ہوں..... ذرا جلد لیش صاحب کوفون پر بلا دیجھے۔ اس نے رسیور میز پر رکھ کر ایک سکریٹ سلکایا اور دھوئیں کا گنجان بادل چھوڑتا ہوا پھر رسیور کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ”پہلو..... جلد لیش صاحب..... اوہ..... مجھے افسوس ہے..... لیکن میں نے آپ کا نام تو نہیں دیا۔ آپ کے علاوہ وہاں اور بھی کئی پولیس انپکٹر موجود تھے..... اور پھر اس طرح میں نے وہ کام کیا ہے کہ آپ کو اس کا فائدہ بھی معلوم ہو گا۔ نہیں سمجھے۔ اچھا تو سمجھے۔ میں نے یہ نہیں لکھا کہ ٹانگ کیچھے والا البرفو کا ساتھی تھا۔ اس سے وہ دو فون اس بات پر مطمئن ہو جائیں گے کہ پولیس ان کی طرف زیادہ دھیان نہ دے گی اور آپ اپنا کام کر گزریں گے..... ہاں ہاں..... لیکن اگر میری نیت میں فتوہ ہوتا تو میں جام والے واقعہ کو سب سے پہلے لکھتا لیکن میں نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ خیر ہاں تو البرفو اور اس کے ساتھی کا کیا رہا۔ اوہ..... ابھی تک لاپتہ ہیں..... خیر اچھا ٹھری یہ۔“

انور نے رسیور کھ دیا۔

سارا دون اسی الجھن میں گزر گیا کہ رشیدہ کی حالت میں غیر متوقع تبدیلی کا کیا باعث ہے وہ اپنے کمرے ہی میں رہی۔ انور نے کئی بار اس سے ملتا چاہا لیکن دروازہ نہ کھلا۔ رات کو تقریباً اٹھ بجے وہ باہر نکلی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سفری بیگ تھا اس نے انور کے دروازے پر دسک دی۔

”دوسٹ.....!“ اس نے آہستہ سے انگریزی میں کہا۔  
 ”یعنی.....؟“ انور نے سوالیہ انداز میں کہا۔ اس کے لمحے میں سختی تھی۔  
 ”مجھے اندر آنے دو میں خود کو حفظ نہیں سمجھتا۔“ اس نے کہا اور کمرے میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ انور کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں سکا۔ لیکن دوسراے ہی لمحے میں اس کا ہاتھ میز پر پڑے ہوئے چاقو پر تھا۔  
 ”جہاں کھڑے ہو وہاں سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرنا۔“ انور تیز لمحے میں بولا۔ ”میرا نشانہ بھی خطا نہیں ہوا۔“  
 اجنبی نے مسکرا کر اپنے دونوں ہاتھ اور اخہاد بیے۔  
 ”سی فوراً رہو مولی.....!“ وہ چھپ آہستہ سے بولا۔  
 رشیدہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی اور اجنبی کو اس طرح گھور رہی تھی جیسے اسے پچانے کی کوشش کر رہی ہو۔  
 ”تم کون ہو۔“ انور چھپ گر جا۔  
 ”دوسٹ..... میں دوسٹ ہوں..... ابھی سی فوراً خود بتائے گی۔“ اس نے اپنے چہرے پر لگی ہوئی سخنی موجیسیں اتنا رویں۔  
 ”ڈیگاریا کا.....!“ رشیدہ آہستہ سے بولی اور تیزی سے اس کے قریب آگئی۔ انور کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا۔  
 اجنبی رشیدہ کے سامنے دوز انو ہو گیا۔  
 انور کی حرمت اپنی انتہائی منزیلیں طے کر رہی تھی۔  
 ان دونوں نے ایک ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی جس کا ایک لفظ بھی انور کی سمجھ میں نہ آسکا۔  
 رشیدہ پہلے تو نہیں ہنس کر باتیں کرتی رہی پھر اچاک خوفزدہ نظر آنے لگی۔  
 تھوڑی دیر بعد وہ انور کی طرف مڑی۔  
 ”انور اب تمہیں بہت جلد میرا راز معلوم ہو جائے گا لیکن ہم اس وقت جلدی میں ہیں۔“

دوسرے لمحے میں انور دروازے میں کھڑا اسے حرمت سے گھور رہا تھا۔  
 ”یہ کیا خط ہے۔“  
 ”میں باہر جا رہی ہوں۔“  
 ”آخڑتھیں کیا ہو گیا ہے۔“  
 ”میں ایک بہت بڑے خطرے کی بوسوگھ رہی ہوں۔“ وہ اپنے ٹنک ہوتنوں پر زبان پھیر کر بولی۔  
 ”رسو میں کان اکھاڑ لوں گا۔“ انور نے کہا لیکن رشیدہ پر اس جملے کا کوئی اثر نہ ہوا۔  
 انور سمجھا تھا کہ وہ پھر اپنے پرانے موڈ میں آجائے گی مگر اس کے چہرے کی زردی میں کسی قسم کا تغیرہ نہ ہوا۔  
 ”اوہ بابا تم کچھ بتاؤنا.....؟“ انور چھپ کر بولا۔  
 ”وقت نہیں ہے۔ میں جلد ہی واپس آ جاؤں گی۔ ہو سکتا ہے کہ سب وہم ہو۔ لیکن مجھے اختیاط برتنی پڑے گی۔ میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گی۔ مگر.....!“  
 بارجے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ رشیدہ چوک کر مڑی۔ آنے والا رک گیا۔ وہ اندر ہرے میں تھا اور رشیدہ کے چہرے پر انور کے کمرے کی روشنی پر رہی تھی۔  
 ”کون ہے۔“ انور نے سخت لمحے میں پوچھا۔  
 ”سی فوراً رہو مولی.....!“ ایک تیز قسم کی آواز سنائی دی اور رشیدہ لڑکھڑا کر انور کے بازوؤں میں آ رہی۔ وہ بُری طرح کاپ رہی تھی۔  
 ”انور..... جلدی ..... انور.....!“ وہ ایک ایک کروں۔ انور نے اسے کمرے کے اندر کھینچ کر ایک صوفے پر ڈال دیا اور خود دروازے پر جم گیا۔  
 ”تم کون ہو.....؟“  
 آنے والا اندر ہرے سے روشنی میں آ گیا۔ یہ ایک پستہ قد گر مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ انور اس کی رنگت دیکھ کر بے اختیار چوک پڑا۔ تابے جیسا سرخی مائل رنگ گروہ ڈان و سمعت کے ساتھیوں میں سے نہیں تھا۔ انور کو ان سب کی صورتیں بخوبی یاد تھیں۔

میں اس وقت جا رہی ہوں کل کی وقت تمہیں میر احمد کانٹ معلوم ہو جائے گا۔“  
انور نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن ان کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔

رشیدہ اور وہ اجنبی دروازہ کھول کر باہر نکل گئے اور پھر اچاک ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کوئی  
بہت وزنی چیز بار بجے پر گز پڑی ہو۔ انور جھپٹ کر باہر نکلا لیکن دوسرا لمحے میں اس کی کنٹی  
کے قریب محلی سی چکی اور وہ تار کیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

نہ جانتے کتنی دیر بعد وہ اندر ہوں کے تانے بننے سے آزاد ہو سکا۔ کہنی بڑی طرح دکھ  
رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کئے اپنے سر پر ہاتھ پھرنسے کا ارادہ کیا لیکن اچاک اس کا ذہن  
جاگ اٹھا اور کچھ دیر قبل پیش آئے ہوئے واقعات آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ اس نے رشیدہ  
اور پسر اراجی کو باہر جاتے دیکھا تھا پھر ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کسی پر اچاک حملہ کیا گیا ہو۔ وہ  
پھر تی سے باہر نکلا تھا اور شاید وہ کسی کام کا ہی تھا جس نے ان کے سر کی ہڈیاں لٹک ہلا دی تھیں۔

انور نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھونے کی کوشش کی۔ وہ اپنے ہی کمرے میں تھا لیکن اسے  
پھر آنکھیں بند کر لئی پڑیں اور وہ سونے لگا کہ وہ خواب تو نہیں دکھ رہا ہے۔ بوڑھا البروفو ایک  
صوف پر بیٹھا تیلی یپ کی روشنی میں کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔

انور کا سر چکرانے لگا۔ آخر یہ بوڑھا آدمی ہے یا بھوت۔ لیکن اسکی موجودگی کا مطلب؟ کیا  
اسی نے اس پر حملہ کر کے بے ہوش کر دیا تھا۔ انور کا ذہن تیزی سے سوچنے لگا۔ کیا رشیدہ اسی  
لئے خافض تھی وہ پسر اراجی کوں تھا جسے دیکھ کر پہلے تو وہ بڑی طرح خائف ہو گئی تھی لیکن پھر  
اس انداز میں گفتگو کرنے لگی تھی جیسے اسے رسولؐ سے جانتی تھی۔ رنگت کے اعتبار سے وہ بھی  
ڈان و نسیم ہی کا ہم طن معلوم ہوتا تھا لیکن رشیدہ ابھی زبان کیا جائے۔ وہ اس طرح اجتنی  
زبان میں گفتگو کر رہی تھی جیسے وہ اس کی مادری زبان ہو۔ ان کا ذہن پھر البروفو کی طرف گیا تو  
کیا چیخ البرانو ہی اس غیر طلی کا قاتل تھا مگر کیوں؟ کیا اس وقت اس نے رشیدہ اور اس اجنبی کو  
بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور تو کیا، اس نے رشیدہ کو قتل کر دیا ہوگا۔۔۔ رشیدہ کو۔

انور کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں اس نے پھر آنکھیں کھولیں۔ البروفو بدستور  
کتاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے ہونٹوں میں ایک موٹا سارا گار تھا جو شاید بجھ چکا تھا۔ انور لیٹے

لیٹے اچھلا اور ایک لخت البروفو پر جا پڑا۔ بوڑھا اس اچاک حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن وہ پھر  
بھی سنجھل گیا۔ دوسرے لمحے میں اس کی فولادی انگلیاں انور کی گلائیوں میں بڑی طرح چھڑی  
تھیں۔ بوڑھے کی لفڑت میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے انور کو اپنی  
ناگوں میں بکڑا لیا اور اب وہ اس کا سراپا ہاتھ میں لئے اس طرح اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا  
تھا جیسے وہ کوئی چھ ماہ کا شیر خوار پچھر ہو۔

”شور مچانے کی ضرورت نہیں۔“ وہ آہستہ سے انگریزی میں بولا۔  
انور پر سکتہ سا ہو گیا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اب زندگی بھر اس کی ناگوں کی  
گرفت سے آزاد نہ ہو سکے گا۔

”البروفو تمہارا دشمن نہیں۔“ وہ پھر بولا۔ ”اگر وہ دشمن ہوتا تو یہاں بھرنا ہی کیوں؟ تم کوئی  
احمقانہ حرکت نہیں کرو گے۔“

البروفو نے گرفت ڈھلی کر دی اور انور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آزما تھا کہ  
اب کیا کہ بے البروفو کی خالیت میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوا تھا۔ وہ بدستور پہلے کی طرح  
پر سکون نظر آ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر سکراہست تھی لیکن آنکھیں جذبات نے عاری اور سرد  
تھیں۔ انور کے سارے جسم میں سناہست دوزگی۔ البروفو نے سامنے والی کری کی طرف اشارہ  
کیا۔ انور خاموشی سے میٹھے گیا۔ اس کی نظریں البروفو کے پیچے پر جمی ہوئی تھیں۔

”میں جانتا ہوں تم جو پچھو سوچ رہے ہو۔“ البروفو بولا۔

”کیا۔۔۔؟“ انور نے اپنے خلک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

”سہی کہ کاش اس وقت تمہارا دوست انپکڑ آ صفحہ یہاں آ جاتا۔“

انور بے اختیار پوچنک پڑا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ آخر البروفو سے اس کا کیا تعلق اور وہ  
اس کے بارے میں اتنی معلومات کیسے رکھتا ہے؟

”تمہیں یہاں میری موجودگی پر حیرت ہو رہی ہے۔“ البروفو پھر سکراہست۔

”آختم چاہتے کیا ہو؟“ دفعتاً انور اٹھ کر پیچا۔

”صبر۔۔۔ صبر۔۔۔“ البروفو نے اسے بینچنے کا اشارہ کیا۔ ”اگر میں موقع پر نہ پہنچ جاتا تو تم

اعشاریہ تین آٹھ کار بیوی اور دیکھ کر ہفت جواب دے گئی۔ بوڑھا ریو اور کارخ انور کی طرف کے ہوئے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھلا لیکن وہ داہنے پٹ کی آڑ میں ہو گیا۔ آئنے والا انسپکٹر آصف تھا۔ انور اسے اشارہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ دھنٹا اسے البرانو کی آنکھوں میں سفا کی کی جھلک دکھائی دی اور ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کی گردش کرنے کی صلاحیت یک لمحت متفقہ ہو گئی ہو اور اب وہ زندگی بھرا بی آنکھیں اس کے چہرے پر سے نہ ہٹا سکے گا۔

”اوہو.....!“ آصف چمک کر بولا۔ ”کیا بت بننے کی مشق کر رہے ہو۔“

اس کے اس بھٹے پر بھی انور کی جالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اور پھر آصف بے خودی میں بیچھے کی طرف مڑا۔ اس کا منہ چھپل گیا۔

”مش.....!“ البرونو پر سکون لجھ میں بولا۔ ”شور نہیں۔۔۔ ورنہ یہ ریو اور تم سے زیادہ شور مچانا جانتا ہے۔“

آصف کے دلوں ہاتھہ اور پڑھ گئے۔  
”بیٹھ جاؤ۔“ وہ ایک کری کی طرف اشارہ کر کے تکمانتہ لجھ میں بولا۔ آصف بیٹھ گیا۔ کبھی وہ انور کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی البرونو کی طرف۔

”مسٹر آصف کی جیب سے پتوں نکال کر سامنے میز پر رکھو۔“ البرونو نے انور سے کہا۔ انور نے تعیل کی۔ لیکن میز کے قریب بیٹھ کر دھنٹا گھوم پڑا۔ البرونو کے ریو اور سے ایک شعلہ نکلا اور انور کے ہاتھ میں دبا۔ ہماری ریو اور اچھل کر دو جاگا۔

”میں اپنے ریو اور میں بے آواز کارتوں استعمال کرتا ہوں۔“ البرونو سکرا کر بولا۔ ”میں شور نہیں پسند کرتا۔“

انور گھبرا کر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن البرونو کی گوئی پتوں کی نال پر پڑی تھی اور اس کا ہاتھ حفاظت تھا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ البرونو کری کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”میں یہاں دوسری کال کا انتظار کر رہا ہوں مجھے تم لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔“

کہیں اور ہوتے۔“ ”لے لا۔۔۔ سدا۔“ ”وہ بڑی کہاں گئی؟“ انور بے صبری سے بولا۔ ”یہ ابھی نہیں بتایا جاسکتا۔ میں خود نہیں جانتا۔ لیکن وہ خود نہیں گئی زبردستی لے جائی گئی ہے۔“ انور پھر اسے گھونے لگا۔

”ویکھو بڑھے، میں بہت خراب آدمی ہوں۔“ انور بولا۔

”وہ تو تمہاری صورت سے ظاہر ہے۔“

انور پھر جھلا کر اٹھا۔

”ویکھوڑ کے! تم شاید اپنے ہاتھہ بیڑا کرہی رہو گے۔“

”میں ڈاں و نسٹ نہیں ہوں۔“ انور نظریہ انداز میں بولا۔ ”میں تمہارا غزوہ توڑ دوں گا۔“

البرونو نے قہقہہ لے گایا۔

”جلد بازی تھیک نہیں میرا نور۔“ وہ تھوڑی دری بغیر سمجھی سے بولا۔ ”مجھے اطلاع ملی تھی کہ جرام کی دنیا میں تم ایک بہترین دماغ ہو لیکن شاید وہ محض افواہ تھی۔ تم ایک معمولی آدمی سے بھی بدتر معلوم ہوتے ہو۔“

اتنے میں ٹیکی فون کی گھنٹی بجی۔ انور نے اٹھنا چاہا۔

”ٹھہرو.....!“ البرونو اٹھتا ہوا بولا۔ ”شاید یہ فون میرے لئے ہے۔“

اس نے رسیور ہاتھ میں اٹھایا۔ ”بیلو۔۔۔ تھیک۔۔۔ میں یہاں دس منٹ تک اور انتظار کروں گا۔۔۔ جلدی کرو۔“

اس نے رسیور رکھ کر بجا ہوا سگار سلکایا اور دیوار سے لگی ہوئی ایک تصویر پر نظریں جھادیں۔ انور بڑی طرح بوكھلایا تھا۔ نہ جانے وہ کیوں خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اس کی سماں تیزی اور طراری رخصت ہوئی تھی۔ وہ بڑھ کی بے پناہ طاقت کا بھی اندازہ لگا چکا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ برقرار ہے۔

کسی نے دروازے پر دستک دی۔ انور نے پھر اٹھنا چاہا لیکن بوڑھے کے ہاتھ میں

آصف تھیر انداز میں البرونو کو دیکھ رہا تھا۔ انور بے نی سے بیٹھ گیا۔

”لیکن تم..... یعنی کرم.....!“ آصف اپنے خشک ہوتلوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

”اس کرے میں میری موجودگی کا سبب پوچھنا چاہتے ہو،“ البرونو سکرایا۔

آصف جواب طلب نظرلوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ڈان ونسٹ کی حالت ابتر ہے۔“

”تو پھر اس سے کیا۔ وہ ایک مقابلے کے دورانِ زخمی ہوا تھا۔ سب سے پہلے اسی نے مجھ پر جارحانہ حملہ کیا تھا۔ خیر ہو گا میں کسی قسم کی صفائی نہیں پیش کرنا چاہتا۔ مجھے اطمینان ہے کہ جس وقت چاہوں گا یہاں سے چلا جاؤں گا۔ مجھے صرف ڈان ونسٹ کی موت کا انتظار ہے۔“

”یہ تم ایک سی آئی ڈی اسپکٹر کے سامنے کہہ رہے ہو،“ آصف اسے گھور کر بولا۔

”میں تمہیں اچھی طرح پچھانتا ہوں۔“ البرونو نے مسکرا کر کہا۔

اسپکٹر آصف کو زندگی میں شاید ہی بھی کوئی ایسا لمحہ آیا ہو جب کسی مجرم نے اس سے اس قسم کی گفتگو کی ہو۔ وہ انور سے بھی بوكھلا یا ہوا نظر آنے لگا تھا۔

”لیکن تم یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔“ آصف ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

”میرا نشانہ بھی خطا نہیں کرتا۔“ البرونو نے ریواور کارخ آصف کی طرف پھیر دیا۔

”بیٹھ جاؤ.....!“ انور جھلا کر بولا۔ پھر البرونو سے کہنے لگا۔ ”اگر یہ صحیح ہے کہ تم اس جگہ ابھی قیام کرو گے تو میں تمہیں چلتی چلتی کرنا ہوں کر.....!“

”بیری بات..... بیری بات۔“ البرونو اس کی بات کاٹ کر بولا۔ ”ذردار اسی باتوں پر تاراض نہیں ہوا کرتے۔“

”لیکن یہاں اس وقت اس کی موجودگی کا مطلب۔“ آصف نے انور سے پوچھا۔

”ان لوگوں نے رشیدہ کو انخوا کر لیا ہے۔“ انور دانت پیش کر بولا۔

”یہ بکواس ہے۔“ البرونو نے تخت لجھ میں کہا۔

”بھروسہ کہاں گئی۔“

”کہہ تو دیا کہ میں نہیں جانتا۔“

”مجھ پر کس نے حملہ کیا تھا۔“ ”لائلا لیکھا۔“ ”لائیا لیکھا۔“ ”لائیا لیکھا۔“

”لائیں لیکھیں بیٹھا لکھا۔“ ”لائیا لیکھا۔“ ”لائیا لیکھا۔“ ”لائیا لیکھا۔“ ”لائیا لیکھا۔“

”اس طرح تم ایک بہت بڑے جرم کے مرکب ہو رہے ہو۔“ آصف نے کہا۔

”جرائم تو میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔“ البرونو اپرواٹر سے بولا۔

اسے میں پھر ٹیلی فون کی گھنٹی بھی لا البرونو نے بڑھ کر یہ یہو اخالیا لیکن زیوال کارخ ابھی

کہنے آصف اور انہیں لیں طرف کھا۔“ ”لائیا لیکھا۔“ ”لائیا لیکھا۔“

”ہیلو.....!“ وہ ماڈھر چیز میں بولا۔ ”تم بہت دیر کر رہے ہو۔ کوکیا رہا۔“ وہ ٹھیک ہے

گمراہ کی امید تو نہیں۔ ٹھیک بہت اچھا۔ تم وہیں ٹھہر دے۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

البرونو سیور رکھ کر ان کی طرف مڑا۔

”اچھا دستو! شب بتیر۔ تم دونوں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ جلدی

کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ضرورت پڑنے پر میں قل بھی کر سکتا ہوں ٹھیک۔“ ہاں اسی

طرح کھڑے رہو۔“

البرونو نے کمرے سے نکل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا اور پھر باربے میں بھیلی ہوئی

تاریکی میں اس کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی رہی۔

آصف دروازے کی طرف چھپتا۔

”بیکار ہے۔“ انور مردہ دلی سے بولا۔ ”باہر سے دروازہ بند کر گیا ہے۔“

”بہر حال اسوقت بڑی بے عزتی ہوئی۔“ آصف نے پریشانی سے پیٹھ پوچھتے ہوئے کہا۔

”ابھی اس سے بھی زیادہ بے عزتی ہوئی باقی ہے۔“ انور خشک لہجے میں بولا۔

”میں نہیں سمجھا۔“

”اس کمرے سے نکلنے کے لئے شورچا کر چلی منزل والوں کو بلا۔“ پڑے گا۔“

یرکن کر آصف ناٹے میں آ گیا۔ کم از کم اس عمارت کے لوگ اسے اچھی طرح جانتے تھے۔

”چیزوں بھی چیزوں۔“ انور مہ اسمانہ بن کر بولا۔ ”ورش رات تمہیں سر کرنی پڑے گی۔“

”یار یہ تو بڑا برآ ہوا۔“

”میں اس کم بخت سے سمجھ لوں گا۔“ انور بحثنا کر بولा۔

”وہ تو بعد کی باتیں ہیں..... اس وقت کیا کیا جائے؟ اگر جیج جیج کرو گوں کو بلاستے میں تو خواہ تجوہ احتیٰ بننا پڑے گا۔“

”بھی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔“

”رشیدہ کا کیا قصہ ہے۔“ آصف نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”خود میں ہی نہیں سمجھ سکتا تمہیں کیا بتاؤں گا۔“ انور نے کہا۔ ”لیکن اس وقت تم کیسے آگئے۔“

”ادھر سے گزر رہا تھا سوچا تم سے ملا جلوں۔“

”اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔“

”کون؟“

”چائے والا.....!“ باہر سے آواز آئی اور آصف کا چیرہ چمک اٹھا۔

”باہر سے بندے ہے کھول لو بھی۔“ آصف پر سمرت لمحے میں بولا۔

دروازہ کھلا اور قریب کے ہوٹل کا ایک لاکاڑے میں چائے لئے ہوئے داخل ہوا۔

”تم سے چائے کے لئے کس نے کہا تھا۔“ انور اٹھتا ہوا بولا۔

”لاکا سکھ گیا۔“

”ایک صاحب نے۔“

”کون تھا؟“

”میں پیچا نہیں لیکن انہوں نے آپ کا پتہ بتایا تھا۔“

”اس کا حلیہ.....!“ آصف نے پوچھا۔

”بُوڑھے تھے، ڈاڑھی تھی۔ ہرے رنگ کا سوت پہنے ہوئے تھے۔“

انور آصف کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا اس نے تمہیں سے کہا تھا۔“ انور نے پوچھا۔

”نہیں..... فوجر صاحب سے میں قریب ہی کھڑا تھا۔“

”کیا تم انگریزی سمجھ لیتے ہو۔“

”نہیں..... فوجر صاحب نے مجھے بتایا تھا، وہ صاحب چائے کے پیسے بھی دے گئے ہیں۔“

”اچھا..... اچھا تھوڑی دیر بعد برلن لے جانا۔“ انور نے کہا۔

”لڑکا چلا گیا۔“

”یار اس بوڑھے نے بچ میخ دماغ خراب کر دیا ہے۔“ آصف پسچھے سوچتا ہوا بولا۔ ”میں نے بڑے بڑے بھروسوں کا سامنا کیا ہے..... لیکن یہ بوڑھا.....“ انور سکریٹ سلکاتے سلکاتے پسچھے سوچنے لگا۔

”کیوں؟ کیا بات ہے؟“

”پچھے نہیں! رشیدہ کا محالہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔“

”آخربات کیا ہے؟“ آصف نے پوچھا۔

”ٹھہری.....!“ انور اٹھتا ہوا بولا۔ ”بوڑھا ہمیں مستقل طور پر بیوقوف بنائے جا رہا ہے۔ کیا تم چائے پیتے گے؟ عجیب احتیٰ ہو۔ اٹھو جلدی کرو۔“

آصف کھڑا ہو گیا۔ دونوں باہر نکلے۔ آصف اس کے کہنے پر عمل تو کر رہا تھا لیکن بے دل سے۔ اس نے کئی بار انور سے پچھا پوچھتا چاہا لیکن انور جلدی میں تھا۔ اس نے بیچ آ کر گیران سے موڑ سائکل نکالی اور دونوں اس پر بیٹھ کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔

”کہاں چلو گے؟“ آصف نے پوچھا۔

”ٹیلی فون اسکچھی.....!“

”کیوں؟“

البرنو کی دوسری کال ٹھیک دین کر پاچھ مٹت پر آئی تھی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہ کہاں سے آئی تھی۔

”معلوم تو ہو جائے گا۔“ آصف نے کہا۔ ”لیکن بوڑھا بہت چالاک ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”وہ اس قسم کی غلطی نہیں کر سکتا جس سے پکڑے جانے کا امکان پیدا ہو سکے۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔ تم اندر جا کر پتہ لگاو۔ میر اون نمبر تو جانتے ہی ہو۔“ اور نے کہا۔  
ٹلی فون اپنچھ کے قریب پہنچ کر انور نے موڑ سائکل روک دی اور آصف اتر کر عمارت  
میں داخل ہوا۔

اور فتح پاتھ پر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔  
اس کی بھی میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ رشیدہ کے متعلق آصف کو بتائے یا نہ بتائے۔ خود رشیدہ  
کے روئے نے اسے بھجن میں ڈال دیا تھا۔ وہ کون سی ایسی بات تھی جس کے لئے رشیدہ اتنی  
راز داری سے کام لے رہی تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس پر اسرار اجنبی کے ساتھ اپنی خوشی سے گئی  
تھی اور پھر اس کے بعد کے واقعات نے معاطلے کو اور بھی الجھاد دیا تھا۔ آئنے والا ڈان وہ بہت  
بھی کا ہم طن معلوم ہوتا تھا اور ڈان وہ سٹ کے میان کے مطابق پر تکالی بوڑھا البر وہ اس کا دشمن  
تھا۔ لیکن وہ اجنبی ڈان وہ سٹ کے ساتھیوں میں ہے نہیں تھا۔ انور کو ان کی شفیک اچھی طرح یاد  
تھیں۔ پھر وہ کون تھا۔ انور سوچنے لگا۔ کہاں سے آیا تھا۔ ان پاچ غیر ملکیوں کے علاوہ  
یہ کیوں کی اور کا کوئی ریکارڈ نہیں تھا۔ پھر وہ مقول کون تھا؟ اور وہ اجنبی؟

انور کو اپنے بھروسیوں ہونے لگا جیسے اس کے دماغ کی ریکیں پھٹ جائیں گی۔  
وہ تھوڑی دری میں آصف مہم برولیں ہیں۔ سیئی بھاتا ہوا عمارت سے نکلا۔  
”میرا خیال عموماً غلط نہیں ہوتا۔“ اس نے کہا۔  
”کیا ہوا۔۔۔؟“

”وہ بھرپاچ مٹ پر تمہارے فون کی کال دولت نے پیک ٹلی فون پوسٹ سے ہوئی تھی۔“  
”اوہ۔۔۔!“ انور ایسا ساتھ انداز میں بولا۔ ”تب تو یکار ہے۔ وہاں سے کیا معلوم ہو گئے گا۔“

”تم نے رشیدہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔“ وہ تھوڑی دری بعد بولا۔  
”تمہیں کیا بتا سکتا ہوں جبکہ خود مجھے ابھی تک کچھ نہیں معلوم۔“  
”لیکن ابھی تھوڑی دری میں تم البر وہ فوراً کے غواص کا الزام لکارے تھے۔“ آصف نے کہا۔  
”بھی معاملہ کچھ عجیب سا ہے۔ رشیدہ کہیں باہر جانے کے لئے تیار تھی۔ میں اس کے  
ساتھ باہر نکلا تھا کہ کسی نے اچاک بھج رحملہ کر دیا جب مجھے ہوش آیا تو دیکھا کہ میں پیک پر پڑا۔

ہوں اور البر انوکرے میں بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا ہے۔“ لیکن اس کا کوئی پڑھنا ہے۔  
”اور میدہ۔۔۔“ اس نے کہا۔“ اس کے پیسے کی تکہیں بیٹھیں تھیں۔“  
”میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئی تھی۔۔۔“ لیکن اس کی پیسے کی تکہیں بیٹھیں تھیں۔“  
”وہ کہاں جانے کے لئے تیار تھی۔۔۔“ لیکن اس کی پیسے کی تکہیں بیٹھیں تھیں۔“  
”اس نے تباہی میں تھا۔۔۔“ لیکن اس کی پیسے کی تکہیں بیٹھیں تھیں۔“  
”وہ بھی بات ہے۔ آصف نے کہا اور البر وہ کھوئے تھے۔“ لیکن اس کی پیسے کی تکہیں بیٹھیں تھیں۔“  
انور نے ایک ٹھیک سٹکھی اور دو تین سہرے کھرے کے شیخی کے لہذا۔۔۔“ بھی میں  
نہیں آتا کہ یہ البر انوکوں ہے اور کیا چاہتا ہے۔ ابھی تک اس کی کوئی راست بھی میں نہیں آتا۔۔۔ یہ  
بات تو ظاہر ہے کہ وہ ہمیں سخت نہیں کرنا چاہتا۔۔۔“

”سالود کیوں؟ کیا وہ ابھی تک ہماری پوچا کر رہا ہے۔ آصف نے طرفی نہجے میں کہا۔۔۔  
”وہیں۔۔۔ اگر وہ سخت کرنا چاہتا۔۔۔ تو ہم صبح میں کمرنے کے باہر ہیں تھیں تھیں۔“  
”ایہ ہو گا۔۔۔ آصف کردن سخت لے بولا۔۔۔ ابھی لہجے سے سروکار ایسی تیار ہے۔ جب کسی  
مجھ سک پہنچے گا اس وقت دیکھا جائے گا۔۔۔“

”میں ہاں۔۔۔ اس دن تو وہ خود ہمیں پاٹھا بانٹھے ہوئے اپنی کلی خدعت میں حاضر  
ہو جائے گا۔۔۔“ انور تھیج بجھ میں بولا۔۔۔ جبکہ اس کا لہذا۔۔۔“

”خر۔۔۔ خر۔۔۔ میں ابھی اس پر راجح ہوں۔۔۔ کہا قیل ضریبیں سمجھتا ہوں۔۔۔ آصف نے  
سکرا کر کہا۔۔۔ اچھا ابھی تک تو چلا۔۔۔ بل اُرعنی ہے۔۔۔ اس کے بعد تو وہ دوسری بھیں نہ مل سکے  
گی۔۔۔ سب سیر۔۔۔“

آصف انور کی طرف ہاتھ ہلاتا ہوا بن پر چڑھ گیا۔۔۔

انور نے ختم ہوئی ہوئی سکریٹسے دوسری سکریٹسے لکھاں اور جیا لات میں تو ہوا کش پر  
کش لیتا رہا۔۔۔ اس کی سمجھ میں نہیں اسراہا کھا کر اس کی لہر لئے۔۔۔ شاید تو وہی ایسیں بھیں بار اسے اتنی  
پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔۔۔ بوڑھے البر وہ کا تصور اس کے عینہ کیں۔۔۔ انکے پیروکاریوں اور استعمال کرے گا۔۔۔ خواہ

بعد میں چانسی عی کیوں نہ ہو جائے۔ ”  
دفعاً ایک ٹھیکی اس کے قریب سے گزری اور وہ بے اختیار اچل پڑا۔ البروف کا نوجوان ساتھی چھپلی نشست پر بیٹھا پاپ لی رہا تھا۔ اس کے قریب سے گزرتے وقت ٹھیکی کی رفتار کم تھی۔ لیکن آگے جا کر اس کی رفتار تیز ہوتی ہوئی معلوم ہوئی۔ انور اچل کر اپنی موڑ سائکل کی سیٹ پر آ رہا۔ دوسرا لمحے موڑ سائکل ٹھیکی کا تعاقب کر رہی تھی۔ ٹھیکی شہر سے ایک دریا راست پر ہوئی۔ انور بدستور اس کا تعاقب کئے جا رہا تھا۔ انور کا ارادہ محض تعاقب کا تھا مگر بھر ایک خیال تھا۔ اس ارادے سے باز رکھا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ البروف کے ساتھی کو بیٹھیں روک کر پکولی جانے۔ ممکن ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ کر البروف سے بھی مذکور ہو جائے اسی صورت میں۔“  
ٹھیکی کیا کر سکے گا۔

اس نے جیب سے روپا اور نکالا اور پے در پے فائر کرنے شروع کر دیے۔ ٹھیکی روک گئی۔  
انور کو توقع تھی کہ ادھر سے بھی فائر ہوں گے مگر ایسا نہیں ہوا۔  
اس سے میں اس کی موڑ سائکل ٹھیکی کے برادر پہنچ گئی۔ ڈرائیور نیچے اتر آیا لیکن چھپلی سیٹ خالی تھی۔

”وہا کو کہاں گیا۔۔۔!“ انور گرج کر بولا۔  
”ڈڑوڈا کو۔۔۔!“ ڈرائیور بوكلاۓ ہوئے لجھے میں ہکلایا۔

”ہاں ڈاکو! میں پولیس کا آدمی ہوں۔“  
ڈرائیور نے چھپلی سیٹ کی طرف دیکھا اور ”ارے“ کہہ کر اچل پڑا۔  
”یعنی۔۔۔ کیا۔۔۔ ڈڑوڈا کو۔۔۔ ارے ارے۔“ ڈرائیور تیر کی طرح بوكلایا ہوا تھا۔

”ہاں وہ کہاں گیا۔“  
”یہیں تھا۔۔۔ سیکل۔“ اس نے چھپلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔  
انور نے ابھی بھک شین بند نہیں کی تھی اور دونوں طرف زمین پر بھر لیکے موڑ سائکل علی  
بیٹھا ہوا تھا۔ دفعاً کوئی جیز اس کی پیٹھ میں چیزیں۔

”خیر دار۔۔۔!“ پچھے سے آواز آئی۔ ”اپنار روپا اور زمین پر ڈال دو۔“

ڈرائیور چیخ کر ٹھیکی میں گھسن گیا اور انور نے اپنار روپا اور زمین پر گرا دیا۔ البروف کا ساتھی نہایت اطمینان سے اس کی موڑ سائکل کے کیریز پر بیٹھا اس کی کمر میں اپنے پیتوں کی ٹال چھو رہا تھا اس نے چک کر انور کا روپا اور اٹھایا اور اپنی جیب میں ڈال لیا۔

”اب چلاو موڑ سائکل۔۔۔!“ البروف کا ساتھی اکٹھی اکٹھی انگریزی میں بولا۔

”وزیر براہمی بھی میرے حکم کے خلاف کہا تو سیکھ ختم کر دوں گا۔ سیدھے چلو۔“

موڑ سائکل چل پڑی۔ انور تیر کی طرح یعنی دتاب کھارہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ موڑ سائکل کا درخت سے ٹکرا دے۔ اسکی نکست اسی کے خواب و خیال میں بھی تھی۔

”راہتی طرف موڑ دو۔۔۔!“ البروف کا ساتھی حکماتی لمحہ میں بولا۔

انور نے موڑ سائکل موڑ دی۔ لیکن سچھ دو رجا کر خود بخود ہر بڑا نے لگا۔ آخر ایسی بھی کیا بردی۔ اس نے جلا کر شین بند کر دی۔

”چلاو۔۔۔!“ البروف کا ساتھی چھکا۔

”نہیں۔۔۔!“

”میں شوت کر دوں گا۔۔۔!“

”کرو۔۔۔!“

”میں پھر سمجھتا ہوں۔“

”تبھی سمجھتا۔۔۔ میں بزدل نہیں۔“

## ایک رخی

ان دونوں میں بھکار ہو رہی تھی کہ کسی طرف لے ایک فائر ہوا اور گولی البروف کے ساتھی کے کان کے قریب سے گزگئی۔

”یقوف آدمی بھاگو۔۔۔!“ وہ انور کو دھکا دتا ہوا بولا۔

لے گئے۔ لانہ دوڑا افرازی ہوا اور اس نے انور کا کام اپنے پیارے جهازیوں کی طرف جاتا رہی تو یونیورسٹی کی طرف۔ اس  
جہیں اور اسی معلوم ہو گئی جو جعلی فائزہ کے حوالے میں اسی اسی نتیجہ  
یہ ڈان و سوت کے لامتحب معلوم ہوتے تھے میں اُنہوں ایسے نتیجے پر ملے۔ پھر انور سے پر  
”شکار کیلئے لائی ہے کیا ہے اُن کی لائی ہے کیا ہے“..... لائی ہے کیا ہے“  
اور کیا سمجھتے ہیں اُنہوں اُنھم کیا جاتے اور اس نے چالنے والے بھیوں کے آں  
ہوں اُنہوں اُنگریزی میں تو وہ خواہ ٹو اُن ویں نتیجے کے نتیجہوں پر کوئی لینک  
ابرو ٹو کامیابی ایجاد ٹائم ٹھیک کر بولا۔ ”تم چاہک بھی سمجھیں یعنی تمہاری میورسی  
سینی رہ جائے گی۔ اُنہوں اُن کے ساتھ پیش کردیں قسمِ صیبت  
لایاں پھر جاؤ گے۔ ایک دن جسے اپنے بھائی کے بھائی کے ساتھ پیش کردیں  
انور جواب دینے ہی والا تھا کہ پھر فائز ہوا۔ لے گا دن ششمِ المیں اُن  
”آدمی ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔“ اُب ان کا ماحصلی بیٹولیا ہے“..... نیلو“  
”تو پھر تم بھی فائز کیوں نہیں کر رہے۔“ انور نے کہا۔ ”..... نیلو“  
”خیس اسے سمجھنے دو کہ ہمارے پاس پستول نہیں ہے“..... نیلو“  
”کیوں.....؟“  
”میں اسے زندہ پکڑنا چاہتا ہوں۔ اس طرح وہ سامنے آجائے گا۔“ نیلو“  
”آخر میں تو گوں نے یہ کیا معموت پھیلا رکھی ہے۔“ انور بولا۔ لے گا دن  
”اے نجیت نہ کہو۔ وہ دن دو نہیں جب تم ہماری شان میں قصیدے گاتے پھر گے۔  
انور سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس نے اسے چپ کر دیا۔  
”مش..... خاموش وہ موڑ ہائیکل کی طرف آ رہا ہے۔“  
موڑ ہائیکل کے قریب کوئی کمر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

لے گا دن اُن طلبی کر دی۔ اور نئے موڑ ہائیکل کی طرف جمعتے کے شامیں تم چاہک گئے۔  
اس نے انور کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ جملہ آئی۔ وہ موڑ ہائیکل پر بیٹھنے ہی والا تھا  
اس پر پٹوٹ پڑا۔ دنوں گھنی ہوئے زمین پر آ رہا ہے۔ ”..... نیلو، آئے قیاد۔“

”خدامت دنوں پر اپنی رحمت باذل کرے۔“ انور نے بلند آواز میں کہا اور اچھل کر موڑ  
لے گئی۔ اپنے نیت کے ساتھ اپنے نیت کے ساتھ۔

سائکل پر بیٹھ گئے۔ لے گا دن اُن کا کام ایسا تھا۔ اُنہوں اُن کے ساتھ ایسا تھا۔  
اُب وہ وہ کام سمجھتے تھے۔ مگر موڑ ہائیکل استارٹ ہو چکی تھی اور اس اُب کی زمین پر  
چھٹی کو دیکھنے آئے گئے بھی جاری تھی۔ انور اسے کامن کے بے تحاش چھاک رہا تھا۔  
پا پر جو چھوڑ دو رکھنے کے بعد اچاہک چھٹے سے کامن اُنکے ساتھ ایک چھاک کے ساتھ چھٹت کیا اور اسے  
سچور آپس پر ہائیکل روک دیا۔ ہر یہی۔ گزر وہ خطرے کی پوسٹھ جکھا تھا۔ تارہ خود بخوبی میں چھٹا ھالاں ایسا  
اس پر کسی نے فائز کیا تھا۔ انور کو کہ جھازیوں کی طرف بھاگنے کا۔  
لے گا دن اُن کا کام ایسا تھا۔

”ظہرو۔۔۔!“ اسے پشت پر آواز سنائی دی۔

انور نے پیٹ کر دیکھا۔ ایک آدمی را فلٹ لے کر مٹھا تھا۔ اندھیرے میں صورت تو نہیں  
دھائی دی لیکن اس کے قد و قامت سے انور نے یہ اندازہ ضرور لے کیا کہ وہ اس سے سلے بھی کہیں

نہ اسے دیکھے چکا ہے۔ لے گا دن اُن کا کام ایسا تھا۔ سدن ایسا۔

وھی اس کے چہرے پر تاریخ کی روشنی پڑی اور اسی بھی نے فوجہ کیا۔  
لے گا دن اُن کا کام ایسا تھا۔ اسی کے لئے اسی کام کے لئے اسی ایسا۔

”تو یہی ہے۔“ اپنی نے اگر زیری میں کیا اور انور نے اُنکی آواز سچان لی۔ اُب اُب وہ تھا۔

”تم نے مجھ پر گولی کیوں جائی۔“ انور گھن کر بولا۔

”مجھے غلط بھی ہوئی تھی۔“ اُب وہ نے اس سے کہا اور اس کے قریب آگئا۔

لے گا دن اُن کیم اس وقت ہیں کیا کرے ہو۔“ لے گا دن اُن کیم اس وقت ہیں کیا کرے ہو۔

لے گا دن اُن کیم اس وقت ہیں کیا کرے ہو۔“ تھیں اُن کیم اس وقت ہیں کیا کرے ہو۔“ لے گا دن اُن کیم اس وقت ہیں کیا کرے ہو۔“

”میں نے بھی اپنی پیاری کے قصہ سن جکا ہوں۔“ اُب وہ اس کر بولا۔ ”میں میر ایک ہی خونز  
تلے کیں بھشت کی یہ کرادے گا۔“

”میں نے بھی تمہارا خاتمہ کر دئے کامن کر دیا ہے۔“

”بہت اچھے۔“ اُب وہ نے فوجہ لگا۔ پھر بیجیدگی سے بولا۔ ”میکن ہے یہ کام حق ہے تو ہیں  
میں تم سے لڑنا بھیں چاہتا۔ موڑ ہائیکل سخنallo اور سیاہ کے ہمراہ چھوڑا۔

”نہیں جاؤں گا۔“ انور جھاکر بولا۔

”لے گا دن اُن کے لئے“

”تمہاری دھوکت کروں گا۔“ البرنو اسے دھکا دیتے ہوئے بولا۔ انور بے تھاشہ پلٹ پڑا۔ البرنو کے ہاتھ سے رائفل گرفتی اور انور کا گھوٹا اسی نیچتائی پر پڑا۔ البرنو کراکر ایک قدم بیچھے ہٹ گیا۔ اور پھر چھپتا لیکن اس پار البرنو نے بُری طرح اس کی گردن پکڑی کر اسے دمرے لئے میں اپنی زندگی حوال نظر انے گئی۔ ”حق کہیں کے گذھر“ البرنو آہستہ سے بیرونیا اور انور کو دھکل کر اندر کر دیا۔ اندر منی کے تمل کا چراغ جل رہا تھا۔ جس کی عمدہ روشنی میں لکوی کے اس کڑھے کی خفا حد دیجہ پر اسرار معلوم ہو رہی تھی۔ سانتے نظر پڑتے ہی انور بے تھاشہ چوک رہا۔ ایک جاربائی پر وی اپنی پاؤ دکھائی دیا جس کے ساتھہ رسیدہ کہیں جا رہی تھی۔ انور نے پلٹ کر البرنو کی طرف دیکھا جو حقیقی خدا اور مل مل مکار اسے۔ ”کیا تم نے اسے مار دالا؟“ ”نہیں۔“ ”آہستہ بولو۔ وہ سورہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کے سر میں پیاس بندی ہوئی ہیں۔“ ”وہ لوگ کہاں ہے۔“ ”اور نے بے ساخت پوچھا۔“ ”اں ملے۔“ ”اے ڈان ونڈت کے آدی لے گئے۔“ ”کہاں۔؟“ ”ابھی نہیں معلوم۔“ ”تم جوئی ہو۔“ انور گرج کر بولا۔ ”تم پھر جیخنے لگئے۔“ البرنو نے تھن لیجھ میں کہا۔ ”چلو بابر جلو۔“ دنوں باہر نکل آئے۔

تحوڑی دیر بعد ایک سایہ دکھائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بھاری وزن الماء ہوئے ان کی طرف آ رہا ہو۔ البرنو نے تارچ کی روشنی ڈالی اس کا ساتھی کی کوئی پیچھے پر لادے چلا آ رہا تھا۔

”یہ کیا۔؟“ البرنو نے پوچھا۔

”چلو۔!“ البرنو نے اس کے سینے پر ہال رکھدی۔ مجبوراً انور نے موڑ سائکل دکھلایا اور اسے دھکیلا۔ هوا البرنو کے ساتھ چلتے لگا۔ ٹکست پر ٹکست۔ انور بُری طرح جلا یا ہوا تھا۔ البرنو کی شفیقت حد دیجہ پر اسرار ہوتی جا رہی تھی۔ آخر دوہ چاہتا کیا ہے۔ پھر اس کا ذہن البرنو کے ساتھی کی طرف منتقل ہو گیا۔ مسلم نہیں اس کا کیا انجام ہوا۔ بہت ممکن ہے کہ اس پر حملہ آؤز پیس ہی کا کوئی آدمی رہا ہو۔ کیا البرنو اس سے واقع تھا۔ انور نے سوچا کہ اسے کچھ دیر قبیل والا واقعہ بتاوے۔ مگر پھر ارادہ بدلت گیا۔ آخر دوہ اسے بتائے ہی کیوں۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ البرنو تھوڑی دیر بعد بولا۔

”دیہی کہ میرا در تھما را تعلق ہی کیا؟ تھے جانے کیوں تم لوگ سیرے پیچے پڑ گئے ہو۔ رسیدہ کو اخواء کرنے کا مطلب کیا تھا۔“

”تو ابھی تک یہ خیال تمہارے دل سے نہ لائیں۔“ البرنو نے کہا۔ ”خیر۔ خیر۔ ابھی تمہیں سب کچھ معلوم ہو چاہے گا۔“

البرنو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے راستے کر رہا تھا۔ کی کھائیاں اور نالے چلا گئے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے مکان کے قریب پہنچ کر زکر گیا۔ ”اندر چلو۔!“ البرنو نے حکماں سے بجھ میں کہا۔

انور نے موڑ سائکل ایک طرف کھڑی کر دی۔ وہ اسی مکان کی ساخت پر غور کر رہا تھا جس کی تعمیر کے سلسلے میں زیادہ تر لکڑی استعمال کی گئی تھی۔ قرب و جوار میں پچھے اور بھی ٹوٹے چھوٹے جھونپڑے دکھائی دیئے۔ لیکن وہ سب دیران معلوم ہوتے تھے۔ غالباً یہ جھوپڑے خانہ بدھیا کے بنائے ہوئے تھے۔ جن میں وہ وقاں و قاتا قیام کرتے رہے ہو گے۔ انور نے ان طرف کے فائدے بدوشوں کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ فصل کئنے کے زمانے میں وہ ان اطراف میں پھیل جانے تھے دن میں تو کھلائیوں میں محنت مردواری کرتے اور زرات کو چوریاں کرتے تھے۔ ”دروازہ ادھر ہے۔“ البرنو نے ایک طرف اشارہ کیا۔

”آخر تم چاہتے کیا ہو۔“

”خکار.....!“ اس نے اس آدمی کو زمین پر دالتے ہوئے کہا۔ البروفو کی تاریخی بیویش اُن کے چہرے کے گرد روشنی کا داراءہ بناری ہی۔ انور نے پسلی عین نظر میں اسے پچان لیا۔ وہ ڈال ونسٹ کے ساتھیوں میں سے ایک تھا۔

”تم ہم سے قاکر کہیں تھیں جاسکتے۔“ البروفو کے ساتھی نے انور کے کندھے پر ہاتھ رکھنے کے بعد اس کے ساتھیوں میں سے ایک تھا۔

”تم ہم سے قاکر کہیں تھیں جاسکتے۔“ البروفو کے ساتھی نے انور کے کندھے پر ہاتھ رکھنے کے بعد اس کے ساتھیوں میں سے ایک تھا۔

انور نے اس کے ہاتھ کو جھک کر دیا۔ لیکن دوسرا نے عی لمحے میں اس کے گال پر ایک تم

پُل اور نے بھی مکاتیاں لیا لیکن البروفو درمیان میں آگیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی کو ڈالا شروع کر دیا۔ پھر دونوں نے مل کر ڈال ونسٹ کے ساتھی کو خالیا اور کمرے میں لے آئے۔

البروفو نے اسے ایک لڑکی کے ستوں کے سہارے کھڑا کیا۔ پیچے سے اوپر ٹکر ری سے جگڑ دیا۔

”جھیس ملا کہاں .....؟“ البروفو نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

”بیہن جھک میں .....! میں انور کو گرفتار کر کے یہاں لا بہا تھا کہ درمیان میں آ کودا۔“

”لیکن تم انور کو کیوں لا رہے تھے۔“ البروفو بگز کر بولا۔

”اس نے میرا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی۔“ اس نے کہا اور سارا واقعہ دہرا دیا۔

البروفو پہنچنے لگا۔

ڈال ونسٹ کے ساتھی کو جلدی ہوش آ گیا۔ وہ آنکھیں چڑھا کر جاروں طرف دیکھا۔

”میلو کامریڈ .....!“ البروفو بھری اعماز میں بولا۔ ”ہمارے پیچے گلنا آسان کام نہیں ہے۔“

ڈال ونسٹ کا ساتھی خوفزدہ نظر آنے لگا۔

”روموی کہاں ہے۔“ البروفو نے ہجمانہ لمحے میں پوچھا۔

”میں تھیں جاتا۔“

لپوٹ پاپی پیٹھیں جاتا۔ لاس اس نے میں لے گئے تھے۔

”میں بتانا پڑے گا۔“

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نظریں رُخی آدمی پر جی ہوئی تھیں جو بھی تھی۔

میں نہیں آیا تھا۔

”میں نہیں جاتا۔“

البروفو نے اس زور کا چھپڑا اس کے گال پر سید کیا۔ کہ پانچوں آنکھوں کے نشان میں کھے۔

”بیاؤ .....!“

”نہیں .....!“

اب کی اس کے ہوتوں پر کھوکھ پڑا اور مرد سے حون بنتے لگا۔

”ایسا ہمارا ہے۔“

”بیاؤ کہاں ہے روموی .....؟“

”نہیں .....!“

البروفو اپنے ساتھی کی طرف مارا۔ اس کا تھا۔ تھا۔ جسے۔ بیاؤ اس نے۔

”آئیں وان میں کوئی دھماکا۔“

”یہ ایک .....!“

اس کا ساتھی کر رکے سے چلا گیا۔ انور خاموش تھا۔ وہ البروفو کی اس حرکت کو وہی نظر میں نہیں دیکھ رہا تھا۔ البروفو نے پھر اس کے منہ پر چھپڑا۔

”یہ طریقہ بڑلاتے ہے۔“ انورے اپنے اختیار بولتا۔

”بکرم .....!“ البروفو بخچے میں بولا۔ ”تم ان لوگوں نے واقف نہیں ہو۔۔۔ یہ اس

تلنہیں کہ ان کے ساتھ کوئی شریانہ برداشت کیا جا سکے۔“

”تم نے آگ کیوں جلوائی ہے۔“ انور نے کہا۔

”ایک خاص الحاضر نجی جو صرف اپنے اپنے قسم کے مردیوں کے لئے ہے۔“ البروفو کا

مالا۔

”رُخی نے کراہ کر کر کوٹ بدی اور یہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ آہستہ آہستہ ہوش

مل آ رہا تھا۔

اس کا منہ ڈال ونسٹ کے ساتھی کی طرف ھا اور آنکھیں ھٹھے عین سب سے پہلے

الرُخی کی پر پڑی۔

”ؤی ساٹ .....!“ اس نے آہستہ سے کہا اور گز برا کر اٹھ بھٹا۔

سے آدمی کی آنکھوں سے نفرت جھانکنے لگی۔

”خوبیں اسیں کیا کہ میں اسے کہا۔“

بر جان کی نظریں البروفو کے چہرے پر پڑیں اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”لماں .....!“

نے اس کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔

”چپ رہو خرگوش کے بچ۔“ اس نے دوسرا چھپر رسید کرتے ہوئے کہا۔

”کوئلے دیکھ گئے۔“ البروفون نے اس سے پوچھا۔ اس نے سرہاد دیا۔

”ایک لوہے کی سلاخ آشداں میں ڈال کر لاؤ۔“ البروفون نے کہا اور وہ باہر چلا گیا۔

ستون سے بندھا ہوا آدمی کا چینے لگا۔

”تو کیا۔ تم۔!“ ذیگار یکا ہکلایا۔

”ہاں میں اس کی جربی نکالوں گا لیکن اگر یہ ہمیں رومولی کا پتہ بتا دے گا تو ہم ابے چھوڑ دیں گے۔“

”ہرگز نہیں۔“ ہرگز نہیں۔ ستون سے بندھا ہوا آدمی خوفزدہ آواز میں چھپا۔

البروفو کچھ کہنے کی جا رہا تھا کہ اس کا ساتھی گھبراۓ ہوئے انداز میں داخل ہوا۔

”کیا ہے۔؟“ البروفون نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”پولیس۔ محاصرہ کیا جا رہا ہے۔“

”کھڑ۔!“

”سامنے کی جہاڑیوں میں کچھ آدمی دھائی دیے ہیں۔“

”اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔!“ البروفون نے کہا اور ڈان و سنت کے ساتھی کی کنٹی پر ایک زور دار

گھوسنے رسید کر دیا۔ اس کی گردان ایک طرف جھول گئی وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ البروفو اور اس کے

ساتھی نے جلدی جلدی اسے ستون سے کھوکھ کر لگ کیا۔ انور تحریر انداز میں ان کی یہ ساری

کاروائیاں دیکھ رہا تھا اور خود ابھن میں چھپا تھا کہ اس کا کیا روایہ ہونا چاہئے۔

”تم ادھر آؤ۔۔۔!“ البروفون نے اسے ستون کے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

”کیوں۔؟۔“

”جلدی کرو۔۔۔ ورنہ تم بھی مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔“ تھماری موڑ سائیکل اس قابل نہیں

ہے کہم اسے کہیں لے جاسکو۔ اگر وہ پولیس کے ہاتھ لگ گئی تو سارا کام بگز جائے گا۔“

البروفو کے ساتھی نے اسے دھکیل کر ستون کے قریب کر دیا اور پھر دنوں مل کر اسے

”لیئے رہو۔“ البروفو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم مری طرح رخی ہو گئے ہو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔“

”مگر۔ مگر۔!“  
”تمہیں ڈان و سنت کے ساتھیوں نے رخی کر دی۔ رومولی کو اپنے ساتھ لے گئے اور ان تمہیں بیہان اٹھا لایا۔“

”رومولی کو لے گئے۔“ وہ تنظیر بانہ انداز میں بولا۔ ”بہت بُدھا وہ بہت بُدھا ہو۔“

”لیکن تم اسے کہاں لے جا رہے تھے۔“ انور گرج کر بولا۔

”سی نور۔۔۔!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”محبے امید ہے کہ تم اب بھی ایک اچھے دوست نہ ہو گے۔“

انور تحریر انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”ڈی گاریکا۔“ البروفون نے آہستہ سے کہا۔ ”تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔“

”اوہ تم اسی رنام بھی جانتے ہو۔“ وہ تحریر انداز میں البروفو کی طرف مڑا۔

”ڈان و سنت کے دشمنوں کو مجھے بے زیادہ کون جانے گا۔“ البروفو مسکرا کر بولا۔

”میں نے ششیر زنی کے مقابلے میں تمہارے کمالات دیکھے تھے۔“

”خیر یہ بعد کی باتیں ہیں۔“ البروفو سکار سکا تباہ ہوا بولا۔ ”ہمیں سب سے پہلے رومولی کا پتہ لگانا ہے۔“

”لیکن کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تم رومولی میں کیوں ڈیکھ لے رہے ہو۔“ ڈا

گاریکا نے تحریر لجھے میں پوچھا۔

”یہ کوئی خاص بات نہیں۔ مجھے ہر اس حقیقی سے ہمدردی ہے جس سے ڈان و سنت دشنا رکھتا ہے۔“

”لیکن تم رومولی کی گرد کوئی نہیں پا سکتے۔“ ستون سے بندھے ہوئے آدمی نے بھرپولی

ہوئی آواز میں کہا۔

البروفو کا ساتھی اسی کے قریب کڑا تھا۔ اس کے منہ سے دوسرا جملہ تھا۔ سے پہلے عالی

## دوسری لاش

دو کاشیل اسے اٹھانے کے لئے بڑھے ہی تھے کہ اس نے کراہ کر کروٹ بدی۔ جگدش اسے آوازیں دینے لگا۔

دفعاً وہ یوکلا کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں مل مل کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”ارے....!“ وہ اٹھ کر کپڑے ہماڑتا ہوا بولا۔ ”مگر میری....!“

”تم یہاں کہاں....؟“ جگدش آگے بڑھ کر بولا۔

”تم نے میری موڑ سائکل دیکھی ہے؟“ انور نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں.... میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم یہاں کیسے پہنچے۔“

”ایک لمبی داستان ہے....“ انور نے ادھر اُحدہ دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم نے انہیں گرفتار کر لیا ہیں۔“

”نہیں وہ کھل گئے۔“

”بہت بڑا ہوا..... بہت بڑا ہوا۔“ انور مضطربانہ انداز میں بڑیڑا یا۔

”تم یہاں کس طرح پہنچے۔“ جگدش نے پھر سوال دہرا�ا۔

”تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ البرو اور اس کے ساتھی برشیدہ کو پکڑ کر لے گئے۔“ انور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے محضوں کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ ڈان فسٹ کے ساتھیوں میں سے بھی ایک موجود ہے۔

”اس کے ساتھی....؟“ جگدش نے تھیر آمیز انداز میں دہرا�ا۔ ”تو کیا وہ کئی ہیں۔“

”میرا تو یہی خیال ہے کیونکہ میں نے یہاں تین آدمیوں کو دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک رُخی تھا۔“

”تو کیا تمہیں بھی وہ لوگ پکڑ لائے تھے۔“

”نہیں۔“ انور نے کہا اور پورا واقعہ دہرانے کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں

باز رہنے لگے۔  
اس سے قارع ہو کر البرو نے بیٹے ہوئے میکینیکن کو پیچے پڑال دیا اور وہ دو ٹوٹن ڈیگری کی  
سیست دوسری طرف سے تاہر کھل گئے۔ اپنے پاٹ نے اسے عرصہ ہی تھا اور زدنے کے لیے اس کا مل جاتا  
اور اُسی عجیب حالت ہی۔ اس وقت نے تو اسے عرصہ ہی تھا اور زدنے کے لیے اس کا مل جاتا  
کہ وہ تھہبہ مار کر بہنس پڑے اور کبھی ہدیان بننے کو دل چاہتا تھا۔ بیوی آنے البر و فوٹھے اصل کی عقل  
خط کردی تھی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اپنی پوزیشن کا احساس ہوتے تھے۔ اکابر و فوادیقی رشیدہ  
کا دوست تھا تو اس وقت اس نے اسے سوون سے بازہ کر لایا۔ مگر انہیں ٹھہر کا بیوٹ لایا تھا اگر“

ایسا نہ کرنا تو پولیس اس کے پیچے پڑا تھا اور یہ تو ظاہر ہی تھا کہ وہ موڑ سائکل دہاں سے نہیں لے  
جاتا تھا۔ اسی صورت میں پولیس یقیناً اسے عکس لے رہا تھا۔ پولیس وقت دو میں فائر ہوئے اور گولیاں  
دیوا کے باہری حصے سے کھڑا ہیں۔ اور یہ اکمل حصہ بندگی کے اچانکم وحیا چھوڑ دیتی ہے۔  
تمہوری دیر بعد بہت سے قدموں میں آوازیں شایدی دیں۔ ”جیسا... جیسا... جیسا... جیسا...“

”ارے....!“ جگدش کی حرمت زدہ آواز انور سے پہنچا۔ ”یہ تو اور ہے یہاں“  
پھر کسی نے اس کا سر ہلا�ا۔ انور نے اپنی گردن ایک طرف ڈھلاکا دی۔  
”ے ہوش ہے۔“ کسی نے کہا۔ ”کیا نے کھلایا تھا۔ آہمیت دیا یا الہام دکھا۔“

”میں وہ ہماں کھلائے ہوئے تھے۔“ شمعیں انہیں ڈال دیا تھا۔ ”ہوش بنا رہا تھا۔“  
”پچھے چلو... چلو... چلو...“ کسی نے کہا۔ ”میں نے میکینیکن کو رُخی کیا تھا۔“  
”کہا تھا۔“ اور کوکول کو رُخی میں پڑا۔ دیوانہ میں سورجی بیٹے ہوئے بنا رہا۔ ”ہوش بنا رہا تھا۔“  
”سے جانے کیست کہ لذہر کھل گئے۔“ جلد ایسی آواز اُڑتی۔ ”اچھا اسے اٹھا کر لے جاؤ۔“  
انور نے سوچا شاید انہوں نے اس کی موڑ سائکل نہیں دیکھی۔ اُنہوں نے اسے دیکھا۔ ”میں آجائا  
جا گئے۔ ورنہ موڑ سائکل نہیں رہ جائے گی۔“

”لیکن میراں نے اس کا کہا ہے۔“ بکری کے ڈبو کر کر رہتے تھے۔ ”تھے... تھے...“  
”لے کر بچوں کا لامہ تھا۔“ سلسلہ کے بیٹے تھے۔ ”لے کر بچوں کا لامہ تھا۔“  
”جاتا تھا، جاتا تھا۔“ بکری کے بیٹے تھے۔ ”جاتا تھا، جاتا تھا۔“

”ضرور بھی بات ہے۔“ جلدیں پچھہ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن پھر سوال یہ بیجا ہوتا ہے کہ البروفو کے ساتھی کو حملہ آور سے لڑتے چھوڑ کر نکل جانا گا لیکن تھوڑی ہی دور گیا ہوں گا کہ کسی نے فائز کرنے کے موڑ سائیکل کا چھلاپہیزے بے کار کر دیا اور جب وہ قریب آیا تو میں نے اسے مچھانا۔ وہ البروفو تھا۔ میں نے جلا کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد کے واقعات مجھے یاد نہیں۔

”ممکن ہے کہ وہ مجھے اپنی غیر معمولی قوتوں سے سر گوب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔“

جلدیں خاموش ہو گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر چک متجسس نظر وہ سے کمرے کا جائزہ لیتا رہا پھر اپنے ہونٹ تک اس طرح سکوڑ لئے جیسے پچھہ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ اور اس لکڑی

”قرب و جوار کی جھونپڑیاں اجازت دو۔“ وہ کاشیلوں کی طرف مرکر بولا۔ اور اس لکڑی کے مکان کو چور چور کر دو۔“

”مگر اس سے فائدہ۔“ اور نے حریت کا انعام کرتے ہوئے کہا۔

جلدیں نے اُنکی طرف اس طرح دیکھا جیسے اس بات کا جواب دینا بکرشان سمجھتا ہو۔

اور نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ابھی اسے پولیس ہی کی لاری پر واپس جانا تھا۔ موڑ سائیکل تو بیکار ہی ہو چکی تھی۔

جھونپڑیاں اجازی جانے لگیں خذہ لوگ باہر نکل آئے تھے اور اب لکڑی کا مکان بھی توڑا جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ویران بستی اور زیادہ دیران ہو گئی۔

وہاں سے واپسی پر راستے میں جلدیں نے انور کو پھر چھیڑا۔

”رشیدہ کون ہے۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”تم جھوٹے ہو۔“ جلدیں بگڑ کر بولا۔ ”تمہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ اس کا البروفو سے کیا تعلق ہے۔“

”اگر میں بھی جانتا ہو تو تم مجھے اس حالت میں نہ دیکھتے۔“

”میں تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔“ جلدیں من سکوڑ کر بولا۔

”میں نے تمہیں اس پر مجبور تو نہیں کیا۔“ انور نے شراحت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”میں تمہیں بند کر دوں گا۔“

”یہ بھی کر کے دیکھ لو۔“ انور بخیگی سے بولا۔

البروفو کے ساتھی کو حملہ آور سے لڑتے چھوڑ کر نکل جانا گا لیکن تھوڑی ہی دور گیا ہوں گا کہ کسی نے فائز کرنے کے موڑ سائیکل کا چھلاپہیزے بے کار کر دیا اور جب وہ قریب آیا تو میں نے اسے مچھانا۔ وہ البروفو تھا۔ میں نے جلا کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد کے واقعات مجھے یاد نہیں۔

”ڈان ونسٹ کے ساتھیوں میں نے کوئی دکھائی نہیں دیا۔“ جلدیں نے پچھہ سوچتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں.....!“ انور نے کہا۔ ”مجھے اپنی موڑ سائیکل خلاش کرنی چاہئے۔“

”موڑ سائیکل خلاش کرو۔“ جلدیں نے دو سپاہوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”لیکن تم یہاں کس طرح پہنچے۔“ انور نے جلدیں کی طرف سکریٹ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

جلدیں نے ایک سکریٹ نکال کر سلائی اور منتظر انداز میں چھٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

”مجھے اس نے اطلاع دی تھی کہ۔“ جلدیں نے ڈان ونسٹ کے ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”اُن کا بیان ہے کہ البروفو اور اس کا ساتھی کسی لڑکی کو زبردست اٹھانے جا رہے تھے۔“

اس نے اور اس کے ساتھی نے ان کا عاقب کیا پھر یہ اپنے ساتھی کو یہاں چھوڑ کر ہمیں اطلاع دینے کے لئے باہر چلا گیا۔ بہر حال تو وہ لڑکی تمہاری دوست رشیدہ تھی۔ مگر تمہارے نیان سے تو

یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس اجنبی کے ساتھ اپنی خوشی سے گئی تھی۔“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اجنبی البروفو کا ساتھی تھا۔“ انور نے کہا۔

”مذکور ہوں تو اس بات کا ہے کہ آصف سے پچھہ نہ ہو سکا۔“ جلدیں بولا۔

”آصف.....!“ انور تحریر آمیز لمحے میں بولا۔ ”بے چارہ آصف کیا کر سکتا تھا۔“

جلدیں کچھ کہنے ہی جارہا تھا کہ دونوں کاشیلوں نے واپس آ کر موڑ سائیکل مل جانے کی اطلاع دی۔

”آخر البروفو کا رشیدہ سے کیا تھا۔“ جلدیں نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”میں کئی گھنٹے سے ہی گئی سلیمانی کی کوشش کر رہا ہو۔“

”وہ اس کے پیچھے تو نہیں لگ گئی تھی۔“ جلدیں نے پوچھا۔

”ممکن ہے لیکن اس نے مجھے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔“

”میں جو کہتا ہوں کر گزرتا ہوں۔“  
”مجھے اس کا حال بھی خوب معلوم ہے۔ دعا میں دفریدی صاحب کو جن کی بذولت کو قتل  
انچارج بننے ہو۔“

”کیا مطلب...!“  
”یہ کہانی بہت جلد اخبارات میں آنے والی ہے۔“  
”مجھ پر تمہاری دھمکی کاگز نہیں ہوتی۔“ جگد لش جلا کر بولا۔

”کسی کو دھمکی دینا شریفون کا کام نہیں۔“ اور نے مخصوصاً انداز میں کہا۔ ”میں تو صرف  
وہ حقائق پیلک کے سامنے لاوں گا جس کی بناء پر تم نے ترقی کی ہے۔“

”میں فریدی صاحب کے خیال سے جسمیں چھوڑ دیتا ہوں۔ ورنہ تم ابک سڑکے ہوئے تے۔“  
”میری استدعا ہے کہ تم فریدی صاحب کا خیال کرنا چھوڑ دو۔“ اور نے ملجنے انداز میں  
کہا اور جگد لش دانت پینے لگا۔

تحویل دیر تک خاموشی رعنی۔ اسی طرح میں اپنے بیٹے کا بھائی کا چلان پڑے گا۔  
”جسمیں میرے ساتھ کو قتوالی چلان پڑے گا۔“ یہی میں اپنے بیٹے کا بھائی کا چلان پڑے گا۔  
”وہ تو میں خود میں چلوں گا۔“ اور نے کہا۔ ”کیا تم البروف کے خلاف میری روپورث نکھو  
گے۔“

”اسی لئے چلوں گا۔“  
پھر خاموشی چھاگئی۔ لاری کے بھن کی آواز سنائے میں دور دور تک پھیل رہی تھی۔ اور  
سگریٹ سلاک کر خیالات میں ڈوب گیا۔ رشیدہ اسے نہی طرح یاد آ رہی تھی۔ ابھی سک وہ اسی  
سے لاپرواہی بر تا آیا تھا مگر اب اسے ایسا محسوس ہوا رہا تھا جیسے وہ رشیدہ کے بغیر زندگی نہیں گوار  
سکا۔ آخر ڈان نسٹ کے آدمیوں سے اس کا کیا تعلق؟ کیا واقعی رشیدہ کی ذات تے کوئی گمرا  
راز وابستہ ہے لیکن ان غیر ملکیوں سے اس کا کیا تعلق؟ اچانک اور چوک پڑا۔ ایک خیال جیزی  
سے اس کے ذہن میں ابھر اتھا۔ اس نے جگد لش کی طرف دیکھا جو باہر پھیلی ہوئی تاریکی میں  
گھور رہا تھا۔

”ڈان نسٹ کے ساتھی نے البروف کو کس وقت دیکھا تھا۔“ اور نے جگد لش سے پوچھا۔  
”سائز ہے فوبیکے۔“  
”اور اس کے ساتھ رشیدہ بھی تھی۔“  
”ہاں۔ لیکن میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ رشیدہ ہی تھی۔ اس نے تو صرف ایک لڑکی کا  
ذکر کیا تھا۔“  
”بہر حال اس کا یہ بیان حد درجہ دلچسپ ہے جبکہ البروف سائز ہے فوبی سے سواد سے بچے  
کم میرے کمرے میں رہا۔“  
”معلوم ہوتا ہے کہ تم البروف سے مل گئے ہو۔“ جگد لش اتنے گھوڑ کر بولا۔  
”تو پھر آصف بھی مل گیا ہو گا۔“ اور نے لاپرواہی سے کہا۔  
”کیا مطلب...؟“  
”مطلوب یہ کہ میرے اس بیان کی تصدیق آصف نے بھی کی جا سکتی ہے۔“  
جگد لش اسے پھر گھوڑنے لگا۔  
”اگر یہی گھج ہے تو ڈان نسٹ کے ساتھی کو کیا سمجھا جائے۔“  
”بندل...!“ اور نے سمجھی گئی اسے کہا اور سگریٹ سلاک نے لگا۔  
”میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔“ جگد لش پکھ سوچتا ہوا بولتا۔ ”ایک عرصے سے  
یہ دیکھا جا رہا ہے کہ شہر میں ہونے والی بڑی تارداں میں تمہاری شخصیت کہیں نہ کہیں ضرور ابھی  
ہے۔“  
”یہی تم لوگوں کی خوش قسمتی ہے۔“ اور نے کہا اور دھرمی طرف دیکھنے لگا۔  
جگد لش نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دل  
غادل میں یقین دناب کھا رہا ہے۔  
تحویل دیر بعد وہ کو قتوالی بھیج گئے۔ جگد لش نے اور کا بیان قلمبند کرنے کے بعد اسے  
جانے کی اجازت دے دی۔ اور نے موڑ سائیکل وہیں کو قتوالی میں چھوڑ دی اور ایک ٹیکسی کر کے  
کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے شدت سے بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن اس وقت شاید ہی کوئی ہوٹل

کھلا ہو کیونکہ دونج رہے تھے۔  
گھر پہنچ کر اس نے اسٹوپ جلایا اور ہوٹل سے آئی ہوئی ٹھنڈی چائے کو دوبارہ گرم کرن لگا۔

اس وقت تجھے اس کی حالت بالکل پاگلوں میں ہو رہی تھی۔ ذہن بڑی طرح الجھا، تھا۔ میکے بعد دیگرے بے شمار سوالات ذہن کے تاریک گوشوں سے ابھرتے اور پھر ڈوبت جائے اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے آہستہ آہستہ سونپنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوتی جا رہی ہوں کیا، اب رسیدہ کو کہی تر پا سکے گا۔

پر درپے چائے کے دو تین کپ خالی کرنے کے بعد وہ پیلگ پر گر گیا۔  
دوسرے دن صبح آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے اسے اپنی رات کی حادثت کا احساس ہو رہا۔ اس نے رات کو تو اسی سے گھر واپس آنے کی بجائے ڈان ونسٹ کے ساتھی کا تعاقب کیوں نہ کیا جو پولیس والوں کے ساتھ تھا۔ البروفو کی تحریر کن خرکشی خواہ کتنی بھی پر اسراز کیوں نہ رہی ہوں۔ لیکن رسیدہ کے محاٹے میں اس کا بیان کچھ نہ کچھ سچائی ضرور رکھتا تھا انور سونپنے لگا کہ اگر ذیگار یا البروفو کا گرگا تھا تو اس نے ہوش میں آنے کے بعد البروفو کی موجودگی پر حیرت ظاہر کیوں کی تھی۔ اس کا وہ انداز استحباب قطعی مصنوعی نہیں تھا۔

انور بے اختیار اٹھ بیٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کپڑے پہنے اور اس ہبہتال کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ڈان ونسٹ آجھف کے بیان کے مطابق زندگی کی آخری گھریاں گزار رہا تھا۔ کو تو اسی راستے میں ہی پڑتی تھی۔ اس نے سوچا کر لگے ہاتھ موڑ سائکل بھی لیتا چلے۔ وہ کو تو اسی کے چالک کے قریب پہنچا ہوا تھا کہ ایک سپاہی نے اس کا راستہ روک لیا۔

”کس سے ملنا چاہتے ہو؟“ سپاہی نے پوچھا۔ اور

”میں اخبار کار پورٹر ہوں۔“

”اندر جانے کا آرڈر نہیں۔“

”کب سے؟“

”آج سے ابھی سے۔“

”لیکن میں اخبار کار پورٹر ہوں۔“ انور نے احتجاجا کیا۔  
یہ بحث ہوئی رہی تھی کہ اندر آجھف دکھائی دیا اور انور کو دیکھتے ہی اس نے اسے آنے کا اشارہ کیا اور سپاہی ایک طرف ہٹ گیا۔

آصف کچھ پریشان سانظر آرہا تھا۔

”آج پھرے والے روک کیوں رہے ہیں؟“ انور نے اس سے پوچھا۔

”جگد لیش کی جھک ہے ورنہ اس نے کیا ہوتا ہے۔“ آصف نے کہا۔

”آخربات کیا ہے؟“

”کوئی نیتی پات نہیں۔“ آصف من بنا کر بولا۔ ”یہاں کا قدیم برداج ہے کہ یہاں ایک قتل۔“  
ہوالشوں کی بارش ہو جاتی ہے، کیوں؟“

”آج صحیح ڈی سالٹ کی لاش میں ہے۔“

”ڈی سالٹ.....!“ انور چونکہ کر بولا۔ اس نے سیلم کہیں سن تھا۔ ”ڈی سالٹ۔“ اس نے ایک بار پھر دہراتا۔

”ہاں وہ ڈان ونسٹ کے ساتھیوں میں سے تھا۔“ آصف نے کہا۔  
انور کو یاد آ گیا۔ ذیگاریکا نے اسے ڈی سالٹ تھی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ تو کیا البروفو نے اسے قتل کر دیا۔

”اور اس کی موت بھی اسی زبرٹی سوتی کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔“ آصف سگھت لکھتا ہوا بولا۔

”تو اس کا مطلب ہوا کہ پہلی لاش بھی ڈان ونسٹ ہی کے ساتھی کی تھی۔“ انور نے کہا۔  
”ووسری دچپ بات یہ ہے کہ ڈان ونسٹ اپنے بقیہ ساتھیوں سمیت کہیں عابض ہو گیا۔“

”اُرے.....!“ انور کی لمحہ میں تحریر تھا۔ ”گرتم تو کھر رہے تھے کہ وہ نقل و حرکت بھی نہیں کر سکتا۔“

”اُس کی ظاہری حالت تو اسی ہی تھی اور ڈاکٹروں کا بھی سیلی خیال تھا کہ وہ ایک ماہ سے قتل نہیں اٹھ رکھے گا۔“

”تو ڈاکٹروں نے اسے جانے کیوں دیا۔“  
”تیڈا ڈاکٹروں کو اس کی روایگی کا علم ہی نہیں۔ لیے بات تو لاش ملنے کے بعد معلوم ہوئی۔ ڈاں  
ونصف پر ایک بیٹہ وارڈ میں تھا اور اس کے ساتھی بھی وہیں مقیم تھے۔ لاش ملنے کے بعد جلدی شیش  
نے ہسپتال فون کیا تب یہ بات معلوم ہوئی۔“

افور کا فام غم پھکرانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ البروفون نے ڈی سائک تول کیا تھا تو ڈاں  
ونصف وغیرہ کیوں غائب ہو گئے۔

”کیا سوچ رہے ہو،“ آصف نے کہا۔ ”ہاں رشیدہ کا کیا ہوا۔“  
”ہاں ہے؟“ سمجھنیں۔ سمجھنیں۔ افور بے عینی سے بولا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آہنا ہے کہ کیا  
کروں؟“

”اڑے یہ تم بول رہے ہو،“ آصف نے حیرت نے کہا۔ ”میں نے اش سے قتل حسمیں اتنا  
دپریشان نہیں دیکھا۔“

”میری ساری صلاحیتیں جواب دے گی ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے بیسے اب رشیدہ  
مجھے سمجھ نہ ملے۔ میں ابھی تک خود کو فریب دیتا رہا ہوں۔ میں اسکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔“

آصف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اسے اور دستے ایسے الفاظ کی توقع نہیں تھی۔ وہ  
تو اسے بالکل جانور اور عورت کے معاملے میں پھر کی طرح بے جان بھجتا تھا۔

افور وہاں زیادہ دیر یک نہیں رکا۔ اس نے اپنی جوڑ سائکل انھی اور اسے گھستا ہوا قریب  
ہی کے ایک کار خانے تک لایا۔ وہاں اسے مرمت کے لئے چھوڑ کر ایک طرف چل پڑا۔ اس کی

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کہاں جائے؟ آگے چل کر ایک پیلک ٹیلی فون پونٹ کے قریب  
پھر رکا۔ آج وہ آفس نہیں جانا چاہتا تھا اور جا کر کرتا بھی کیا۔ جب کردامغ فریب قریب بے کار  
ہو کر رہ گیا تھا۔

”اس نے میر کو فون کر دیا کہ وہ آج دفتر نہ آ سکے گا۔“  
”لیکن..... پھر..... اب کہاں جائے اور کیا کرنے؟ اب تو اے اپی بے بی پر غصہ آئے  
لگا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ڈاں و نصف کو کٹا شکرے یا البروفون کو اور ڈی سائک کا

بروفون کے ساتھ تھا۔ ممکن ہے وہ اب بھی اسی کے ساتھ ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ خود کو منعکلہ خیز لگئے  
گا۔ نہ پاتھ پر اس طرح گم سم کھڑے رہنا کوئی اچھی علامت نہ تھی۔ وہ گزیدا کر پاس کے ایک  
ریسٹوران میں گھس گیا۔ ابھی وہ دروازے میں ہی تھا کہ ایک آدمی اسے دھکا دیتا ہوا تیزی سے  
اپر داخل ہوا۔ اور تکی ٹکاہیں اس کا تعاقب کر لیے گئیں اور یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوئی کہ وہاں  
بینی کی بجائے وہ دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ اور اسکی صورت  
بھی نہ دیکھ سکا۔ وہ اس دروازے کی طرف بڑھا لیکن باہر فٹ پاتھ پر چلنے والوں میں وہ بھیں نہیں  
رکھا تی اور پھر انور کو اپنی تھافت پر نہیں آئے گی۔ رہا ہو گا کونی۔ سی غلط فہمی کی بناء پر ہاں چلا  
آیا ہو گا اور پھر اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی دوسرے دروازے سے نکل گیا۔  
انور ایک خالی میز کے قریب بیٹھ گیا۔ پچھل کھانے کو دل تیلی چاہ رہا تھا۔ لیکن چونکہ آپ کا تھا  
اس نے پچھل کچھ مٹکانا ہی پڑا۔ چائے اور پیسٹریوں کا آؤڈر دستے کہ اس نے سگنیٹ کاٹے  
کے لئے جیب میں آتھہ دالا ہی تھا کہ کوئی سخت سا کاغذ اس کی الگیوں میں نہ کریا۔ یہ ایک بند  
لاد تھا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔“

لیکن وہ اس کی جیب میں کیسے بیٹھا؟ تو میکا اس آدمی نے اسی لئے اسے دھکا دیا تھا۔ انور  
نے لفاف چاک کیا۔ اس میں اسی کے نام ایک ناپ کیا ہوا تھا۔

انور خط لٹھنے سی رسلر کروڑ کی عمارت آشیانہ میں بھیجا جاو۔ دتمہیں اسی بار فون پر بلاسٹ  
کی کوش کی گئی لیکن جواب نہ لات۔ غالباً تم بھجو گئے ہو گئے کہ میں کوئی ہوں۔ مجھے تم پر اعتماد ہے  
کہ تم اپنے ساتھ پولیس نہیں لاوے گے۔

خط پڑھ کر انور نے لفاف جیب میں رکھ لیا اور پھر اصر اور دیکھنے لگا۔ بیرہ چائے رکھ کر چلا  
گیا۔ اس نے جلدی جلدی دو ایک پیسٹریاں کھائیں اور چائے اٹھیں کر بڑے بڑے گھوٹ لیئے  
گا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ خط کس کا ہو سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مل ادا کر کے باہر آیا۔ ایک  
لیکن کی اور سرکلر روزڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔

## نماقابل یقین

سرکلر روڈ پر بہت زیادہ عمارتیں نہیں تھیں اس لئے "آشیان" و حوتھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ یہ ایک طویل و عریض عمارت تھی۔ سارے ایک پائیں باعث تھا لیکن ابتو حالت میں شاید اس کی دیکھ بھال نہیں کی جاتی تھی۔

انور چھانک سے گزرتا ہوا پائیں باعث تھے کہ رامے میں آیا۔ یہاں سننا تھا اس کی نظر دیوار میں لگے ہوئے سوچ بورڈ پر پڑی جس پر گھنٹی کا بیٹھ موجود تھا اس نے کمی بار تھوڑے تھوڑے و قلے کے ساتھ میں دیا مگر جواب ندارد۔ اس نے دو منٹ تک تو قل کیا پھر واپس لوٹنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ سوچنے لگا ہوا کہ یہ سب کچھ اسے پھنسانے کے لئے کیا گیا ہو۔ وہ رامے کی سیرھیاں طے کر رہا تھا کہ اسے کمی نے پیچے سے آواز دی۔ انور مڑا۔ دروازے میں بیرون کھڑا تھا۔

"میں اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ تم تھا عی آئے ہو۔" وہ سکرا کر بولا۔ "اے لئے تمہیں انتظار کرنا پڑا۔ اندر آ جاؤ۔" انور چرلیجے اسے گھوڑا پر پھر خاموشی سے اندر چلا گیا۔

وہ متعدد کروں سے گزرتے ہوئے ایک وسیع ہال میں پیچے جہاں ڈی گاریکا اور البروفا ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انور کو دیکھ کر البروفو کے ساتھی نے مخفی خیز انداز میں سربراہی۔ البروفو نے صوفے کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ انور کی نظریں ڈی گاریکا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو بہت زیادہ مضمحل نظر آ رہا تھا۔

ٹھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فتحا البروفو بولا۔ "ڈاں و نسٹ اپنے ساتھیوں سمیت کہیں غائب ہو گیا ہے اور ہم میڈیوز بیکل روولوا۔ سراغ لگانے میں ناکام رہے۔"

انور اسے گھورنے لگا۔

"تم نے ڈی سالٹ کو مارا ڈالا.....!" انور بنے آہستہ سے کہا۔

"نہیں اس نے خود کشی کر لی۔" البروفو بولا۔

"خود کشی.....!"

"ہاں..... اس نے اپنے جسم میں زہر لی سوئی چھوٹی۔ ہم اس سے رومولی کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

"رومولی..... رومولی.....!" انور بھٹاک کر بولا۔ "اس کا نام رومولی نہیں رشیدہ ہے تم اسے خواہ تھواہ کوئی غیر ملکی نام کیوں دے رہے ہو۔"

"اس کا قومی اور نامی نام رومولی ہی ہے۔" البروفو مسکرا کر بولا۔

"تم اس سے متعلق بھجھے ہے زیادہ نہیں جانتے۔" انور جھلا کر بولا۔ "نہ جانے تم لوگوں نے کس قسم کا جال پھیلا رکھا ہے اور بھجھے بھی یہ تو قوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" البروفو نے ڈی گاریکا سے کہا۔ "یہ دشواری ضرور پیش آئے گی۔" پھر انور کی طرف مڑ کر بولا۔ "اچھا تم اس کے متعلق کیا جانتے ہو۔ چلو میں کہتا ہوں اس کا نام رشیدہ ہی ہے۔ کہہ وہ کون ہے کس کی بیٹھی ہے کس سرزمن سے متعلق رکھتی ہے۔ اگر تم یہ سب جانتے ہو تو مجھے بتاؤ۔"

انور کے عندر سے ایک لفڑی بھی نیکل سکا۔ وہ خاموشی سے البروفو کی صورت دیکھ رہا تھا۔ "تم اس کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔" البروفو پس کر بولا۔ "اور نہ وہ تمہارے متعلق کچھ جانتی ہے لیکن میں تم دلوں کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں۔"

"ہونہہ.....!" انور طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا۔ "اچھا تو سو ماں نواب وجہات علی خال کے لڑکے ہو۔"

"سنو گے۔" البروفو نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا تو سو ماں نواب وجہات علی خال کے لڑکے ہو۔" انور بے اختیار اچھل پڑا۔ وہ آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر البروفو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے چھاپا بہت علی خال نے تمہیں اپنے بھائی کی ناجائز اولاد ثابت کرائے ان کے ترکے سے محروم کر دیا۔ حالانکہ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ تمہاری میاں ان کی بیوی تھی۔"

"تم کیسے جانتے ہو۔" انور مضطرب باہت انداز میں کھڑا ہو گیا۔ "بیٹھ جاؤ..... بیٹھ جاؤ۔" البروفو باتھا کر بولا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں یہ بھی

”البروفٹھیک کہہ رہا تھا۔“ انور کا سر پکارنے لگا اور پھر دھڑا سے یاد آگیا کہ رشیدہ اپنے سی راز کو چھپانے کے لئے دارا ب کے قتل پر کہربہت ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ کوئی معمولی واقعہ نہ رہا ہو گا لیکن اگرچہ مجھ وہ کسی ملک کی شہزادی تھی تو ایک معمولی سورت کی طرح کیوں زندگی بزرگری تھی اور پھر سب سے حرمت انگیز بات یہ تھی کہ وہ سو فیصدی ہندوستانی معلوم ہوتی تھی۔

”بلا وہ کسی غیر ملک کی شہزادی کیسے ہو سکتی ہے۔“

”کیا سوچتے ہوئے۔“ البروفٹھیک خاموش دیکھ کر بولا۔

”میں کچھ نہیں بحث سکتا۔ میرا دماغ بے کار ہوتا چاہتا ہے۔“ انور نے اکٹا ہوئے لجے میں کہا۔

”سب کچھ بحث سکتے ہو بشرطیکہ دوسروں پر اعتماد کرنا یکھو۔“

انور پر بی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”تمہیں شخص اس لئے حرمت ہے کہ تم اس جزیرے کے عجیب و غریب رسم و رواج سے وافق نہیں ہو۔“ البروفٹھیک نے کہا۔ ”دہان کے ہائج اور جنت کا حقدار بھیں ہی سے دہان سے ہٹا کر کسی دوسرا ملک میں رکھا جاتا ہے اور سن بلوغ کے پہنچنے پر پھر وہیں واپس چلا جاتا ہے اور حکمران کے ہمراں کے بعد عہدمند حکومت خود سنبھالتا ہے۔ اگر حکمران ولی عہد کی کسی سی میں رجاءے تو اس کا قریبی عزیز اس کے باریخ ہونے تک امور سلطنت انجام دیتا ہے اور رومنی یا رشیدہ اپنے باپ کی بھی اولاد ہونے کی وجہت سے جنت کی حقداری اس لئے اسے جزیرے سے ناہار دیا گی۔ اسی دوران میں اس کا باپ خادع کا شکار ہو گرگیا۔ لہذا رشیدہ کا بچا عارضی طور پر دہان حکومت کرنے لگا۔ رشیدہ کو سیکریٹیو میں رکھا گیا تھا۔ ایک دن اچانک اس پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ذی گاریکا اس کا اتنا تین حصہ۔ اسی نے کسی طرح پر کا لیا کہ رشیدہ کا بچا انے ختم کر کے خود بھیشہ پھٹک کے لئے جنت کا مالک بننا چاہتا ہے۔ لہذا اس نے دوراندشی سے کام لے کر یہ خبر مشہور کر دی کہ رشیدہ کو کسی نے مار دالا اور پھر اسے لے کر اور اور اور کی خاک چھانتا رہا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ خیال آیا کہ رشیدہ صرف ہندوستان میں محفوظ رہ سکتی ہے۔ لہذا تم یہ خود سوچ سکتے کہ جس بیچ کی پرورش ہندوستانی ماحول میں ہوئی ہو وہ سو فیصدی ہندوستانی ہی ہوگی۔ ذی

جانتا ہوں کہ تمہاری زندگی کا یہ حداد تھیں غلط راستوں پر نکال لئے گیا۔ تمہاری نظروں میں یہ عظیم کائنات اور اس میں متحرک زندگی محسوس ایک ڈھکو سلا اور بے معنی چیز بن کر رہ گئی۔ مجھم سے ہمدردی ہے۔“

”مجھے تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت نہیں۔“ انور ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”تو پھر اٹھا کر باہر پھیٹک دیا جائے۔“ البروفٹھیک سماحتی نے امتحنے ہوئے کہا۔

”چپ چاپ بیٹھے رہو۔“ البروفٹھیک نے اسے ڈائنا اور وہ پھر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ اب بھی تحریک نہیں نظرؤں سے انور کو دیکھ رہا تھا۔

”اور رشیدہ کے متعلق جسے کے بعد تمہیں اپنے پر یقین نہ آئئے تھے؟“ البروفٹھیک اس کا کروا۔

”لیکن جس طرح میں نے تمہارے متعلق بتایا ہے اسی طرح رشیدہ کے متعلق بھی بتا سکتا ہوں۔“

افوز اسے استقہامیہ نظرؤں سے دیکھ رہا تھا۔ البروفٹھیک نے رُک کر سگریٹ سٹاک کیا اور تن شیلے کے بعد کہا۔

”رشیدہ ایک غیر عروف جزیرے کی شہزادی ہے۔“

انور کو بے اختیار بھی آگئی۔

”اب تم مجھے پریوں نکے دلیں کی کہانی سناؤ گے اور مجھے اپنی تاریخیں اسیں ہیں کی اور پھر کہانی کے خاتمے پر کہہ دینا کہ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔“ انور نے پھر قہقہہ لکایا۔

البروفٹھیک ہونتوں پر خفیف سی سکراہٹ تھی۔

”سی نور، البروفٹھیک بیان صحیح ہے۔“ ذی گاڑی کا آہستہ سے بولا۔

”تم لوگ مجھے یہ وقوف نہیں بنا سکتے۔“ افوز اٹھتا ہوا بولا۔ ”تم یہاں کوئی بہت ہی خوف ناک جرم کرنا چاہتے ہو۔ اس سے پہلے بھی کئی مجرموں نے ہمیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہا ہے۔“

”بیٹھ جاؤ۔“ البروفٹھیک اسے لنجے میں بولا۔

افوز غیر ارادی طور پر بیٹھ گیا۔

”تمہاری حقیقت ہی کیا ہے۔“ البروفٹھیک نے کہا۔ ”اگر میں تمہیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تو کل رات ہی ہٹا دیتا۔ تم میزی نظرؤں میں ایک طفل کتب سے زیادہ نہیں ہو۔“

گاریکا نے اس کی پروردش بالکل ہندوستانی طریقے پر کرائی۔ رشیدہ اپنی اصلاحت سے جمی طرح واقف تھی۔ لہذا افطری طور پر کسی ایک ایسے آدمی کی انسے علاش ہوئی جو اس کی خلافت کر سکے اس کے لئے اس نے تمہیں منتخب کیا۔ ڈی گاریکا رشیدہ کو یہاں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ لیکن اکثر ”اسے دیکھنے کیلئے آتا رہتا تھا۔ اس دوران میں شاید رشیدہ کے بچا کے جاسوسوں کو اس کا علم ہو گیا انہوں نے اسکی اطلاع اس کے بچا کو دی اور اس نے ڈان وندت کو یہاں بھیجا، تاکہ رشیدہ کو پکڑوا سکے۔ اس بار جب ڈی گاریکا اپنے بڑے اور بڑی کے ساتھ ہندوستان آیا تھا ڈان وندت اور اسکے ساتھی پہچھے لگ گئے تم نے اس دن صبح جو لاش دیکھی تھی وہ ڈی گاریکا کے بڑے کے کی تھی ڈان وندت کے ساتھیوں نے اسے قتل کیا تھا۔“ البروفو خاموش ہو گیا۔

انور کی نگاہیں ڈی گاریکا کی طرف اٹھ گئیں جس کی آنکھوں میں دمومی مونے قطرے جھملارہے تھے۔ وہ اٹھ کر کمرے سے چلا گیا۔

”بے چارہ۔“ البروفو نے کہا اور انور کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ ”لیکن ڈی گاریکا یہاں پہنچا کس طرح۔“ انور نے کہا۔ ”اُن کا ریکارڈ کسی سفارتخانے میں نہیں ہے۔“

”وہ باقاعدہ اور جائز طور پر یہاں داخل نہیں ہوا۔“ البروفو نے جواب دیا۔ ”ہم۔“ اور تم۔“ انور نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”تم کس سفارت خانے کے ذریعے سے یہاں آئیے ہو۔ تمہارا بھی کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔“

”ہم لوگوں کو کسی ذریعے کی ضرورت نہیں۔“ البروفو کے ساتھی نے کہا پھر البروفو سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”میں نے ڈی گاریکا کی بڑی کوئیں دیکھا، کیا وہ کافی حسین ہے۔“

”بکومت۔!“ البروفو سے گھورنے لگا۔ ”تو یہ ڈرامہ کب ختم ہو گا۔“ انور نے کہا۔ اس کے بعد میں بے اعتباری تھی۔

”تم شاید ابھی تک اسے مذاق عقی سمجھ رہے ہو۔“ البروفو بولا۔ ”حقیقت سمجھنے کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔“

”آخ تمہیں کس طرح یقین آئے گا۔“

”بھی کسی طرح نہیں۔“ انور نے لاپرواں بتے کہا۔ ”الف لیلے اکی یہ بھی چوری دیستان سنے کے بعد اسے سو فیصدی یقین نہ گیا تھا کہ البروفو اپسے بیوقوف تباہ رہا ہے۔ وہ تو پھرے لگا کہ رشیدہ کا راستا بے سروپا نہیں ہو سکتا۔ یقیناً البروفو اس سے رشیدہ کی آڑ میں کوئی چیز بک جرم کرنا چاہتا ہے۔ البروفو بخوار کے پھرے کا جائزہ لئے رہا تھا وہ فحشا وہ اٹھا اور انور کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔“

”آن تمہیرے ساتھ آئی۔“ ”جسے جسے۔“ ڈان وندت اسی انتہا تک پہنچا۔

”انور پہلے تو پہنچا یا لیکن پھر اس کے ساتھ ہو لیا۔ البروفو سے ایک کمرے میں لایا اور دروازہ بند کر دیا۔“

”لیکن تم نے ابھی کہا تھا کہ تمہیں اس کہانی پر یقین نہیں آیا۔“ وہ مسکرا کر بولا۔“

”اوہ اب بھی نہیں کہتا ہوں۔“ سنا تھا ہوئے۔ ”ایسا بہ نہ کہ پہنچا۔“

”اچھا تو ادھر بیٹھ جاؤ۔“ البروفو نے ایک کمری کی طرف اشارہ کیا۔“

”اکیوں اب کوئی شعبدہ ذکھانے کا راد ہے۔“ انور مسکرا کر بولا۔“

”میں سمجھ لو۔“ البروفو نے لاپرواں سے کہا۔ ”جسما۔“

”البروفو ذوزسی طرف چلا گیا۔ وہ چوری دیکھیں۔ ایک میز پر ادیکھ ہوئے کاغذات اللہ پلٹا

رہا۔ پھر اسے ہاتھ میں ایک اخبار دیا۔ کاغذ کی ریگت بتاری ہی کر دہ بہت پرانا

خبر ہے۔ البروفو نے وہ اخبار انور کے سامنے پھیلا دیا اور ایک تصویر اُنگی زکھ کر انور کی طرف

ریکھنے لگا۔ یہ ایک نئی تی بچی کی تصویر تھی جس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔“

”کسی بے ذریعے اسی معلوم بچی کو قتل کر دیا۔ لاش ایک بیک پارک میں پائی گئی۔ قتل کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔“

”انور تصویر کو بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ اچھل پڑا۔ لیکن شاید اس کا یہ روش البروفو کے لئے غریق تھا۔ وہ انور کی طرف دیکھنے لگا۔“

”یہ تو کچھ بچہ رشیدہ کے بچپن کی تصویر معلوم ہوئی ہے۔“ انور نے کہا۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوں۔“ البروفو کے لمحے میں حرمت تھی۔“ کیا اس کے پاس اس کے بچپن

کا تصویر تھی۔“

”آخ تمہیں کس طرح یقین آئے گا۔“

کے لئے کا قتل میرے سر تھوپ دیا جائے اور اسے اس میں کامیابی بھی ہوئی۔ پولیس نے اسے چھوڑ کر میرا تعاقب کرنا شروع کر دیا اور میں نے بھی دیدہ دانتہ پولیس کو اس کا موقع دیا تھا۔“  
”کیوں.....؟“ انور چوک کر بولا۔

”محض اس لئے کہ ڈاں و سٹ جس مقصد کے لئے ہندوستان آیا تھا اسے آسانی سے پورا کر سکے۔“

”تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”تم سمجھے شاید میں اختلاف یا انی سے کام لے رہا ہوں۔“ البرونو مسکرا کر بولا۔ ”میں یہ ضرور جانتا تھا کہ ڈاں و سٹ ہندوستان جا رہا ہے.....“ البرونو خاموش ہو گیا۔ اس نے محosoں کیا کہ انور اس کی باتوں میں دلچسپی لینے کی وجہ سے دوسرا طرف دیکھ رہا ہے۔ البرونو کے ہونتوں پر ایک پر اسرار مسکرا ہٹ پھیل رہی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے چہرے پر لگی ہوئی گھنی ڈاڑھی الگ کر دی۔ انور ابھی تک دوسرا طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے جہاں سے بات ختم کی تھی وہیں سے پھر شروع کر دی۔ ”میں جانتا تھا کہ ڈاں و سٹ ہندوستان جا رہا تھا لیکن اس کے مقصد سے واقع نہیں تھا۔ یہاں آ کر.....!“

”ابن ختم بھی کرو۔“ انور یک بیک اس کی طرف مڑ کر بولا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے ایک تحریر آمیز چیخ نکلی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”آپ.....!“ انور کا منہ پھیل کر رہا گیا۔ اسے ایسا محosoں ہو رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔ البرونو کی جگہ ایشیا کا جوان سال اور دلیر سراغ رسال اسپکٹر فریدی مسکرا رہا تھا۔

”اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔“ انور آہستہ سے بڑا بڑا۔

”تمہاری بے یقینی سے خدا ہی بچائے۔“ فریدی نے کہا۔

”بھی نہیں..... یہ بات نہیں۔“ انور جلدی سے بولا۔

”خیراب زیادہ بدحواسیاں دکھانے کی ضرورت نہیں۔ ہم آج ہی ڈاں و سٹ کے تعاقب میں روانہ ہو رہے ہیں۔“

”لیکن آخر آپ اس بھیں میں کیوں ہیں۔“ انور مضطربانہ انداز میں بولا۔

”ہاں..... میں نے اسکے لائق میں دیکھی تھی۔ یہ لائق اس کے ہار میں لگا ہوا ہے۔“  
”بہر حال اب تمہیں اس پر یقین ہو جانا چاہئے۔“ البرونو نے کہا۔ ”یہ میکسیکو کے شہر اور بنگاہ دیا کروز کا اخبار ہے۔“

انور نے اخبار اٹھایا اور دیریکٹ دیکھا رہا۔ پھر البرونو کو گھوڑ کر بولا۔  
”مگر اس میں کسی شہزادی کا ذکر نہیں۔ تم کہہ رہے ہے تھے کہ ڈی گاری کا نے اس کے قتل کی خبر مشہور کر دی تھی۔“

اس کی شہرت اس جزیرے میں ہوئی تھی۔ مہذب دنیا تو یہ بھی نہیں جانتی کہ اس جزیرے میں کوئی آبادی بھی ہے۔ دنیا کے دیگر جزیروں میں اس کا بھی شمار ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے نہیں چاہتے کہ مہذب دنیا ان کے وجود سے واقف ہو۔ حالانکہ وہ خود بھی کافی ترقی یافت ہیں اور ترقی یافتہ ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔

”البرونو کیا تم مجھے پچھے سمجھتے ہو۔“ انور سمجھی گی سے بولا۔ ”میں نہیں جانتا کہ تمہارا مقصد کیا ہے لیکن مجھے یہ تو قوف بیان کی کوشش کر رہے ہو۔“

”مجھے اس دشواری کا علم تھا کہ تم یقین نہ کرو گے۔“ البرونو مسکرا کر بولا۔ ”خود مجھے بھی حیرت ہے کہ اس جزیرے کے باشندے ایسی صورت میں اپنا وجود کیوں کر چکا ہے ہوئے ہیں جنکہ وہ دوسرے ممالک سے بھی تعلقات رکھتے ہیں۔“

”جب تمہیں خود اس پر یقین نہیں آتا تو مجھے کیوں یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہو۔“  
انور نے کہا۔ ”میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مجھے اس پر یقین نہیں۔ یقین ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ حیرت بھی۔“

انور خاموش ہو گیا۔ البرونو بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ دھڑکا انور بولا۔  
”ڈاں و سٹ نے پولیس کو بیان دیا تھا کہ تمہاری اس سے انگلینڈ میں لا رائی ہو چکی ہے  
اس لئے تم اس کے جانی دشمن بن گئے ہو۔“

”یہ طبعی غلط ہے۔ اس کا تعاقب میں انگلینڈ ہی سے کر رہا ہوں لیکن یہاں پہنچنے سے تل شاید اسے اس کا علم بھی نہ ہو۔ تم نہیں جانتے اس نے یہ شو شہر محض اس لئے چھوڑا تھا کہ ڈی گاری

”یہ بھیں میں نے سہیں آکر بدلا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں دراصل خاموشی سے کرنا چاہتا تھا۔ اس دن میے پول ہوٹل میں میں نے ہی تم لوگوں کو ایک خط بھجوایا تھا حالانکہ نے غلطی کی تھی اور اسی غلطی کی علاوی کے لئے مجھے رائل کلب والے مقابلہ میں حصہ لینا پڑا۔ پولیس اسے چھوڑ کر میرے پیچھے لگ گئی۔ اگر ڈان ونسٹ کی نقل و حرکت دیکھی جاتی تو وہ کلم کام نہ کر سکتا۔ کل رات کو بھی عجیب اتفاق ہیش آیا تھا۔ ڈی گاریکا سے میں کل رات ہی واپس ہوا۔ ڈان ونسٹ کے ساتھی اس کا تعاقب کر رہے تھے اور میں ان کے تعاقب میں تھا اور پھر مجھے معلوم ہوا کہ انہیں جس لڑکی کی تلاش تھی وہ رشیدہ تھی۔ لہذا اس صورت میں مجھے خاص طور پر لچکی لئی پڑی۔“

”پولیس والے آپ کی تلاش میں بُری طرح سرگرد ایں ہیں۔“

”ان لوگوں کو یہ تو فہمانتا مشکل نہیں۔“ فریدی نے کہا اور بجا ہوا سگار سلاگ نے لگا۔

”اچھا تو دوسرا صاحب میاں حمید ہیں۔“

”ظاہر ہے۔“

”رشیدہ کے متعلق آپ کو یہ ساری باتیں ڈی گاریکا سے معلوم ہوئیں۔“

”ہاں..... کل رات کو اس نے مجھے سارا واقعہ بتایا۔“

”وہ آپ کو البر و نو ہی کی حیثیت سے جانتا ہے۔“

”ہاں..... اور سہی ٹھیک بھی ہے۔ ورنہ وہ بھڑک جائے گا۔ میں اس اندیکیے جزیرے کا نذر کرنا چاہتا ہوں۔“

”لیکن آپ ڈان ونسٹ کے پیچھے کس طرح لگ گئے تھے۔“

”ایک دن ہم لوگ لندن کے جیفریز ہوٹل میں رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ ہمارے سامنے اسکاٹ لینڈ یارڈ کا چیف اسپکٹر براؤن بھی تھا۔ ہمارے قریب ہی ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ براؤن نے مجھے بتایا کہ یہ ان لوگوں کو مشتبہ سمجھتا ہے اور اس دوران میں انہوں نے کچھ اسی حرکتیں بھی کیں کہ مجھے لچکی لینے پر مجبور ہو جانا پڑا اور پھر مجھے ان کی گفتگو سے: میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے کہ میں ان لوگوں کے پیچے لندن سے یہاں تک دوڑتا چلا آیا اور یہ سب کچھ ڈان ونسٹ کے محض ایک جملے پر ہوا۔ اس کا ایک ساتھی کہہ رہا تھا کہ کہیں وہ علتگوای قسم کا معمر تھی۔“

فریدی خاموش ہو کر پچھے سوچنے لگا۔

”جب آپ کو نہیں معلوم کر ڈان ونسٹ گیا کہاں تو آپ اس کا تعاقب کس طرح کریں گے۔“

”ظاہر ہے کہ وہ رشیدہ کو پا جانے کے بعد اس جزیرے کا رخ کرے گا اور یہ واضح ہے کہ چوری چھپے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرے گا۔ اس کے لئے کوئی غیر معروف ہی راستہ کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ لہذا ہم کہیں سے بھی روانہ ہوں انہیں اس جزیرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی جاتیں گے۔“

فریدی اٹھ کر میر کی طرف چلا گیا اور آئینے میں دیکھ دیکھ کر دوبارہ اپنے چہرے پر مصنوعی داڑھی لگانے لگا۔

”تم شاید ابھی تک لیکن اور شےبے کی سکھش میں جاتا ہو۔“ فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”نہیں تو.....!“ اور جلدی سے بولا۔ ”میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو شاید وہ

اول مجھے ختم کر دیتے۔“

”اس میں تو شک نہیں۔“ فریدی نے مژکر ہونتوں میں نیاسگار دباتے ہوئے کہا۔ انور نے پھر کچھ پوچھنا چاہا لیکن کچھ سوچ کر کیا۔

”اب سوچتا ہوں تو خود مجھے حیرت ہوتی ہے۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”کوئی صحیح الدماغ آدمی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ جیسی میں نے کی ہے۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے کہ میں ان لوگوں کے پیچے لندن سے یہاں تک دوڑتا چلا آیا اور یہ سب کچھ ڈان ونسٹ کے محض ایک جملے پر ہوا۔ اس کا ایک ساتھی کہہ رہا تھا کہ کہیں وہ معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان جا رہے ہیں۔ میں تھوڑی بہت اچیں بول اور سمجھ لیتا ہوں۔ میں

زار ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک غیر آباد جزیرے میں پناہ لی جو جزیرہ اینڈروس اور جزائر والنگ کے درمیان میں واقع ہے۔ چونکہ آج بھی لوگوں کو یقین ہے کہ وہ جزیرہ غیر آباد ہے اسلئے وہ یہیں آئی لینڈ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن وہاں کی آبادی میں لاکھ کے تعداد ہے۔ ذی گاریکا کا کہنا ہے کہ وہ جزیرہ بھی غیر آباد نہیں تھا۔ وہاں اب بھی جنگلوں میں کہیں کہیں قدیم بائل ملتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں وہی ہیں۔ وہاں اب تک شہنشاہیت قائم ہے۔“

انور کے ہوتوں پر گویا ہر لگ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آزما تھا کہ وہ کیا ہو لے۔ اگر زیدی کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو وہ اسے الف لیلے کی عی کوئی داستان سمجھتا۔ گراب وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ذی گاریکا کا بیان غلط بھی ہوتا بھی رشیدہ کی شخصیت پر اسرار ہی رہتی ہے۔ اگر وہ ہندوستانی ہے تو کسی غیر ملکی کا اس میں اس طرح دلچسپی لینا کیا منتی رکھتا ہے۔

”تو پھر تم ہمارے ساتھ چلو گے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میں رشیدہ کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔“ اور آہستہ سے بولا۔

”تمیک مجھ تھم سے بھی امید ہے۔ ذی گاریکا تھا را احسان مند ہے کہ تم نے رومی کی خاتمت کی۔ ذی گاریکا اکثر اس سے ملتا رہتا ہے۔ رشیدہ نے تمہارے متعلق اسے سب کچھ بتا دیا ہے وہ تمہارے کردار کی بلندی کا مترف ہے۔“

انور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اپنے متعلق سوچ رہا تھا کہ اس کے لیکن غائب ہونے پر کیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ پولیس اپنا شیری یقین میں بدلتے۔ وہ کافی دریں تک البتا رہا لیکن یہ خیال کے پھر اطمینان ہو گیا کہ اسکے لیکن فریدی اس کے ساتھ ہو گا۔ اس نے تمہیر کر لیا کہ وہ آج ہی باقاعدہ طور پر اپنی ملازمت سے مستغفل ہو جائے گا۔ بہانہ رشیدہ کی تلاش کا ہو گا۔ جن کی گمشتگی سے لوگ واقف ہو چکے ہیں۔

## روانگی

”عجیب اتفاقات ہیں۔“ فریدی آہستہ سے بڑا بڑا۔ ”چکھ اسی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی

ہندوستان میں کسی مصیبیت میں جتنا نہ ہو جائیں جس پر ڈان و نسٹ نے کہا کہ وہاں سب گمراہ ہستے ہیں وہاں کی پولیس اتنی ذہین نہیں ہے کہ کام میں حارج ہو سکے۔“

”اوہ.....!“

”اور پھر میں ان کے پیچھے لگ گیا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اگر ذی سالٹ خود کسی رکر لیتا۔“

باہر قدموں کی آہستہ سائی دی اور فریدی اچانک خاموش ہو گیا۔ آنے والا ذی گاریکا تھا وہ اپنی زبان میں کچھ کہتا رہا اور فریدی سر ہلا ہلا کر سختا رہا۔ بہر حال ذی گاریکا کے انداز سے تم ظاہر ہو رہا تھا۔ پھر فریدی نے اس سے کچھ کہا اور وہ مسکرا کر واپس چلا گیا۔

”یار میں حید سے عاجز آ گیا ہوں۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

”کیوں؟ کیا ہوا۔“

”ذی گاریکا نے شاید اس سے اپنی لڑکی کا نذر کر کیا تھا جو بھیں کہیں ہوں میں بھرپور ہوئے۔ لہذا وہ اسے بخفاضت تمام یہاں لانے کا وعدہ کر کے گیا ہے۔ ذی گاریکا افسوس خاکہ رکرا تھا کہ اس نے اس کام کے لئے اپنی خوبصورت ترین ڈاٹھی چھیل کر رکھ دی اور ایک ہندوستانی کے بھیں میں گیا ہے۔ اسے اس بات پر حیرت ہے وہ ہم لوگوں سے اس بڑی طرح مرعوب ہوا ہے کہ میں اپنے پر اسرار جزیرے میں لے جانا چاہتا ہے حالانکہ یہ اس قوم کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہو گا۔ وہاں آج تک کسی غیر ملکی کے قدم نہیں پہنچے۔“

”یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“ انور نے کہا۔

”میری معلومات کا انحصار محض ذی گاریکا کے یہاں پر ہے۔ حقیقت کیا ہے اس کے متعلق میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ذی گاریکا نے بتایا ہے کہ اس جزیرے کے باشندے نہ لڑا اپنی ہیں۔ اپنیں کے سپ سالار کوئٹے نے جب میکیکیو پر حملہ کیا تھا اس وقت وہاں موئے زوما کی حکومت تھی۔ اتفاقاً کوئٹے کا ایک سردار اپنے دستے سمیت موئے زوما سے مل گیا۔ اس غداری کا باعث موئے زوما کی حسین لڑکی اوٹاٹی تھی وہ اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ کوئٹے نے موئے زوما کو شکست دے دی اور وہ سردار اوٹاٹی اپنے دستے سمیت فلوریڈا ہوتا ہوا جزاں بھامہ کی طرف

مصنف نے کسی ناول کا پلاٹ بکھر دیا ہو۔ جو واقعات مجھ پر گزرے ہیں بعض اوقات میں انہیں بھی کہانیاں سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ انور کی نظر میں اس کے چہرے پر جی ہوئی تھیں۔

”تم خود سوچو۔“ فریدی بجھا ہوا سگار ایش ٹرے میں ڈالتا ہوا بولا۔ ”کیا اس وقت میز شخصیت کسی ناول کے پراسرار جاسوس کی شخصیت سے کم ہے۔ اگر کبھی کسی نے یہ واقعہ لکھنے کوشش کی تو کیا پڑھنے والے اسے شاندار گپ نہیں سمجھیں گے۔“

”مجھے تو آج کل کچھ ایسا مجبور ہوتا ہے جیسے کسی دوسری دنیا میں سائنس لے رہا ہوں۔“

انور نے کہا۔

”بیہر حال ہم حقائق سے دوچار ہیں جنکی صداقت مستقبل کے دھند کے میں کھوئی ہوئی ہے۔“

”لیکن ہم سفر کس طرح کریں گے؟“ انور نے پوچھا۔

”یہاں سے خلیج فارس تک ہم چوری چھپے جاسکتے ہیں۔ ڈی گاریکا نے اس کا انتظام پیے ہی کر رکھا ہے۔ اس سے قبل بھی وہ بحرین تک باضابطہ طور پر آیا کرتا تھا اور بحرین سے یہاں تک غیر قانونی طریقے پر۔ ہاں تو ہم یہاں سے بحرین تک معمولی قانون لٹکنی کرنے والوں کی طرف جائیں گے اور بحرین سے میں انتظام کر لوں گا۔“

”تو اس بار بھی وہ لندن سے بحرین آیا تھا۔“ انور نے پوچھا۔

”ہاں.....!“

”لیکن ڈان ونسٹ وغیرہ تو باضابطہ طور پر آئے تھے۔“ انور نے کہا۔ ”اس طرح ان دونوں کے راستے الگ ہو گے۔“

”ہاں..... بے چارہ ڈی گاریکا اس سے ناواقف تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اے ڈان ونسٹ اور اس کے ساتھیوں کی موجودگی کا علم میں آ کر ہوا۔ لیکن شاید ڈی گاریکا کا؟“

”اس بات سے پہلے ہی واقف ہو گیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔“

”مگر اس کے بعد وہ لوگ اچانک مظہر عالم پر کیوں آگئے تھے۔ سچ زندگی کے مقابلے کی سے ان لوگوں کی خاصی شہرت ہو گئی تھی۔“

درامل ان لوگوں سے حاقدوں پر حماقتیں سرزد ہو گئیں۔“ فریدی سگار اسکا تا ہوا بولا۔ ”انہوں نے بوکھلاہست میں اسے قتل تو کر دیا لیکن چونکہ باضابطہ طور پر یہاں آئے تھے اور ان کا ریکارڈ موجود تھا اس لئے خوف داں گیر ہوا کہ پولیس انہیں سمجھ کرے گی لہذا وہ حکم کھلا سامنے آگئے۔ شاید انہوں نے یہ بھی سوچا کہ اس طرح ڈی گاریکا دھوکا بھی کھا جائے گا۔ وہ سہی سمجھے گا کہ یہ لوگ کافی کھانے کے لئے نکلے ہیں لیکن ہواں کے بر عکس۔ ڈی گاریکا کے لوگوں کی شکل بگاڑ دی گئی۔ اس لئے وہ اسے کوئی اتفاقیہ حادثہ سمجھنے کیلئے تیار نہیں تھا اور پھر اچانک ڈان ونسٹ وغیرہ کا سامنے آ جانا اس کے شبہات کی تقویت کیلئے کافی تھا۔ اسی لئے ڈی گاریکا نے بھیں بدلتے کر شیدہ مک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔“

فریدی اور انور کافی دیر تک سفر کی اسکیم پر بحث کرتے رہے پھر انور واپس آگیا۔ آفس پہنچ کر اس نے استھنا لکھا لیکن پھر بذات خود اس نے میجر تک پہنچانے کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ وہ اس سلسلے میں زیادہ بات چیت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح بات کے قبل از وقت ہی پھیل جانے کا اندر بیٹھ گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا پولیس انور کے پیچے پڑ جاتی۔ ڈان ونسٹ عاتب ہو چکا تھا اور البر و نو پہلے ہی سے پولیس والوں کے لئے چھلا دا بنا ہوا تھا۔ اب رشیدہ کی شخصیت بھی پراسرار طریقے پر ہونے والے حادثات سے غسلک ہو چکی تھی۔ لہذا پولیس کے لئے تاش کا آخری پڑھ انور ہی تھا۔ انور سوچنے لگا کہ اگر اب اس سے کوئی غیر معمولی حرکت سرزد ہوئی تو وہ فریدی کی ہائی ہوئی تھی۔ انور سوچنے لگا کہ اگر اب اس سے پہلے ہی پریشانگوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ لہذا اس نے یہ طے کیا ہائی ہوئی اسکیم میں حصہ لینے سے پہلے ہی پریشانگوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ لہذا اس نے یہ طے کیا کروہ اپنا استھنا بذریعہ ڈاک بھیج گا۔ رشیدہ کے عاتب ہونے کی خبر پھیل چکی تھی۔ دفتر کے لوگ انور سے اسکے بارے میں پوچھتے رہے اور وہ انہیں ادھر ادھر کی باتوں میں مالتا رہا۔ تقریباً چھ بجے شام کو وہ سرکل روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں کوئی اس کا تعاقب نہ کر رہا ہو۔ لہذا ان نے بامن روڈ کے چوراہے سے ٹیکی چھوڑ دی اور پیدل چلنے لگا۔

سرکل روڈ سنسان پڑی تھی۔ دور دور تک کسی کا پتہ نہیں تھا۔ انور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد ”آ شیائے“ میں داخل ہو گیا۔ اس بار اس نے گھنی بجائے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا وہ بے دھڑک اندر گھستا چلا آگیا۔

مشرف کرے۔ آمین چلے تشریف لے چلے۔“ حید نے سامنے والے روزاٹے کی طرف اشارہ کیا۔

ہال میں ڈی گاریکا اس کی لڑکی اور فریدی بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔

”سی نور انور سعید۔“ فریدی نے اٹھ کر تعارف کرایا۔ ”اور سی نور رونا ڈی گاریکا۔“

رونما کھڑی ہو کر بڑے پچھلے انداز میں انور کی طرف بھلی جس پر انور نے بھی اس کی تقلید کی۔ پھر دونوں بیٹھ گئے۔ شرجنٹ حید رونما سے اجازت لے کر اپنا پاس سلاکنے لگا۔

”مجھے تمباکو کے ہوٹیں سے نفرت نہیں ہے۔“ وہ مسکرا کر بڑی۔

”میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں۔“ حید نے کہا اور وہ بھی ایک خالی صوفے کے ہتھے پر بیٹھ گیا۔

”ہم ساحل بیک کس طرح جائیں گے؟“ ڈی گاریکا نے فریدی سے پوچھا۔

”یہ ساری باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔“

”شاید آپ کو معلوم نہیں ہے۔ انور سگریٹ سلاکتا ہوا بولا۔“ پولیس نے آپ کی گرفتاری کے لئے پانچ ہزار روپے کا انعام مقرر کیا ہے۔ لہذا اس وقت آپ کو کوئی ایسی سڑک نہیں ملے گی جس پر گاڑیاں نہ روکی جاوی ہوں۔“

”اوہ۔۔۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ تم لوگ بس ذیکر ہو۔“ فریدی نے کہا اور اٹھ کر شہلے لگا۔ پھر حید کی طرف اشارہ کر کے ڈی گاریکا سے بولا۔ ”میرا دوست اپنی ڈاٹھی صاف کر ہی چکا ہے اب میری بھی صاف ہو جائے گی۔“

”مجھے بہت افسوس ہو گا۔“ ڈی گاریکا متساقا نہ بجے میں بولا۔ ”انتی شاندار ڈاڑھی۔“

فریدی ہنسنے لگا۔

”کوئی بات نہیں پھر آگ آئے گی۔“

حید اس کی گفتگو میں کوئی بیچی نہیں نہ لے رہا تھا۔ اس کی نظریں رونما کے ہوتزوں پر بھی ہی تھیں جن کا سلگتا ہوا ابھار اس کے ہوتزوں میں سرسر اہم پیدا کر رہا تھا۔

”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ حید سخیگی سے بولا۔

”پردہ ہے اندر زنانہ ہے۔“ کسی نے قریب ہی سے اردو میں کہا۔

انور نے پٹ کر دیکھا یچھے سر جنت حید کھڑا مسکرا جاتا۔

”تو تم جامہ انسانیت میں آگئے۔“ انور نے کہا۔

”جان من میں کسی لڑکی کے سامنے ایسا حلیہ نہیں بھاتا کہ وہ مجھے لفٹ ہی نہ دے۔“

”تو پھر اسی شکل میں اسے بلا نے گئے تھے۔“

”قطیعی۔۔۔ میں فریدی صاحب کی طرح بزدل نہیں ہوں۔“ حید اکٹھ کر بولا۔

”غیر چھوڑو ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ اس بار تھاری بھی ساری شجھی ہوا ہو گئی۔“

”لوٹے ہو۔“ انور نے اسامنہ بنا کر بولا۔

”میں تو خیر لوٹا ہوں لیکن تم لوٹے سے بھی بدرت ہو۔“ کل رات کو میں نے تمہیں چونا ہادیا تھا۔

”ایسے اتفاقات بہادروں ہی کو پیش آتے ہیں۔“ انور نے کہا اور سگریٹ سلاکا نے لگا۔

”بہادر میاں ذرا اپنے آنسو تو سکھا لو۔“ بہت روئیں گے ان کو ہم یاد کر کے چلے دل کی دنیا جو بر باد کر کے۔

”دھنٹا فریدی ان کے یچھے آپ کر کھڑا ہو گیا اور جملائے ہوئے لجھے میں آہستہ سے بولا۔“

”تم لوگ سب چونپٹ کر دو گے۔“ پھر حید کی گردن پکڑ کر کہا۔ ”تمہاری شامت آجائے گی۔“

”شامت بھی اتفاق سے مونٹ ہے؟“ حید منہ بنا کر بولا۔

فریدی اسے گھوڑتا ہوا درسے کرے میں چلا گیا۔

”میرا خیال ہے کہ اب تم رشیدہ کا چلکر چھوڑ دو۔“ حید نے اور سے کہا۔

”مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔“

”کیوں خواہ تجوہ اپنی بھی جان دو گے۔ اگر تم باز آ جاؤ تو میں فریدی صاحب کو کسی نہ کسی طرح روک نہیں ہوں گا۔“ حید نے کہا۔ ”ویسے تو ہمیشہ اسکے سر پر ایڈو پچر کا بہوت سوار رہتا ہے۔“

”اگر فریدی صاحب نہ جائیں تب بھی ڈی گاریکا کی ساتھ میں جاؤں گا۔“

”عشق بُری بلا ہے۔“ حید منہ سکھا کر بولا۔ ”خدا بروز قیامت تمہیں جنہوں کے دیدار سے

”ٹھیک ہے۔“ رونا مسکرا کر بولی اور وہ بھی اٹھ کر حمید کے ساتھ چل گئی۔  
”میرا دوست نیک آدمی ہے مگر تھوڑا شریب بھی ہے۔“ فریدی نے ڈی گاری کا سے مخدود  
آمیز لمحے میں کہا۔

”پچھے ہے پچھے ہے۔“ ڈی گاری کا نے کہا۔ ”رونا اپنے بھائی کی بیوٹ کی وجہ سے بہت  
پریشان تھی۔ اچھا ہے اس کا دل بھی بہل جائے گا۔“  
اس کے بعد سفر کے سلسلے میں ضروری اسباب کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد  
فریدی ڈی گاری کا کوئی اپ کے لئے دوسرا کرنے میں لے کر چلا گیا۔  
اور چند لمحے تک ہال میں تھا بیٹھا سگرٹ پیتا رہا۔ پھر وہ بھی اٹھ کر ٹھیلہ ہوا بہرہ زد میں  
میں آگیا۔ داہنے طرف کے دریچے کے قریب رونا اور حمید کھڑے باشند کر رہے تھے۔  
”تمہارا کیا نام ہے؟“ رونا نے حمید سے کہا۔

”مہید یوف!“  
”مہید یوف!...!“ رونا نے دہرا یا۔ ”مگر یہ نام پر تکالی تو معلوم نہیں ہوتا۔“  
”میں دراصل زار روں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔“ حمید سنجیدگی سے بولا۔ ”میرا  
باپ حمید یوف زار روں کا رشتہ کا بھیجا گلتا ہے۔“  
”اوہ تو تم شاہی نسل سے ہو۔“  
”ہاں انقلاب روں کے بعد میرا باپ پر تکال چلا آیا تھا۔“ حمید نے کہا اور جھک کر پاپ سکانے لگا۔

اور سوچنے لگا کہ اب اس لڑکی کی خیر نہیں۔  
”اوہ تمہارے حیرت انگیز دوست البرونو...!“ رونا نے پوچھا۔  
”وہ غالباً پر تکالی ہے اور ایک معنوی کسان کا بیٹا۔“  
”کیا فضول کو اس لگا رکھی ہے۔“ اور حیچ کر بولا۔

”اوہ تم...!“ حمید مژہ کر بولا۔ ”کیا تم نے اندر شراب پی ہے۔ زیادہ پچھا گئی ہے۔ تم  
سے بات کرو۔ خیر میں نے معاف کیا۔“ رونا یہ تمہاری شہزادی رہموں کا خادم ہے۔ اس لئے میں

”وہ کیا...؟“ فریدی نے اسے گھوکر پوچھا۔  
”یہی کہاب ہم لوگ بقیہ زندگی یاد خدا میں گزار دیں۔“ حمید نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ  
رونما بے اختیار نہ پڑی۔

”اور دوسری بات یہ کہاب تم میرا اجابت کے بغیر ایک لفظ بھی نہ بولو گے۔“ فریدی  
نے اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اگر اجابت ہو تو میں یہ عرض کروں کہ میں نے آپ کا کہا مان لیا ہے۔“  
”شٹ اپ...!“ فریدی حیچ کر بولا اور حمید دوسری طرف من پھر کر سکانے لگا۔ رونا  
مرڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

”اب ہمیں تیاری شروع کر دینی چاہئے۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”پھر ڈی گاری کا  
سے کہنے لگا۔ مجھے تمہارا حلیہ بھی بلنا پڑے گا اور نہ تمہاری رنگت بڑی دشواریاں پیدا کروتے گی۔  
رونما تو خیر اتی زیادہ غیر یورپین نہیں معلوم ہوتی۔“

”تو کیا تم میری رنگت بھی نہیں دو گے۔“ ڈی گاری کا حیرت کا اطمینان کرتا ہوا بولا۔  
”یقیناً... ورنہ پھر میک اپ سے فائدہ ہی کیا۔“

”البرونوم اس دنیا کے آدمی معلوم نہیں ہوتے۔“  
”ہاں یہ فرشتہ ہیں۔“ حمید خٹک لمحے میں بولا۔

”تم پھر بولے۔“ فریدی اسے گھومنے لگا۔  
رونما نہ پڑی اور حمید بچکانے انداز میں طرح طرح کے منہ بنانے لگا۔

”تم بہت دلچسپ آدمی ہو۔“ رونا نے اس سے کہا۔  
”اگر اجابت ہو،“ حمید فریدی کی طرف مرڑ کر بولا۔ ”تو میں ان سے یہ کہوں کہ ہاں واقعی  
میں دلچسپ آدمی ہوں۔“

”خدا کے لئے تم باہر چلنے چاہو۔“ فریدی جنگ آ کر بولا۔  
”شاہزادہ میرا دوست اب کچھ بہت خوفناک قسم کی یادیں کرنے چاہا ہے۔“ حمید نے رونا  
سے کہا۔ ”اکی لئے یہاں میری موجودگی پسند نہیں کرتا۔ میں ابھی کہن سکوں ہوں۔ اچھا میں تو چلا۔“

اے معاف کرتا ہوں۔ شاید البر و فونے اے زیادہ پلا دی۔“  
انور دانت پینے لگا۔ وہ کچھ کہنے ہی جارہا تھا کہ اے فریدی کی بات یاد آئی۔ وہ خود کو  
ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

۱ ”نبیں نہیں خادم نہیں۔“ رونا جلدی سے بولی۔ ”یہ شہزادی صاحبہ کے ذوست ہیں۔“  
”خیر ہو گا۔ مجھ سے کیا غرض۔“ حمید نے کہا۔ ”میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ آدمی نش میں  
بالکل چھڈ رہا جاتا ہے۔“  
”میں نش میں ہوں۔“ انور بیکر بولا۔

”خیر خیر۔ میں کم رتبہ آدمیوں کو منہ لگانا نہیں پسند کرتا۔“

”کم رتبہ۔“ انور آسمیں چڑھاتا ہوا بولا اور رونا ان کے درمیان میں آگئی۔

”تم لوگ یہ کیا کرنے لگے۔“ رونا نے کہا۔ ”یہ بھگدا کرنے کا وقت نہیں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ حمید آہستہ سے بولا اور پچھے ہٹ گیا۔ انور تھوڑی دیر بیک کھڑا  
اے گھورتا رہا۔ پھر مٹھیاں بھیچتا ہوا اندر واپس آیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ سرجنت حمید نے اکثر  
اس کی جھٹپیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور وہ آخر وقت تک ڈھڑا رہتا تھا۔ مگر آج اس کی روح غم کی  
گھرا یوں میں غوطے کھارہ تھی۔ اس کی ساری ظرافت اور بذل سبھی رخصت ہو گئی تھی۔ نظر کے  
زہر میلے تیر کند ہو گئے اور پھر وہ خود کو ایک معمولی آدمی تصور کرنے لگا تھا۔ اس کا دماغ صرف  
رشیدہ میں الجھ کر رہا گیا تھا۔ اے ایسا محسوں ہو رہا تھا جیسے اس کی ذہانت اب کبھی واپس نہ ملے گی  
جیسے وہ ہمیشہ کئے نہ کارہ ہو گیا ہو۔

ہالہ میں ہٹک کر وہ ٹھیٹے لگا۔ اتنے میں فریدی نے اے دوسرے کمرے میں آواز دی۔

”تم نے اپنے انتظامات مکمل کر لئے۔“

”محبھ کوئی خاص انتظام نہیں کرنا ہے۔“ انور نے کہا۔ ”ضروریات کے لئے صرف ایک  
سوٹ اور ایک بسٹر کافی ہو گا۔“

”تو وہ سب کہاں ہیں۔“

”میں اپنی لاتا ہوں۔“

”جلدی کرو۔۔۔ تھمارامیک اپ بھی ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”پولیس تھماری طرف  
سے مطمئن نہ ہو گی۔“

ایک گھنٹے بعد انور اپنے گھر میں ضروری سامان آکھا کر رہا تھا۔ اس سے فرصت پا کر وہ اپنی  
موڑ سائیکل لے آیا جس کی مرمت ہو چکی تھی۔ اسے گیراج میں بند کرنے کے بعد اس نے  
سامان اٹھایا لیکن پھر سوچنے لگا سامان سیست آشیانہ کی طرف جانا تھیک نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی  
بچھے لگ ہی جائے۔ وہ تھوڑی دیر بیک کھڑا سوچتا رہا پھر سامان لے کر نیچے اتر۔ قریب ہی ایک  
ٹیکی کھڑی تھی۔

”ہوشیں آر لکھو۔۔۔!“ انور نے سامان رکھنے ہوئے ٹیکی ڈرائیور سے کہا۔  
وہ بھیلی سیٹ پر بیٹھنے ہی جارہا تھا کہ غیر ارادی طور پر بچھے کی طرف مڑا۔ اسکے آصف کھڑا  
سکرا رہا تھا۔

”ہوشیں آر لکھو کیوں۔۔۔؟“ اس نے محتی خیز انداز میں پوچھا۔

”اے آصف۔۔۔!“ انور نے کہا۔ ”میں خطرے میں ہوں۔“

”یعنی۔۔۔!“

”میرے پاس اتنا وقت نہیں کہتا ہوں۔“

”ہوش میں آؤ۔۔۔ جلد لش نے تھمارے پچھے آدمی لکار کئے ہیں۔“

”ہو گا بھی۔۔۔ لیکن وہ آدمی میری جان نہیں چاہیں گے۔ میں فی الحال گھر میں نہیں رہنا  
چاہتا۔“

”ڈر نہیں۔“ آصف تشقی آمیر لجھے میں بولا۔ ”البر و نواب دوسرا حرکت کی ہمت نہ  
کر سکے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کی گرفتاری کے انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔“

”مجھے سب کچھ معلوم ہے مگر البر و نواب آدمی نہیں بحوت ہے۔“

”یہ تم کہہ رہے ہو۔“ آصف تحریر ہو کر بولا۔

”اس میں تعجب کی بات نہیں۔ میں البر و نواب کے مقابلہ میں ہمت ہار چکا ہوں اور پھر اسی  
کوڑت میں جب کہ یہ نہیں معلوم کر دو۔ مجھ سے کیوں لجھتا چاہتا ہے۔ میرے لئے بچاؤ کے

ہماری میں غم ہوتی جا رہی تھی۔

دوفر لانگ بیدن چلنے کے بعد وہ آشیانہ کے کپاڑوں میں داخل ہو گیا۔ فریدی وغیرہ اس کا انتظار کر رہے تھے اور نئے زوتا کو پہلے شد کھانا ہوتا تو یہی سمجھتا کہ غلطی سے کسی دوسری عمارت میں گھس آیا ہے۔ کیونکہ فریدی حمید اور ڈی گاریکا کی شکلیں بالکل بدی ہوئی تھیں۔ فریدی کو اس نے آواز سے پہچانا ورنہ دی معلوم کرنا بھی دشوار تھا کہ ان میں سے فریدی کون ہے۔ اس نے ہندوستانی رنجوڑوں کے راجبوت سرواروں جیسی ٹکلن بنارکی تھی۔ سرجن حمید اور ڈی گاریکا فوجی لباس میں تھے۔ انور کو سب سے زیادہ حیرت ڈی گاریکا کی برگت دیکھ کر ہوئی۔ فریدی نے اسے گندی رنگت کا ایک ہندوستانی ہاتھیا تھا۔ سرجن حمید ایک ٹوائین معلوم ہوتا تھا۔

انور نے دری سے پہنچنے کا سبب بیان کیا اور فریدی بنتے لگا۔

”تمہارا اندازہ سو فیصدی صحیح ہے۔“ تم، گجراج گھاث ہی کی طرف روانہ ہوں گے۔“

فریدی نے کہا۔ ”لیکن آپ لوگوں سے لاتھ میری موجودگی درست نہیں معلوم ہوتی۔“ انور نے کہا۔ ”گھبراو نہیں۔ تمہارا بھی میک اپ کیا جائے گا۔ تمہارا وہی پارڈی والا پرانا میک اپ زیادہ درست رہے گا۔ آؤ میرے ساتھ۔“

فریدی انور کو دوسرے کرنے میں لے گیا۔ میک اپ کا سامان ایک بڑی سی میز پر پھر رہا۔ تھا۔ فریدی نے انور کے بالوں کی متناسبت سے اس کے چہرے پر سرفی ناک ڈاڑھی چپکا دی اور سوت کیس سے کھتی رنگ کا ایک گاؤں نکال کر پہندا دیا۔ اور پھر جب وہ باہر آئے تو ڈی گاریکا بے اختیار چھل پڑا۔

”البر و نوم قریح اس قابل ہو کہ پوچھے جاؤ۔“

”میں نے ایسا آدمی آج تک نہیں دیکھا۔“ زوتا بولی۔

”اور مجھے جیسا آدمی۔۔۔!“ حمید نے پوچھا۔

”تم آدمی کب ہو۔“

”تم کل تک اس کی لاش دیکھو گے۔“ آصف نے کہا۔ ”وہ جہاں بھی دکھائی دیا اسے گولی مار دی جائے گی۔“ کیونکہ وہ غیر قانونی طریقے پر ملک میں داخل ہوا ہے۔

”خوب جھی۔۔۔ اسے اپنے ہی تک رکھنا کہ میں آرکھوں میں مقیم ہوں۔“ تم مجھ سے دہل مل رکھتے ہو کرہ نمبر بانوں۔

اور نے ٹیکسی میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا اور ٹیکسی چل پڑی۔

اسکے منہ سے خواہ گواہ آرکھوں کل گیا ورنہ ارادہ کچھ اور تھا۔۔۔ سہر حال اسے اس اتفاق پر خوشی ہو رہی تھی کہ آصف دھونک کھا گیا۔ ڈرائیور دوسری طرف ٹیکسی موزٹ نے والا تھا کہ انور بولا۔

”آرکھوںہیں۔۔۔ گجراج گھاث۔“

ڈرائیور نے معنی خیز انداز میں سرہلا یا۔ انور کا خیال تھا کہ وہ لوگ گجراج گھاث ہی کی طرف جائیں گے۔ کیونکہ وہ ادھر سے غیر مالک کی ناجائز درآمد و برآمد کے متعلق پہلے ہی سن چکا تھا۔ گجراج گھاث پہنچ کر اس نے سامان ایک چھوٹے سے ہوٹ میں اتنا را اور اسی ٹیکسی پر پھر شہر کی طرف روانہ ہوا۔ سرکلر رود کے موڑ پر اس نے ٹیکسی روکا۔ دس دن کے پانچ نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دیے۔

”میں کہاں اڑا ہوں۔“ انور نے ڈرائیور سے پوچھا جو ان نوٹوں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

”آرکھوںہیں میں۔۔۔ ڈرائیور مسکرا کر بولا۔

”بہت خوب! بہجہ دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔“ انور نے اس کا شانہ تھکتے ہوئے کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ پولیس والوں سے آپ کی چلتی زندگی ہے۔“

”کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔۔۔؟“ انور چھک کر بولا۔

”ارے صاحب میں آپ کے قریب ہی رہتا ہوں۔“

”ٹھیک! بہت اچھے۔ ہاں میں نے تمہیں کم تو نہیں دیا۔“

”میں صاحب بہت ہوں۔۔۔“ ڈرائیور اپنا ہاتھ ماٹھے کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔ پھر اس نے ٹیکسی سیکل کی اور انور آگے پڑھ گیا۔ تھوڑہ چل کر وہ بڑا۔۔۔ بہت دور ٹیکسی کی سرخ رفتا

”کیا مطلب.....!“

”مطلوب یہ کہ تم آدمی نہیں شہزادے ہو،“ رونا نے شوخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ فریدی پھر اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہاتھوں میں سوت کیس لٹکائے ہوئے واپس آیا۔

”ہادا ضروری سامان پہلے ہی گجراج پہنچ چکا ہے۔“ فریدی نے انور سے کہا۔

وہ سب مکان سے باہر آئے۔ تھوڑی دور پہلی چلنے کے بعد انہیں ایک ٹیکسی مل گئی۔ میلستے میں کئی پولیس والوں نے انہیں روکا اور ڈی گاریکا کو یہ دیکھ کر اور جیرت ہوئی کہ البروفہ ہندوستانی زبان میں بھی گفتگو کر سکتا ہے۔

گجراج گھاٹ پہنچ کر انور کو پھر اپنی صحیح شعل میں آ جانا پڑا۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنا سامان نہیں لے سکتا تھا۔

ایک کافی بڑی موڑبوٹ سمندر کی پر سکون سطح پر ان کا انتظار کر رہی تھی۔ سانان بار کر دیا گیا اور وہ اطمینان سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ موڑبوٹ کافی طویل و عریض تھی جس کے درمیان میں ایک بڑا سا کیمین تھا۔ کیمین و دھصوں میں مقسم تھا۔ ایک حصہ مسافروں کے لئے تھا اور دوسرا موڑبوٹ کے عملہ کے لئے۔

اسڑو کرنے انہیں اشارت کیا ہی تھا کہ گھاٹ پر کئی ثارچوں کی روشنیاں دکھائی دیں یہ کسی قسم کا اشارہ تھا جس پر انہیں بند کر دیا گیا۔ بھاری بھاری قدموں کی آوازیں نزدیک آتی محسوس ہو رہی تھیں۔ دفعتاً دو پولیس انسپکٹر اور پچھے کا نشیبل موڑبوٹ پر چڑھائے۔

”کہاں جائے گا۔“ ایک پولیس انسپکٹر نے بھاری بھر کم آواز میں پوچھا۔

”ریاست دیر گڑھ۔“ فریدی پر غرور آواز میں بولا۔ ”یہ ریاست کی سرکاری موڑبوٹ ہے۔“ ”سامان کدر ہے۔“

”کیوں اپنا اور ہمارا وقت بر باد کرتے ہو۔ ہم کوئی چیز ناجائز طور پر نہیں لے جا رہے۔“ فریدی نے کہا اور انسپکٹر سے گھورنے لگا۔

”تمہارا نام.....!“

”جیسا کچ جزیرہ“

”کرنل رکھوراں سنگھ.....!“ فریدی پر وقار انداز میں اپنی مونچھوں پر ہاتھ چھپرنا ہوا بولا۔

”اوہ معاف کیجئے گا.....!“ رجھ صاحب ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے“ یہ لفڑیاں لے لائیں گے پولیس والے موڑبوٹ سے اتر گئے۔ انہیں پھر اشارت ہوا اور موڑبوٹ سمندر کے پھر پھرے

چھے پر فرائے ہمرنے لگی۔ ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے“

”کیا بات تھی۔“ ڈی گاریکا نے پوچھا۔ ”جسے اپنے ملک سے لے کر بھیجا جائے بلکہ یہ لاس ہے۔“

”کوئی خاص بات نہیں۔“ فریدی سکر کا کر بولا۔ ”میں نے انہیں پہنچا دیا۔“

”اب خواہ جواہ جاگتے رہنا فضول ہے۔“ رونا اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف

لکھ کر بولی۔ ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے“ اسے اپنے ملک سے لے کر بھیجا جائے۔

”میں تمہارے اس خیال کی قدر کرتا ہوں۔“ جمید مسکرا کر بولا۔ ”مگر البروفہ موڑبوٹ کھڑے کھڑے ہوئے کہا اور رونا حسین کر دوسرا طرف دکھنے لگی۔“

ونے کا عادی ہے۔“ ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے“

”کھڑے کھڑے ہوئے۔“ رونا نے بچھوکر پوچھا۔ ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے“

”ہاں اور ایک آنکھے ہے جا لگتا رہتا ہے یعنی کہ ہوں۔“ جمید نے رونا کی طرف وکھ کر

ایک آنکھے بند کرتے ہوئے کہا اور رونا حسین کر دوسرا طرف دکھنے لگی۔“

”ارے کم جنت تم اس کے باپ کے سامنے اسے آنکھ مار رہے ہو۔“ فریدی جھلا کر اردو

مل بڑو دیا۔

”اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح سوتا ہے۔“ جمید نے ڈی گاریکا کو بھی آنکھ ماری اور ڈی

گاریکا پر اختیار نہیں رکھا۔ ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے۔“ ”لے لائیں گے۔“

”البروفہ تھا راسماںی بہت پیارا ہے۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔ ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے“

”بہت.....!“ فریدی ہو ہو سکوڑ کر بولا۔ ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے“

رونہ نے ایک سوت کر سے شب خوابی کا لباس نکالا اور عسل خانے کی طرف چل رہا۔

”البروفہ تھی زبانیں حانتے ہو۔“ ڈی گاریکا نے فریدی سے پوچھا۔ ”لے لائیں گے تو نہیں لائیں گے“

”دنیا کی کئی مشہور زبانیں..... میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا ہوں۔“

”مجھے جیرت ہے۔“

لیا۔ ”کیوں.....؟“

”میرپور کی زبانی قریب قریب نیک لفاظ لے رہے ملٹی جلتی ہیں۔ اس لئے یورپیں کے لئے ان کا سکھنا زیادہ مشکل نہیں۔ لیکن مشرق زبانیم تے کل طرح نیچھیں۔ جبکہ ان کا رام الخطا یورپیں رسم الخط تے بالکل مختلف ہے۔“

”میں صرف بول سکتا ہوں لکھنیں سکتا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم عرصے تک مشرق میں رہے ہو۔“

”ہاں..... آن..... میں تو ایک بیلانی آدمی ہوں۔ مشرق و مغرب غالب الجزا۔“

”لئے ایسے ہیں جیسے کسی مکان کے چار کنگارے۔“ جے۔

ڈی گاریکا اسے ایسی نظر دیں۔ دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین نہ آیا ہو پھر تھوڑی دیر بعد

بول۔ ”تم بہر حال ایک حیرت انگیز آدمی ہو۔“

”لے۔“

رمونا شب خوابی کے لباس میں عسل خانے سے برآمد ہوئی۔ اس کی بڑی بڑی سیکلوں

آنکھیں نیند سے بوجل نظر آرہی تھیں۔ سیاہ رنگ کا سرپنچی لبادہ اس کی تقریبی گردن میں ایسا معلوم

ہوا رہا تھا جیسے کافی رات ابھرتے ہوئے اجائب کوڈنے کی کوشش کر رہی ہو۔ حینہ نے ایک طویل

انگوٹی لی اور انور کی گردن میں ہاتھ دال کر اس کے کافی میں آہستہ سے بولا۔

”قیامت ہے۔“

”لے۔“

”تم چھڑ ہو۔“ انور اسامنہ بناؤ کر بولا۔

”اوڑتم.....“

”اوکا پٹھا.....!“

”اوکا جلا کر بولا۔“ اس کا دماغ پھر کی سل ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے

یہ سفر انہائی معنکر خیز معلوم ہونے لگا تھا۔ الف الیل کے سند باذ جہازی کا سفر۔ کسی نے نہیں

کہ ہیر و کاروائی سفر۔ ایسا سفر جو پڑھنے والوں کی گھینواڑاں کی تیکان کیلئے تحمل دیا جاتا ہے

اسے اپنی ذات پر نیقین نہیں۔ اس رہا تھا کہ وہ ایک اپنے اپنی سفر میں بیٹلا ہو گیا ہے اگر وہ کسی اپنے سفر

کے متعلق کسی کتاب میں اپنے محتاطاً تو بے کھان اسے کھڑکی سے باہر نہ کر پر چھینک دیجتا ہے۔

”لے۔“

”لے۔“

”لے۔“

”لے۔“

”لے۔“

”لے۔“

”لے۔“

”لے۔“

”لے۔“

## ہم شیخ یہاں

جرین پنج کر فریدی اور حمید اپنی اصل شکلوں میں آگئے۔ انور نے بھی پادری کا لباس اتار دیا۔ لیکن ڈی گاریکا کو اقتیافاً ایک ہندوتانی بھی کے لباس میں رہنے دیا گیا۔ ڈی گاریکا کے پاس اس کے بیٹے اور بیٹی کے پاسپورٹ تھے۔ یہاں سے فریدی اور حمید بھی اپنے بیٹن الاقوای پاسپورٹ استعمال کر سکتے تھے۔ اب سوال انور کا رہ گیا تھا۔ اس کے لئے شاید فریدی نے کوئی تدبیر سوچ لی تھی۔ غالباً اسی لئے ڈی گاریکا وغیرہ کو اطیمانِ ذات ادا تھا۔

فریدی کا خیال تھا کہ ڈان وسعت وغیرہ بھی فرار کے لئے جرین کا راست اختیار کریں گے۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یہاں بے گزرا شکے یا بھی پنجھی نہیں۔

انور ڈی گاریکا اور سونا کو ایک ہوٹ میں چھوڑ کر فریدی اور حمید ڈان وسعت کا پتہ لگانے کے لئے نکل گئے۔ انور دن بھر ڈی گاریکا سے اٹے سیدھے سوالات کرتا رہا۔ وہ دراصل ڈی گاریکا کے یہاں کی طرف سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔

”ہم لوگ جمہوریت کو مفعکر خیز تصور کرتے ہیں۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔ ”ایسے نہ مارنے یہاں ابھی تک شہنشاہیت قائم ہے۔ لیکن ہماری شہنشاہیت تمہاری جمہوریت اسے کہیں زیادہ بہتر ہے۔“

”ایسے نہیں۔“ تھہارا موجودہ حکمران تھت کے جائز و ارش کے قتل کی کوشش کرتا ہے۔“ انور طردی سمجھے میں بولا۔

”اوہو..... کیا تمہاری جمہوریت کا داں اس بد نمائانگ سے پاک ہے؟ کیا تمہارے یہاں ایمان دار نیذر قتل نہیں کئے جاتے۔ شہنشاہیت میں تو صرف ایک نالاقن سے خدا چار ہونا پڑتا ہے۔“ لیکن جمہوریت میں نالاقوں کی ایک پوری نیم و بیان یعنی جائی ہے۔ ایک نالاقن سے پچھا چڑھانا آسان ہے لیکن پوری نیم سے پیشنا شکل ہو جاتا ہے اور پھر ہمارے ملک کا دستور کچھ اس کا ہے کہ شہنشاہ اور رعایا ہر حال میں ایک دوسرے کے پابند ہوتے ہیں۔ تم ادھکو گئے کہ ہم سن لے۔“

آسانی سے اپنے موجودہ حکمران کو مسروول کر دیتے ہیں۔ ”  
انور تھوڑی دری خاموش رہا پھر بولا۔

”لیکن تمہاری قوم کب تک چھپی رہے گی؟“ لیکن انہیں ملے تھے۔  
”اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہ جا سکتا۔“ ذی گاریکا فکر منداشت اور اس میں بولا۔  
”الا انہیں کچھ نہیں کہ جائے۔“ ذی گاریکا کے پیارے بھائی کوں مجھے  
لے جائے۔“ ہو سکتا ہے، میں یونی لوگوں کا وجود ہمارے لئے خطرناک ٹارت ہے۔“ نہ چیز کے نہیں  
ایسا بھروسی ہو رہا ہے کہ البر و فوی مدد کے بغیر ہم شہزادی کو نہ پاکیں گے۔“ کھانہ میں اساتھ ہے  
”حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے اپنے تمہارے بے بیان پر مشتمل ہے۔“ اپنے ہاتھ پر ہے۔“

”لیکن...“ ”لیکن...“ ذی گاریکا نہ سمعہ نہ ادا کر لیں یا نہ لائیں۔“  
”تمہارا بیان کردہ تحریر مجھے باشیوں کی سرزی میں معلوم ہو رہا ہے۔“

”لیکن تم خود کھلو گے۔“ ذی گاریکا سکرا کر بولا۔“ لیکن میں اپنے ایسا لالا ہوں۔“  
”اور نے کوئی جواب نہ دیا۔“ لیکن میں اسکے لئے بے شکر ہوں۔“

”اوہ...!“ ذی گاریکا اچھل کر بولا۔“ تدھیج جبرا اڑھیں اترس کے جراحت میں  
ہماری ایک خیریہ اپنی کے۔“ ”لیکن میں اسکے لئے اسی انتہا ہے۔“

”تو پھر آج رات کو ہم بھی روانہ ہو رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔  
”لیکن میں اسکے لئے اپنے فکر میں چھپر ملکیوں کو خواہ مخواہ کیوں پریشان کر رہا  
ہوں۔ کیا تم مجھے صحیح الدین غنیمیں سمجھتے؟“ ذی گاریکا نے مجیدی سے کہا۔

”لیکن میں شام کو فریدی اور حمد و اپیں آئے۔“ حمد نے اپنے فکر میں کافی تکمیل کی۔  
بہت بڑا چھوپ لگا رکھا تھا اور دونوں حصیں پاکیجوں اور ناقوں سے پھر کی تھیں۔“

”اُس وقت تم مجھے روی شہزادے معلوم ہو رہے ہو۔“ رونا طریہ لمحے میں بولی۔“

”روی شہزادے۔“ فریدی حید کی طرف تجھ آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔“ اس کے بعد  
گز بڑھتی سمجھی۔ اپنے آہستہ ہے اپنے دل میں بولا۔“ حمد اسی سے کہہ چکا تھا کہ وہ زار  
روں کے خاندان پر تعلق رکھتا ہے۔“

لچھ فریدی نے تما سامنے بیٹا اور ذی گاریکا کی طرف توجہ ہو گیا۔“ تباہی کا تھا اور کوئی دستیابی  
”لیکن وہ اس کے ساتھی میں بچھے تھے اور کل ہی کی نامعلوم حجکے کے لئے  
روانہ ہو گئے۔“ وہ پاچھے تھے۔“

”پاچھے...!“

”ہاں..... لیکن ان میں کوئی حورت نہیں تھی۔“

”اوہ تو کیا انہوں نے اسے مارڈا ہے۔“ ذی گاریکا لے چکا ہے۔“

”میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ان کے ساتھ ایک بوزہ اسی طبق میں تھا جو جرمنی کے ساحل  
پر بھی کی حالت میں اتنا را گیا تھا۔“

”بوزہ اسی طبق....!“ ذی گاریکا حیرت خاکہ کرتا ہوا بولا۔“ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”کیا یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے پیشہ کو بیویوں کر کے اس بریوں سے کامیک اپ کر دیا ہو۔“

”ہو سکتا ہے۔“ ذی گاریکا کچھ سوچتا ہوا بولا۔“ ”لیکن وہ اسی طبق میں تھا جو جرمنی کا افسر  
اعلیٰ ہے۔“

”وہ لوگ اشارہ کچھ کی ایک دخانی ہی میں روانہ ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ  
اشارہ کچھ کی کشیاں صرف بھرموں تک چلتی ہیں۔“

”اوہ....!“ ذی گاریکا اچھل کر بولا۔“ تدھیج جبرا اڑھیں اترس کے جراحت میں  
تمہارے بیٹے کی آنکھوں کی رنگت کیسی تھی۔“

”بزر....!“ ذی گاریکا تھوڑی دری بھر گیر آواز میں بولا۔“

”اور بالوں کی...؟“ ”لیکن میں اسکے لئے اپنے بھائیوں کی طرف تجھے اسی طبق میں بولا۔“

”سرخی مال۔“

فریدی تھوڑی دری سک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر عسل خانے میں چلا گیا۔ اس دوران میں حید  
اور رونا ٹھاپیا کھاتے رہے۔ حید نے دو چار انور کی طرف بھی بڑھا دیں لیکن اس نے ہونٹ  
کوڑ کر دوسرا طرف من پھر لایا۔

”البر و تو اب بالکل ہو ان معلوم ہوتا ہے۔“ رونا نے کہا۔

”لیکن اس کے لئے اپنے بھائیوں کی طرف تجھے اسی طبق میں تھا جو جرمنی کا افسر  
اعلیٰ ہے۔“

”لیکن اس کے لئے اپنے بھائیوں کی طرف تجھے اسی طبق میں تھا جو جرمنی کا افسر  
اعلیٰ ہے۔“

”لیکن اس کے لئے اپنے بھائیوں کی طرف تجھے اسی طبق میں تھا جو جرمنی کا افسر  
اعلیٰ ہے۔“

”قطیعی نہیں..... وہ بچایی برس کا ہے۔“ حمید جلدی سے بولا۔  
”بعض اوقات تم سفید بھوٹ بولتے ہو۔“ رونا نے منہ بنا کر کہا۔  
”بھریں بڑی حسین جگہ ہے۔“ انور نے بات آزادی۔

”محے تو پرندہ نہیں۔“  
”پھر جنمیں کیا پسند ہے۔“

”فلکم کا مریض۔“ رونا نے کہا اور حمید بے ساختہ بس پڑا۔  
اسنے میں فریدی وابس آگیا اور رونا نے شرات آمیر ناظروں سے حمید کیلئے دیکھ کر کہا۔

”البروفو..... یہ کہتا ہے کہ تم بچائی برس کے ہو۔“  
”محک کہتا ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”البروفو میں تمہاری اصل محل دیکھنا چاہتا ہوں۔“ ذی گاریکا نے کہا۔  
”تم مجھے اس وقت میری اصل ہی صورت میں دیکھ رہے ہو۔“

”جس تو تم تیس سال سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے۔“ رونا نے کہا۔  
”ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔“ فریدی نے لابرداٹی سے کہا۔

”کیوں؟“ وہ حمید کی طرف مڑی۔ ”تمہارا بھوٹ ظاہر ہو گیا تا۔“  
”اوہ.....! تو اگر تیس عقیل سال کے ہیں تو کون سے بڑے تیس مارخان ہیں۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔

”تمیں مارخان کیا چاہیز۔“  
”تمیں مارخان ہماری طرف اسے کہتے ہیں جو روزانہ تیس غلیان مار لیتا ہو۔ اس لئے وہی صحت کو بھی تیس مارخان کہتے ہیں۔“

”محے اب تمہاری کسی بات پر اشمار نہیں رہا۔“ رونا نے کہا پھر فریدی کو چاہیب کر کے بولی۔ ”یہ کہہ رہا ہے کہ تم ایک معبوی کسان کے بیٹے ہو اور خود یہ زار روس کے خاندان سے قلع رکھتا ہے۔“

”محک کہتا ہے۔“ البروفو نے کہا اور سارے سکانے لگا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔  
”البروفو ایک بات مجھے میں نہیں آتی۔“ ذی گاریکا چھ سوچتا ہوا بولا۔ ”آخر تم میرے لئے اتنی تکلیفیں کیوں اٹھا رہے ہو۔“

”میں تم سے پہلے تھی کہہ چکا ہوں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”محے ڈان وست اور انفریڈو کی گرنیش توڑنی ہیں۔ انہوں نے اندن کے ایک ٹاٹ کلب میں بیری سخت توہین کی تھی۔“

”تو ڈان وست کا یہ بیان صحیح تھا کہ اسکا اندن میں چند پرکالیں بے جگڑا ہو گیا تھا۔“  
”بالکل صحیح تھا۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم ذرا اپنا پاپسورٹ مجھے دے دو۔“

”کیوں؟ کیا کرو گے۔“  
”تمہارے لئے کی تصور چاہیے۔“

”ذی گاریکا نے فریدی کو پاپسورٹ دے دیا۔“  
”انور اپھر آؤ۔“ فریدی نے انور کو اپنے چھچھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر دوسرا کمرے میں پہنچ کر اس کی طرف مڑا۔ ”محے خوشی ہے کہ اس وقت آنکھوں کی رنگت کام آگئی۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“  
”تمہاری آنکھیں بھی بزر ہیں۔ میں تمہیں ذی گاریکا کا لڑکا بناؤں گا۔“ اس طرح تم اس کے پاپسورٹ پر سفر کر سکو گے۔

”اوہ.....! تو اگر تیس عقیل سال کے ہیں تو کون سے بڑے تیس مارخان ہیں۔“ حمید نے منہ بنا کر کہا۔

”تمیں مارخان کیا چاہیز۔“  
”تمیں مارخان ہماری طرف اسے کہتے ہیں جو روزانہ تیس غلیان مار لیتا ہو۔ اس لئے وہی صحت کو بھی تیس مارخان کہتے ہیں۔“

”اگر وہ ذی گاریکا کے لئے کوئی کر کے اس کی تھکنہ دیکھتا تو میں کبھی اس کی بہت نہیں کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ مغول کی تصویریں انجارات میں ضرور شائع ہوں اور پھر تم اس کے پاپسورٹ کے ذریعے سفر نہ کر سکتے۔“

فریدی نے سوت کیس سے میک اپ کا سامان نکالنا شروع کیا۔ پھر انہیں ایک میز پر پھیلا

کراور کی طرف مڑا۔  
”بیض اوقات مجھے اس بھان میں کے سواغت برہی آئنے لگتے کہا جاتے ہے“  
فریدی نے سکرا کر کہا۔

”خدا اس کی کردی پڑھ جاؤ۔ ممکن ہے تمہیں تھوڑی سی تکلف بھی ہو، بلکہ ممکن ہے اس سے تین ڈن ڈھنگی آجائے ہیں۔ مگر میں حتی الامکان احتیاط رکھوں گا۔“  
”لے رکھنے کا وقت میں ڈنڈلٹ اسلام اک نامانی رکھا۔“  
”تھوڑی دیر بعد اور کوئی ایسا محسوں ہوتے ہیں کہ مجھے برہی ترمیم خواہی ہو۔“  
”بسط کے بیچارے لفڑیاں ایک ٹھنڈے بعد فریدی نے اسے ایک آئندے کے سامنے لٹھا کر دیا۔ اور  
بے اختیار چوک پڑا۔ ذی گاریکا کا پاسپورٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔ مجھی وہ اس کے لڑکے کی  
تصویر کی طرف دیکھا اور مجھی آئندے کی طرف۔“

”کمال کر دیا۔!“ وہ فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔ ”اس نے میں مجھی شاید ہی کوئی آپ کی  
لکڑ کا نکلے۔“

”پھر وہ دوپوں اس کرے میں آئے تھے جہاں ذی گاریکا وغیرہ شے ہوئے تھے اور کوئی  
جس پروہ پسل سے نشانات لکرا رہا تھا۔ اس نے اپنی چارٹ بھی بنا کے ہے تھے میں وہ ایک ایک  
کر کے چاہا کر پھیکتا جا رہا تھا۔ آخر کار وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر مک پڑھو تو قاریکا پھر ایک  
سکار سلاک کر اس کرہے میں آیا جہاں ذی گاریکا وغیرہ دوسرے غیری تیاریاں کر رہے تھے۔“

”میراچ۔!“ ذی گاریکا اپنے اختصار چھا اور پھر تھیر ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔  
”یہ انور ہے۔“ فریدی نے کہا اور ذی گاریکا کے چہرے پر گہری ادا کی پھیل گئی۔  
”رمانا روحی تھی۔ ذی گاریکا کے ہوفٹ کلپانے لگے اور اس نے اپنی چوہہ دوپوں ہاموں  
سے چھالا۔“

”ذی گاریکا۔!“ فریدی عتنی کم آوار میں تول۔ ”مجھے افسوس ہے میں اس کے سو اور  
کوئی چارہ نہیں تھا۔“

”میں اس حالت میں سفر کیے کر سکوں گا۔“ ذی گاریکا گھٹی گھٹی آوار میں بولا۔  
”تمہیں رہاں نہ ڈنڈا تو ہاتھ نہ ڈنڈا۔“ اس ایسا نامک نہ ڈنڈا۔

”ہم سے کام لو۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم مرد ہو۔... اور ایک جگہ جو ساختی۔“  
”رمانا کیے زندہ رہے کے کی۔ اس کے سرہ بھائی کام شہیر۔“ ذی گاریکا کی آوار ملنے  
میں پھنس گئی۔

”اللہ تعالیٰ نے اس نامہ لیا۔“ نامہ اس نامہ لیا۔

”میں دل پر پھر رکھوں گی۔“ رمنا نے گر کر تھی ہو گئی۔ اس کی بھیگی ہوئی آنکھوں سے  
نسمے کی آنچھی ٹھکلی ریعنی تھی۔ اس نے چکا ہوٹ دا ٹوٹ میں لے ادا کر لیا اور پھر رہا تو قاریکا اور میں بولی۔  
”ہمیں اولیاری کے قتل کا انتقام لیتا ہے۔ میں وہاں وہست اور اس بے ساچیوں کے لئے اونے  
اپنے گھنگریا لے بالوں کو سرخ کروں گی۔ اس نے پڑیاں کی اولیاری کا ہم ٹھکل میرے رخ  
ماڑ رکھ گا۔ انتقام کی آگ بھڑکانے لگئی اور میں وہاں وہست پر زور بہاری ترمیم خواہی ہو۔“  
پھر وہ جوش میں بھری ہوئی بیٹھی تھی۔ ذی گاریکا کوئی تھی۔ اور کوئا پے دل کی وجہ کنوں  
دیکھ رہا تھا۔ کرے کی فضا پر ایک بو جھل کی خاموشی طاری ہوئی تھی۔ اور کوئا پے دل کی وجہ کنوں  
کی وجہ کپٹیوں میں محسوں ہوتے کی تھے۔ وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔“

”پھر کئی گھنٹے تک ان کروں میں ماتھی اڑات چاہے رہے۔“ ”جیسا لات بیٹھا۔“

”اس دو ران میں فریدی بہت زیادہ مشغول رہا۔ اسکے سامنے ایک بہت بڑا قشہ پھیلا ہوا تھا  
جس پروہ پسل سے نشانات لکرا رہا تھا۔ اس نے اپنی چارٹ بھی بنا کے ہے تھے میں وہ ایک ایک  
کر کے چاہا کر پھیکتا جا رہا تھا۔ آخر کار وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر مک پڑھو تو قاریکا پھر ایک  
سکار سلاک کر اس کرہے میں آیا جہاں ذی گاریکا وغیرہ دوسرے غیری تیاریاں کر رہے تھے۔“  
”میں اک دھانی کشی کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔“ فریدی نے اس سے لہا۔ ”تم اک از۔“  
”انتظام کمل رکھو۔“ ”کہا تو نہ تھا۔“ میں اس نامہ کی تھی۔ ”آہ، لیں جاتے ہی نہ ہی۔“ ”جیسا  
لے لے دیں بھی چل جاؤ۔“ ”میں دیکھنے پڑھا۔“ ”ہمارے بیان نہ پڑھنے نہ ہے۔“ ”جیسا  
لے لے دیں۔“ فریدی نے کہا اور باہر نکل گیا۔

اور محسوں کر رہا تھا کہ ذی گاریکا اور رمنا اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے چھکاتے  
ہیں۔ اس نے وہاں بیٹھنا مناسب نہ سمجھا۔

رات آہستہ آہستہ بھگتی جاری تھی۔ انور اکتا رہیں گے والی خاموشی سے تک آگیا تھا۔ اسے  
ایسا محسوں ہو رہا تھا جیسے وہ لاشوں اور سوکھی ہوئی ہڈیوں کے ڈھانچے کے درمیان وقت گزار رہا  
ہے۔ حالانکہ اسے جیل دشک قہقہوں نے لختی تھی میں ان وفت اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کاش وہی  
اس قبرستانی فھا کا خاتمہ کروئیں اور میں۔“ ”لے لیا جائیں۔“ ”لے لیا جائیں۔“ ”لے لیا جائیں۔“

اں کے ملک کی خیریہ اپنی کے افراد و پیٹ اسچھے اس کے بعد وہ اور حیدر ڈان ونگٹ کی سراغ  
دی میں مصروف ہو گئے۔

اور ڈی گاریکا اور رہمنا کے ساتھ شہزادہ وہ مخون کرنا تھا کہ فرضت کے محاذ میں  
رمانا زیادہ تر غیر مستقل مراج اور کھلنڑی لوکی ہے۔ لیکن وہ اس علاوہ میں اپنی سکے جلا جی کر  
جید جی نازر رہنی کے شایع خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔  
”لیکن مجھے اس پر یقین نہیں کہ البرفو پچھے طبقے سے تعلق رکھتا ہے“ رہمنا اور سے کہا۔

”میں بھلا اس کے تعلق کیا بتاسکا ہوں“ اور نے کہا۔  
”ہاں یہ میں بھی مخون کرتی ہوں کہ البرفو ایک لاپرواہ آدمی ہے۔ شاید وہ کبھی سوچتا ہی  
نہیں کہ دوسرا سے اس کے حلقہ کیا خال رکھے ہیں۔ بعض اوقات میں سوچنے لگتی ہوں کہ وہ شاید  
کسی دوسری دنیا کا آدمی ہے۔ میں نے ابھی اسکے چہرے پر جھن کے آنر فیل دیکھے۔  
مالاکر اس سفر نے ہمارا کچور نکال دیا ہے۔“

انور کچور نہ بولا۔ رہمنا تھوڑی دیر بعد پھر کہنے لگی۔  
”ڈان ونگٹ میری قوم کا تباہ اور ترین آدمی ہے۔ تھی رنی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس کی  
حیرت انگریز صلاحیتوں کے تعلق اپنے مشہور ہیں۔ مگر البرفو نے اسے بھی لکھت دے دی تھی  
اور اب وہ اسے جان سے مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ڈان الفرید ایک مشہور پہلوان ہے لیکن وہ  
سب محض البرفو کے خوف سے دم دیا کر جماں لکھ۔“

اور رہمنہ کے تعلق لگنگوک رہا تھا تھا۔ اس نے رہمنا کو دیکھ لپچھا۔

”تم اس سے پہلے بھی سی فور رومنی سے مل چکی ہو۔“

”نہیں میں نے اپنی آج تک نہیں دیکھا۔“

”تو کیا اسے تمہارے چڑیے کا عمر انہیں دیا جائے گا۔“

”ہاں.....“

”لیکن تم اس کے لئے کیا بیوٹ بیٹھ کر دیگی کہ وہ شہزادی رومنی ہے۔ کوئکہ تمہاری قوم تو  
یر جاتی ہے کہ وہ بچپن میں قتل کر دی گئی تھی۔“

ایک بجے فریدی والیں آیا تھا۔ کسی کا انتظام ہو گیا تھا اور اب رات ہی رات وہاں سے  
روانگی کی تجویز پر غور کیا جا رہا تھا۔ آخر فریدی ہی کی رائے سب کو تھنگ بونا رہا۔ سامان ایک  
اٹش ویگن پر رکھا گیا اور وہ سب ساحل کروانے ہو گئے۔

”تم آخراستے خاموش کیوں ہوں؟“ اور نے حید سے پوچھا۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”فریدی صاحب کو مجھ سے خدا ہو گئی ہے۔“ حید نے کہا۔

”آخربات کیا ہے؟“

”تمہیں اولیاری کی شکل میں لانے کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں تھی۔“ حید جلا کر بولا۔

”ظاہر ہے کہ اب رہمنا کی سکر، میں یے جان ہو کر رہ جائیں گی۔“

”اوہ ایہ بات ہے۔ حید تم بڑے ذیوٹ ہو۔“

”تم خاصے احتی ہو۔“ انور نہ پنا کر بولا۔

”اور مجھ سے بھی زیادہ احتی تم ہو کہ ایک عورت ہی کے لئے موت کے من میں کوئے  
جارہ ہے ہو۔“ حید نے تھی لبھ میں کہا۔ اور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ باہر پھیلے ہوئے اندر ہرے  
میں گھر رہا تھا۔

## حید کا عشق

لیکن تیزبرین سے جرالتیکی کے بھر میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ آہستہ آہستہ  
رمونا اور ڈی گاریکا کی افسردگی دور ہوتی جا رہی تھی۔ اس دوران میں وہ سب ایک دوسرے سے  
کافی بے تکلف ہو گئے تھے۔ جرالتیکی کے فریدی نے ڈی گاریکا سے وہ مقامات علوم کے جہاں

فیصلہ "بخاری قوم کی ایک بہت بڑی شخصیت اس راز سے واقع نہیں بھاری نہیں پہنچو، مگر باپ پھر.....!"

نہ سلت لے" اور اگر حاکم وقت بنے اسے بھی جھلداری تو؟ اور نے سگر بٹ سلاکتے ہوئے بوجہ

سائنس کے وہ مقدس باب پر جھلائیے کہ ہمیں نہیں کر سکا۔" ملکہ، اسیں تھی خوبی تھی

"یہ کورائے عامہ بدلتے دری نہیں لگتی، اور پھر حکمرانوں کے پھکنڑے، ہوسکا کے مقرر بات کی ایسی پوزیشن ہو جائے کہ عوام نہیں اسے جھوٹا سمجھے گیں۔" رونما خاموش ہو گئی پھر تھوڑی زیر بعد بولی۔

لے اے۔" اے۔" بڑا دیوالی کے لئے ایسا کہا۔

لے اے جس "میں اس سے زیادہ نہیں چاہتی۔ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو گی جبکہ تو میرا باب جدوجہد کرنا

دوست ہے۔" تھیں ملکہ، اس نے تھا۔ ایسا یہیں کہا۔ اسے گفتگو ہوئی رہی تھی کہ ڈی گاریکا آگئا۔ اور نے اسے سوالات دہرائے شروع کئے

ڈی گاریکا خاموشی سے ستارہ پھر سکرا کر بولا۔

"میں اگر اس کے امکانات نہ ہوتے تو میں اتنی جدوجہد کیوں کرتا۔ میں یہ کیوں چاہتا ک

ہے؟ ان وضعت کو دار الحکومت پہنچنے سے پہلے عی پہنچا جائے۔ میں اسے ساتھ غیر ملکیوں کو کیوں

کے لئے جانا جکر یہ حرکت بخاوت کے مترادف ہے۔" لے اے جنکے لئے اسے کہا۔

"میں نہیں امکانات کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" "لے اے جنکے لئے اسے کہا۔

"رمولی کے جسم پر ایک ایسا نشان موجود ہے جو شایع خاندان کے افراد کے علاوہ اور کسی

کے جسم پر نہیں ہوتا۔" ڈی گاریکا نے کہا۔

انور بے اختیار پڑا۔ "لے اے جنکے لئے اسے کہا۔

"ڈی گاریکا میں پچھیں ہوں۔" اور جنے کہا۔ "مجھے چہتے ہے کہ البروف جیسا داش من

آدمی تمہارے چکر میں کس طرح پھنس گیا۔ بہر حال اس نے میری بھی می پیدا کی۔"

"کیوں؟ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" ڈی گاریکا نا خوشنگوار بجھ میں بولا۔

"لے اے کہاں میں ہالی وڈی کی گھٹا فلموں میں دیکھ کیا ہوں۔" اور سکرا کر بولا۔ "عالمی

ایک کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے شہنشاہ سلیمان کا خزانہ۔ رائے زیر بگرد کے ناویں کا عالم جس میں

ازیقہ کے شکاری کو اڑتھیں کو ایک ایسا جھپٹی لالا خا جس کے شیئے پر شایع نشان تھا۔" لے اے جو بھے۔" "تمہاری لسلے اس اعتباری کی وجہ میں نہیں سمجھ سکتا۔" ڈی گاریکا لھکتے بجھ میں بولا۔ "حالانکہ میں تمہارے سامنے تھی شہزادی رومولی نے ملکان چکا ہوں۔ اگر تم اسے سمجھتے ہو تو یہ بتاؤ کہ وہ بیرے ساتھ جانے کیلئے کیوں تیار ہو گئی تھی۔ میرا اس کی ذات سے کیا تعقیل ہو سکتا ہے۔" بھٹ انور خاموش ہو گیا۔ اسے اپنی حمایت پر غصہ آئے کا۔ ڈی گاریکا نے قاعدہ کی بات کی۔ اگر واقعی رشیدہ ہندوستانی تھی تو اس کا ایک غیر ملکی سے کیا تعقیل ہو سکتا ہے۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے خواہ خواہ ڈی گاریکا کو کبیدہ خاطر کر دیا۔

"مجھے افسوس ہے۔" انور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "حالات تھیں ایسیں نہ رکھنے ہیں کہ میرا داغ سوچے مجھے کی صلاحیت کو بیٹھا ہے۔ اگر میری باتوں سے جھینیں تعلیف پچھی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔" "جنت سا بیٹھا یا لیٹا۔" بھٹ انور کے پاس چکا ہوا۔

"نہیں بیٹے۔ کوئی بات نہیں۔ میں سمجھتا ہوں اور تمہارے لئے بھی فکر مند ہوں۔" رومولی تمہیں کی طرح چھوڑتا تھا جاتھے گی اور مجھے لیا کرنا ہو گا۔" بھٹ تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ کوئی غیر ملکی تمہارے جزیرے میں نہیں رہ سکتا۔" انور نے کہا۔ "میں تو مر رشیدہ کی زندگی کا خواہیں مند ہوں میں اسے دینا چاہتا ہوں اور اس سے۔" "لے اے۔"

"تم نیک اور شریف آدمی ہو۔" "لے اے۔" بھٹ انور کے پاس چکا ہوا۔

"لیکن مجھے خوف ہے کہ ڈاں ونگٹ اسے راستے ہیں اسیں نہ سعی کر دے۔" انور نے تشویشاں کے میں کہا۔ "لے اے۔" لے اے۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ اسے زندہ ہی لے جائیگا۔ لیکن فاگان ایک بارہ ہوڑکا چاہتا ہے۔" "لے اے۔"

"فاگان کون.....؟" انور نے پوچھا۔

"ہمارا حکمران فاگان کہلاتا ہے۔" رومولی فاگانی کہلاتے گی۔ تاہم اسی الیٹ کی تیسری ناگاہی۔ "لے اے۔" بھٹ انور کے پاس چکا ہوا۔

"تم نشان کے بارے میں کیا کہرتے ہے تھا۔" اور تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔

"ہاں میں تیر کر رہا تھا کہ اس قسم کے نشانات سرف شایع خاندان کے افراد کے جسموں

”اوہ.....!“ ذی گاریکا مٹھیاں بچھن کر بولا۔ ”آجئن میں میرا کوئی کچھ نہیں رکھ سکتا۔“  
”یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان ویسٹ اور یہ میکسیکو کے ہیں۔ لیکن حالانکہ بھجو لوک کہ بھاں  
میکسیکو کا راستہ ہمارے لئے مندوش ہے۔ میں اسی خدا ہوں تو راستہ بد دینا جائے۔“  
”پھر کون ساراستہ اختیار کرو گے؟“ ذی گاریکا نے پوچھا۔ ”کوئی نہیں۔“  
”کیوں نہ ہم لوگ میکسیکو کے بجائے جیکا جائیں؟“ ”لہوڑا۔“  
”بھلا جیکا کیسے جائیں گے۔ وہ برطانوی حکومت کا ایک حصہ ہے۔ بیوی کا زیکا نہ کہا۔  
”ایں میکسیکو کا۔ فریدی نے کہا۔“ جیکا نے ہم پھر واٹنگ کی طرف واپس آئیں  
گے اور واٹنگ سے پیراں اتنی لیڈز ایڈنگ میں آئیں۔ آں لامبا سدھائیں لے لیں۔“  
”اوہ اگر کوئی ویسٹ ہل گی تو۔“ ان آرٹس، لیون نے۔ ”سیدہ یاد۔“  
”یا تو وہ ہم سے پہلے نکل جائے گا۔ یا ہم اسے پہلے بچھ جائیں اسے داں کے علاوہ  
تیری صورت نہ ممکن ہے۔“ فریدی نے کہا اور شکار سکا نے لکھا۔ ذی گاریکا تھوڑی اور ٹنک کچھ  
سوچا رہا پھر بولا۔

”تم میکسیکو کہتے ہو۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“  
”مگر میری رائے اس کے حق ہے یہ۔ میکسیکو نہ کہا۔“ ”لہوڑا۔“  
فریدی کے علاوہ اور اب لوگ تو ایسا نظر وہ اسے ان کی طرف دیکھنے لگے۔  
”میرا تھیاں ہے کہ وہ تھیڈیکی میں بولاد۔“ پہلے ہم میکسیکو جائیں پھر وہاں کئے ہوں تو لوکا سفر  
کریں۔ اس کے بعد قطب جنوی سے گزرتے ہوئے جنم ریڈی ہو جائیں یہ۔“ ”لہوڑا۔“  
”بھروسہ۔“ ”اب۔“ فریدی نے چیخ کر کہا اور حیدر نے ہم جانشی کی اتنی اچھی ایکٹک کی کہ  
روتا بے اختیار نہ پڑی۔

ذی گاریکا بھی ہنسنے لگا۔ فریدی پھر بچھنے تھی والا تھا کہ روتا ہاتھ اٹھا کر بولی۔  
”اچھا باتیں بن۔ ابھی ہم لوگوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔“ ”تریڑے۔“  
”شوک سے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن کھانا تینیں میکوں یا جائے گا۔“ ایک ہال میں کھانا  
ٹھیک نہیں دیتے۔“ ”پہلے لہوڑا۔“ ”بے رانیہ یا انٹے کے پہلے۔“  
”لہوڑا۔“

میں پائے جاتے ہیں اور تخت کے وارث کے پر جو شان ہوتا ہے وہ سرے نشانات سے فرا  
عیف ہوتا ہے۔ یہ نشان بھوں کی سیداں پر ان کے سینوں پر ڈال دیتے جاتے ہیں۔ اس رسم کی  
ہب سے بڑی وجہ نہ ہے کہ ہمارے شاہی پیچے سن بلوغ کو بچھے سے پہلے وہ سرے مالک میں  
رکھے جاتے ہیں۔“

”لیکن فرضی نشان بھی تو پائے جاسکتے ہیں۔“ انور نے کہا۔  
”یہ ممکن ہے کوئی وہ نشانات شاہی میر کے ہوتے ہیں جو شاہی خزانے میں کافی احتاط  
کے ساتھ روکی جاتی ہے۔“

”نشان ڈالنے کا طریقہ کیا ہے۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“  
”یہ سہ پوچھو تو بہتر ہے۔“ ذی گاریکا آہستہ سے بولا۔ ”میں اسے پہنچیں کرنا۔“ لیکن برم  
بہر حال رسم ہے۔ چاہے وہ دھیانہ کیوں نہ ہو۔“

”اوہ۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“  
”مہتہ ہی خالماہی طریقہ ہے لوہے کی ہمہ گرم کر کے بچھ کے سینے پر داغ لگا کیا جاتا ہے۔“

”اوہ۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“ ”لہوڑا۔“  
”رومہ نے اپنے ہوت اس طرح سکوڑ لے جیسے وہ ان داغے جانے والے حصوم پھول  
کی تکلیف خدا پسینے پر محبوس کر رہی ہو۔“

”تمہارا جزوہ دنیا کا آٹھواں عجوب معلوم ہوتا ہے۔“ انور آہستہ سے بڑا رایا۔  
ذی گاریکا کچھ کہنے میں جارہا تھا کہ قدموں کی آہستہ سائی دی اور فریدی امیر واٹنگ ہوں  
اس کے پچھے جید چلا۔ اس نے آتے ہی انور کو گھوڑا شروع کر دیا۔ انور کچھ گیا کہ رومہ کے پاس  
ٹھہرنا اسے کھل گیا۔

”فریدی خاموشی سے ایک کری پر پیٹھ گاپ۔ ذی گاریکا اسے استقہامی نظر وہ سے دیکھ رہا تھا۔  
”ذی گاریکا۔“ فریدی نے اسے ٹھاٹپ کیا۔ ”تمہارے ملک کی ایجنسی کے لوگ تمہارا  
ٹلاش میں ہیں۔ ڈان ویسٹ بھاں سے چلا گیا۔ وہ تین اور اپنے بڑھا ریض جو بھاں بھی بیٹھ  
تھا، کل چار گئے ہیں اور ڈان افریدیوں کی رک گاپا ہے۔ غالباً وہ تمہارا راستہ دیکھ رہا ہے۔“

”لکھاں لکھاں لکھاں لے اگر دن نا۔ لکھاں لکھاں لیتھاں لیتھاں“  
”الدی“ کیوں؟ ذہنگ بمال میں کیون نہیں؟ ہم بال میں بھی ان سکنگے۔ ”رمونا نے کہا۔“

”الرونو کا خیال بھپک ہے، ذہنی گاریکا بولا۔“ جو شمعتھا دے رہا تھا الہ بھلید

”میں سینہ تھیں مینڈ نادوں گا۔“ حمید مکاری کر بولا۔ ملائیتھاں لالان لالان“

فریدی اسے پھر گھورنے لگا اور حمید نے بڑھپھر لایا۔ جو ملائیتھاں لالان لالان“

لچھڑی گاریکا نے ویٹر کو ملا کر کیرے عی میں کھانا لانے کے لئے کھا۔“

”آر کھانے کے دوڑاں میں خیسے نے لطفے شروع کر دیے۔“ رمونا ہر سات رہیں رہی میں۔

”اس لوکی کی خیریت نظر نہیں آتی۔ اور نے فریدی سے ایرو میں کہا۔“

”بھی کیا بتاؤں۔“ حمید کی یہ عادت میں آج تک نہیں چھڑا کا عورت اس کی سب سے

بڑی کمزوری ہے۔ لیکن ایک بیٹھ پہے کے حدود سے پاہر قدم نہیں نکالتا۔“

”تم لوگ تھیاں کی زبان میں لٹکو کر رہے ہو۔“ ذہنی گاریکا نے کہا۔“ مجھ ابھی ہوتے ہے۔“

”اور اپنی زبان میں کہ رہا ہے کہ اس کا داعی تو ازن بگرتا جا رہا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں نے ہر طرح اطمینان دلائیں کی کیش کیے۔“ ذہنی گاریکا بولا۔“

”میں بھی سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ کھانے میں مشغول ہو گئے۔

لچھڑا کھانا ختم کرنے پہنچے بعد فہیں گاریکا وہ سب کے لئے میں آرام کرنے کے لئے چلا گا۔

بہت تھک گیا تھا۔ بقیہ لوگ وہیں کیا پیتے کے تھے۔ ناٹ بی بہ بستہ تھا۔ لے لے۔

لے لے فریدی نے ایک گاریکا کر ہوتیں میں دیبا اور دیکھنے میں جا رہا تھا کہ رمونا نے اس کھنچ لیا۔

”تم ابہت کثیرت ہے۔“ گاری پیتے ہو۔“ رمونا نے کہا۔“ اپ بس۔“ فاہیں گاریکا لیا۔“

”تم ابہت کثیرت ہے۔“ گاری پیتے ہو۔“ رمونا نے کہا۔“ اپ بس۔“ فاہیں گاریکا لیا۔“

”اوہ! میرے پاپ کے متعلق کیا خیال ہے۔“ حمید نے اپنا پاپ ہوتیوں کے فکرے

ہوئے کہا۔

”اس سے بھی پھچھڑے خراب ہو جاتے ہیں۔“ رمونا بولی۔ ”لیکن اگر تمہارے پھچھڑے خراب بھی ہو گئے تو اس سے کوئی خاص نقصان نہ ہو گا۔“

”کیوں؟“

”تم ایک ناکارہ آدی ہو۔ صرف بال میں بہانا جانتے ہو۔“ رمونا نہیں کر بولی۔

”اب زندگی بیکار ہے۔“ حمید بیزاری سے بولا اور فریدی بے اختیار نہیں پڑا۔ اور بھی نہیں رہا تھا۔ شاید اس دوران میں وہ چہلی بار دل کھول کر پہاڑا۔

فریدی نے اپنی جیب سے ریشمی روپاں نکالا اور اسے اپنی گردن میں پھنسا کر دلوں سرے کے کھنچ لگا۔

”تو یہ کیا کرنے لگے،“ رمونا نے سکرا کر کہا۔

”خوشی۔“ حمید بھی بھی کی آواز میں بولا۔ اس کا چھرہ تھج سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں طنوس سے اعلیٰ پڑھی چھیں۔

”عجیب دیوارے آدی ہو۔“ رمونا نے کہا اور بڑھ کر اس کے دلوں ہاتھ پکڑ لے۔

”خیں نہیں۔“ مجھے رجائے دو۔“

”کیا فضول ہر کشیں کر رہے ہو۔“ رمونا جھلا کر بولی۔

”مر بھی جانے دو۔“ فریدی لاپرواہی سے بولا اور حمید روپاں کے گوشے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

”اوہ! تو آپ اپنی وجہی لے رہے ہیں۔“ حمید اردو میں بولا۔ ”میں دستبردار ہوتا ہوں۔“

”تم گدھے ہو۔“ فریدی جھلا کر بولا۔ ”مجھے پاگل کئے کہا تاہے کہ ہر لڑکی میں وجہی لیکھ لگوں۔ نہ جانے تمہارے دماغ میں کس قسم کے کیڑے کلکلاتے رہتے ہیں۔“

”میں احمق نہیں ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ آپ کی طرف جھک رہی۔“

”جھکنے دو۔“ فریدی بیزاری سے بولا۔ ”اس کے ہلنے سے دنیا کا نقشہ بدل سکتا۔ میں

الاقوامی سیاست بھی اپنی جگہ پر رہے گی۔ لیکن جھیں فی۔ بن ضرور ہو جائے گا۔ دماغ فراخمنڈار کھو رکھو دار۔“

”تو آپ اس میں وجہی لے رہے ہیں۔“

”ای بی نہیں چھٹے نہیں“ فریدی دانت میں کر بولا۔

”مکرینے لیں آپ ہونے والے بال بچوں کا بھی شکر یہ ادا کرتا ہوں۔“

ان دونوں کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ اس نے فریدی کو غصے میں دانت پیتے دیکھا تھا۔

”آخربات کیا ہے؟“ رونا نے ترشیح کار بجھ میں پوچھا۔

”تم پر بھالی زبان نہیں سمجھتیں۔“ فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں بالکل نہیں سمجھتی۔“

انور رونا کی آواز سنتے ہی کھڑکی کے قریب آگیا تھا۔

”بات دراصل یہ ہے۔“ فریدی بولا۔ ”تم نے اسے ناکارہ کہ کہ اس کا دل توڑ دیا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ میں واپس لوٹ جاؤں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ ناکارہ آدمی نہیں ہے۔ ابھی اس کے کارنا سے تمہاری نظر وہ سے نہیں گزرے۔ ایک بار یہ غصے میں ایک جھکی ہاتھی کی دم پکڑ کر لکھا تھا۔

”میں نے تو مذاق میں کہا تھا۔“ رونا نے مقدرت طلب انداز میں کہا۔ پھر وہ حید کو

خاطب کر کے بولی۔ ”تم برا مان گئے۔“

”پہلے نہ اپنے کاراہ کر رہا تھا مگر اب نہیں۔“ حید نے کہا اور پاپ پیتے لگا۔ فریدی نے انور کو آزادی دنوں سفر کے متعلق گفتگو میں مشغول ہو گئے اور حید رونا کے ساتھ بالکوئی میں چلا گیا۔ فریدی نے اسے بھی مشورے میں شریک کرنا چاہا تھا لیکن پھر یہ سوچ کر ارادہ ملوی کر دیا کرنی الحال حید کوئی قاعدے کی بات نہیں کر سکتا کیونکہ رونا اس کے سر پر طرح سوار تھی۔

حید بالکوئی میں رونا سے کہہ رہا تھا۔

”تم دنیا کی حسین ترین بڑی ہو۔“

”اور تم بالکل کنگارو معلوم ہوتے ہو۔“ وہ ہوٹ سکوڑ کر بولی۔

”چلو میں کنگارو عیسیٰ لیکن میں زندگی بھر تمہاری تعریف کرتا رہوں گا۔“

”کیا یہی ہے کہ تم ہاتھی کی دم پکڑ کر لکھ کرے تھے۔“

”ہاں مگر وہ ہاتھی مردہ تھا۔“

”کیوں فضول یا تم کر رہے ہو۔“

”ارے تم البروفو کی باتوں میں آتی ہو۔ وہ میرا مٹھکہ اڑا رہا تھا۔“

”لیکن وہی سالک کو تو تم پکڑ لے گئے تھے۔“

”اُس نر تھیں پکڑ دھڑا اور مار پیٹ سے اتنی دببی کیوں ہے۔“ حید نے جھنجلا کر کہا۔

”محضے ٹھراور بے خوف آدمی اچھے لگتے ہیں۔ البروفو کی میرے دل میں بہت عزت ہے۔“

”اوہ میری.....!“

”تم نے کیا ہی کیا ہے۔“

”اچھا تو میں اب دکھادوں گا۔“ حید اکٹھ کر بولا۔

”کیا دکھادو گے۔“

”اپنی زبان.....!“ حید نے کہا اور اپنی زبان نکال دی۔ رونا میں پڑی۔

”تمہاری باتیں صحیح اچھی لگتی ہیں۔“

”تو ہم دونوں تھیں اچھے لگتے ہیں۔“

”میں نے یہ تو نہیں کہا۔“ رونا جلدی سے بولی۔ ”تم بڑے شیطان معلوم ہوئے ہو۔“

”بڑا نہیں چھوٹا کہو۔“ بڑا شیطان تو البروفو ہے۔

”میں تم دونوں کی عزت کرتی ہوں۔ اچھا مجھے البروفو کے بارے میں بتاؤ۔“

”کیا بتاؤ۔“ حید مختندی سائنس لے کر بولا۔ ”وہ تمہاری ذرہ برادر ہی پروادا نہیں کرتا۔“

”تم پھر بیکنے لگے۔ میں تم سے یہ کب پوچھ رہی ہوں۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اس سے

مجھت کرنے لگی ہوں۔“

”قطعی نہیں۔ قطعی نہیں۔“ حید سر ہلا کر بولا۔ ”مجھت تو تم مجھ سے۔!“

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ رونا نے جلا کر کہا اور کرے میں چل گئی۔

حید اس طرح آمان کی طرف دیکھنے کا جیسے چرخ کی رفتار کو گھونسہ رسید کر دے گا۔

## ایک دشمن

دوسرا دن صبح وہ لوگ ایک اسٹرپر جیکا کے لئے روانہ ہو گئے۔ ڈی گاریکا جیکا جانے کی مخالفت کر رہا تھا۔ لیکن فریدی نے اس کی ایک نہ سنبھالی۔ ڈی گاریکا کی پریشانی کا باعث دراصل یہ چیز تھی کہ اس کا پاسپورٹ صرف میکیکوںکا تھا۔

اس کی بھیجی میں نہیں آ رہا تھا کہ فریدی جیکا میں کس طرح اتر سکتا تھا۔  
”تم ڈرونہیں۔“ فریدی نے اس سے کہا۔ ”تمہاری حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں۔ تم دیکھنا کر میں جھینیں کس صفائی سے نکال لے جاتا ہوں۔“

ڈی گاریکا اس جواب سے مطمئن ہوا تھا یا نہیں لیکن انور کے لئے اس ایجاد کی تفصیل جانتی ضروری تھی۔ خود اس کی بھیجی میں نہیں آ رہا تھا کہ فریدی ان لوگوں کو جیکا کس طرح لے جائے گا۔ لہذا اس کے مزید استفسار پر فریدی کو بتانا ہی پڑا۔

”جرمن سائنسدان ٹینن لے کی تباہ کن ایجاد پر سے پرداہ اخھانے کے سلسلے میں میری کچھ اور پوزیشن ہو چکی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں اب دولت مشترک کے ساتھ مالک میں بغیر کسی دشواری کے داخل ہو سکتا ہوں۔ میں نے جیکا میں پیش آنے والی دشواریوں سے متعلق انپکڑ براؤن کو ایک کیبل روانہ کیا تھا جس کا جواب آ گیا ہے۔ اسکا لینڈنگ کی طرف سے جیکا کے چمک سراغ رسانی کو ہمارے متعلق اطلاع دے دی گئی ہے لہذا ہاں کوئی دشواری بھی نہ آئے گی۔“  
اور مطمئن ہو گیا۔ ڈی گاریکا بھی کچھ پرسکون نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ وہ البروفو کی غیر معمولی قوتوں سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔

اسٹرپر مسافروں کی کثرت نہیں تھی کیونکہ وہ اسٹرپر دراصل تجارتی سامان بار کر کے جمکا کی طرف جا رہا تھا۔ عرش پر تو ایک تنفس بھی سفر نہیں کر رہا تھا۔ سارے مسافر کیسیوں میں تھے۔  
موم ٹھیک ہونے کی وجہ سے سمندر میں تھوچ نہیں تھا۔ لہذا اسٹرپر سبک روی کے ساتھ اپنا راستہ طے کر رہا تھا۔ دن بھر یہ لوگ اپنے کیسیوں میں رہے اور شام کو ریستوران میں اکٹھا

جا سوکی دنیا کا بار ہواں ناول ”موت کی آندھی“ جلد نمبر 4 ملاحظہ فرمائیے۔

ہو گئے۔ لیکن فریدی کا کہیں پڑھنے کا تھا۔ پانچ بجے کے قریب وہ ریستوران میں آپ۔ کری گھیٹ کران کے قریب بیٹھ گیا۔

”اب تم لوگ مجھے البروفو کہہ کر مخاطب نہ کرنا۔“ وہ آہستہ سے بولا۔

”کیوں؟“

”ڈاکن الفریدی وہ جہاز پر موجود ہے۔“

”مارے.....!“

”ہاں اس نے ڈاکنی لگا رکھی ہے۔ لیکن میں آسے اچھی طرح بیچان گیا ہوں۔“

یہ ٹھنگو ہو رہی تھی کہ ایک باور دی قسم کا پاریش آدمی ریستوران میں داخل ہوا۔

”ہاں تو صاحبان.....!“ فریدی بلند آواز میں بولا۔ آپ لوگوں کو مل کر بڑی خوشی ہوئی  
مجھے اہمین اور ایتنی باشدنوں سے عشق ہے میرے ساتھی نے آپ لوگوں کی بڑی تعریف کی ہے۔“

آنٹانے نے ڈی گاریکا پر ایک اچھتی سی نظر ڈالی اور قریب کی ایک میز کے پاس بیٹھ گیا۔

فریدی بلند آواز میں بھی کئی طرح کی باتیں کرتا رہا۔ ہمہ حال وہ آنے والے پر یہ ظاہر کرنا  
چاہتا تھا کہ وہ ڈی گاریکا سے جہاز پر واقف ہوا ہے۔

وھٹا آنے والے کی نظریں انور کی طرف اٹھ گئیں جو اولیاری کے بھیں میں تھا۔ وہ بے اختیار چوک پڑا۔ پہلے اس کے ہوت تھوڑے سے کھلے پھر آنکھیں پھیل کر رہ گئیں چند لمحے تک ایسی حالت میں رہا پھر قریب بیٹھ گئے ہوئے لوگوں نے اس کی کری کی چیز چاہتی کی آوازی اور وہ لمبر کر فرش پر آ رہا۔ چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور اس کے گرد بھیڑ لگ گئی۔

”انور،“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”اپنے کہیں میں جاؤ۔“ اور اس وقت تک باہر نہ لکنا جب تک میں نہ آ جاؤ۔“

انور چلا گیا۔ ڈی گاریکا وغیرہ جیوانی سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ فریدی بھیڑ ہٹا کر بے ہوش آدمی کے قریب بیٹھ چکا تھا۔

”بہت جاؤ۔ بہت جاؤ۔“ وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”مقدس باب پیشوں ہون گئے ہیں۔ لڑکے ایک گلاس پانی لاؤ۔“

”تم دونوں روی ہو۔“ پادری نے پوچھا۔  
”جی ہاں..... لیکن ہم رونم کیتوںکیں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔  
”ہم دونوں پر آسمانی باپ برکتیں نازل کرے۔“ پادری نے ہاتھ اٹھا کر دعا دی۔  
”ان دونوں کے لئے شگون کی دعا سمجھے۔“ فریدی نے ڈی گاریکا اور رونما کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”ڈی گاریکا کا بینا اس سفر میں اچاک ان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔“

”کہاں.....؟“  
”ہندوستان میں..... اور اب یہ میکیکو جا رہے ہیں۔“

”میکیکو.....!“ پادری نے حیرت سے کہا۔ ”مگر یہ جہاز تو جیکا جا رہا ہے۔“

”یہ ہسپانیو لاکی بندرگاہ آپس پر اتریں گے۔ پھر وہاں سے میکیکو جائیں گے۔“

”بردا چکر پڑ جائے گا۔“ پادری نے تشویشناک لمحے میں کہا۔

”کیا کیا جائے۔“ فریدی غم اگنگی لمحے میں بولا۔ ”میری ان کی ملاقات اسی جہاز پر ہوئی ہے۔ ان کی دکھ بھری کہانی سنکر بردا افسوس ہوا۔ بات یہ ہے کہ لڑکے کی ماں ہسپانیو لاکی میں ہے یہ ایسی خبر ڈاک کے یا تار کے ذریعہ نہیں سنانا چاہتے۔“

”میک ہے میک ہے۔“ پادری نے کہا۔ ”بردا افسوس ہوا۔ خدا انہیں صبر دے۔“

تحوڑی دیر میک خاموشی رہی پھر پادری اٹھتا ہوا بولا۔

”اچھا میرے بچو! آسمانی باپ تمہاری خلافت کرے۔“

”آپ کمزوری محسوس کر رہے ہوں گے۔“ فریدی نے کہا۔ ”چلنے میں آپ کو کہیں تک پہنچاؤں۔“

پادری نہیں کرتا رہا۔ لیکن فریدی نے سہارے کے لئے اپنا ہاتھ پیش ہی کر دیا۔ پادری کو اس کے کہیں تک پہنچا کر فریدی لوٹ آیا۔ ڈی گاریکا تحریر تھا۔ اس نے حمید کو بلا کر کچھ ہاستیں دیں پھر حمید رسوتوران سے چلا گیا۔

”یہ سب کیا تھا۔“ رونما بے صبری سے بولی۔ ”انور کہاں گیا۔“

”تم بتاؤ۔“ فریدی کرشی کھنچ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ اس کے ہوتوں پر شرات آئیز گاریکا ہیں۔ یہی نور رونما۔ یہ میرا ساتھی حمید یوف ہے اور میں فرید یوف۔“

وپیر لپک کر پانی کا گلاس لایا۔ فریدی نے اس کے گلے میں لگی ہوئی صلیب کو نہامت احترام کے ساتھ اس کے سینے پر رکھ دیا اور گلاس لے کر اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دینے لگا۔ تھوڑی دری بعد پادری کو ہوش آ گیا۔ فریدی نے اسے سہارا دے کر بیٹھا دیا۔  
”مقدس باب! اب طبیعت کیسی ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”ٹھیک ہوں۔“ پادری چاروں طرف دیکھ کر گھبرائے ہوئے لمحے میں بولا۔

”اچھا تو اٹھئے آپ بہت نحیف معلوم ہو رہے ہیں۔“ فریدی اسے اٹھا کر اپنا میز کے قریب لایا۔ سب بیٹھ گئے۔ رونما انور کی کرسی پر بیٹھنے جا رہی تھی مگر فریدی نے اسے دوسرا کری پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انور کی کرسی خالی ہی رہی۔  
پادری بار بار خالی کری کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”مقدس باب! آپ بہت نحیف معلوم ہو رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”برادری مغلاؤں۔“

”نمیں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔“ پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”محضے اختلاج قلب کے دورے پڑتے ہیں اس وقت بھی دورہ ہی پڑا تھا۔“

فریدی نے اس پر افسوس ظاہر کیا۔  
پادری تھوڑی دری تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہنے کے بعد انور کی کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”یہ کہاں گیا۔ تم سب سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔“

”کون.....؟“ فریدی چوک کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس کری پر کوئی نہیں تھا۔“

پھر اس نے رونما کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

پادری کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار بیدا ہوئے لیکن اس نے جلد ہی اپنی خالت پر قابو لایا۔

”ہو گا..... ممکن ہے مجھے دھوکہ ہوا ہوتا ہے حال آپ لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔“

بیتیہ سفر آرام سے کٹ جائے گا۔“

”ہم ہر حال میں خدمت کے لئے تیار ہیں۔“ فریدی قدرے جھک کر بولا۔ ”یہی نور ڈیا گاریکا ہیں۔ یہی نور رونما۔ یہ میرا ساتھی حمید یوف ہے اور میں فرید یوف۔“

”میں دلیر کہاں ہوں؟“  
 ”غیر... تم اپنے منہ سے تو اپنی تعریف کرو گئیں... مگر...!“  
 وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ حمید آگیا۔  
 ”کیوں تم کیوں چلے آئے؟“ فریدی اسے گھور کر بولا۔  
 ”آپ مزے کریں اور میں دھکے کھاؤں۔“ حمید نے اردو میں کہا اور بیٹھ گیا۔ ”اب ڈیٹی  
 بد جائے تو اچھا ہے۔ آپ جا کر اس الفریڈو کے پٹھے کوتا کئے اور میں آپ کے فرائض انجام  
 دوں گا۔“  
 فریدی اسے قہر آؤ دنکتروں سے گھور رہا تھا۔ ”بیہودے“ وہ آہستہ سے بڑا ہوا۔  
 ”تم اپنی طرح مجھے بھی سمجھتے ہو۔ کسی دن کسی عورت ہی کے ساتھ مارنے جاؤ گے۔“  
 ”کیا بات ہے؟“ رونا نے پوچھا۔  
 ”کچھ نہیں...!“ حمید نے بس کر کہا۔ ”ذرا الفریڈو کے پیٹ میں درد اٹھا ہے ان سے  
 کہہ رہا ہوں کہ جا کر کوئی اعلیٰ قسم کا چورن جھوپڑی کر دیں۔“  
 ”ٹھیک سے بتاتا...!“ رونا نے کہا اور فریدی اٹھ کر چلا گیا۔  
 ”چھوڑو بھی..... البر و فو پر خون کی پیاس سوار ہے۔ چلو عرش پر چلیں... اس وقت ڈوبتا  
 ہوا سورج بڑا حسین لگ رہا ہوگا۔“  
 ”خھوڑی دیر بعد رونا عرش پر جہاز کی رینگ سے لگی ہوئی حمید سے کہہ رہی تھی۔  
 ”البر و فو کبھی آدمی معلوم ہوتا ہے اور کبھی کچھ اور۔ اجب وہ ذرا الفریڈو کو سہارا دینے جا رہا  
 تھا تو مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی خانہ اور بھیڑیا کسی بکری کے بچے کو سہارا دینے جا رہا ہو۔  
 نہ جانے کیوں میں نے کچھ اس کی آنکھوں میں خون کی پیاس دیکھی تھی۔“  
 ”ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔“ حمید بس کر بولا۔

دونوں کافی دیرینک عرش پر کھڑے رہے پھر رات کی سیاہی نے دیوبیکر موجودوں کو آہستہ  
 آہستہ خوفاک بنا دیا۔ ہوا تیر ہوتی جا رہی تھی۔ جہاز سے نکرانے والی لمبڑوں کی ہلکی ہلکی بوچھاڑ  
 ان کے چہروں پر نمی کھیرنے لگی تھی۔ وہ اپنے کیسینوں کو لوٹ آئے۔

مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔  
 ”میں کچھ نہیں سمجھی۔“  
 ”مقدس باب اور کو اولیاری کا بیہوت سمجھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔“  
 ”اوہ! تو وہ ذرا الفریڈو تھا۔“ ذی گاریکا چل کر بولا۔  
 ”ہاں.....!“  
 ”اس لئے انور کو کچھ تھم نے بہوت بنا دیا۔“ رونا اپنی بھی ضبط کرتی ہوئی بولی۔  
 ”اور اب میں نے انور کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ فی الحال اپنی اصل صورت میں آجائے۔  
 ذرا الفریڈو بھری طرح خاافت ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ آج اپنے ساتھیوں کو داڑلیں کے  
 ذریعے پیام بیخنے کی کوشش کرے۔ میرا ساتھی اس کی گمراہی کر رہا ہے۔“  
 ذی گاریکا پچھتے بولا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پائے جا رہے تھے۔ رونا پر  
 ہمیں اس کے باپ کی بدلتی ہوئی کیفیت نے ہر اثر ڈالا تھا۔  
 ”تم خاموش کیوں ہو گئے۔“ فریدی بس کر بولا۔ ”میں اس کے چیقری سے اڑا دوں گا۔“  
 ”ممکن ہے وہ تہرانہ ہو۔“ ذی گاریکا نے فکرمند لمحے میں کہا۔  
 ”اوہ چھوڑو بھی۔“ فریدی سگار نکال کر ہونٹوں میں دبانتا ہوا بولا۔ ”تم کچھ تھکے تھکے سے  
 نظر آ رہے ہو۔ جا کر آ رام کرو۔ میرا ساتھی الفریڈو پر کڑی نظر رکھے گا۔ تھوڑی دیر بعد انور بھی اپنا  
 کام شروع کر دے گا اور ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ الفریڈو تہرا ہے یا اس کے ساتھ کچھ اور  
 بھی ہیں۔“  
 تھوڑی دیر بعد ذی گاریکا بھی اپنے بکین کی طرف چلا گیا۔  
 ”روناتم بھی ڈر رہی ہو۔“ فریدی نے کہا۔  
 ”نہیں میں باپ کی وجہ سے فکرمند ہوں۔“  
 ”وختی بڑی تھمارے اندیشے فنول ہیں۔ ہنسو، مسکراو، قہقہے لگاؤ۔ زندگی اسی کا نام ہے۔“  
 ”میں بس تو رہی ہوں۔“ رونا کے ہونٹوں پر ایک بے جانی میں مسکراہٹ پھیل گئی۔  
 ”تمہاری گفتگو نکر میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تم بہت دلیر ہو۔“

رہ گئی۔ ڈان الفریڈ و فریدی کی گرفت سے نکل جانے کی جدوجہد کر رہا تھا۔

”روشنی گل کرو۔“ فریدی پھر بولا۔ ”ڈی گاریکا نے بڑھ کر سوچ آف کر دیا۔ ڈان الفریڈ و اپنے مت سے فریدی کا ہاتھ اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دیکھنے ہی دیکھنے فریدی نے اسے اپنی کمر پر لاد لیا اور تیری سے باہر نکلا۔ ڈی گاریکا اور رمنا بھی اس کے پیچے تھے۔ ریلینگ کے تریب پیچ کر فریدی جھکا۔ یہاں پھر دونوں میں جدوجہد ہونے لگی اور پھر دوسرے ہی لمحے فریدی خالی ہاتھ کھڑا تھا۔

”چیک کر دیا۔ تم نے اسے چیک کیا۔“ رمنا زور سے چھپی۔ فریدی جھپٹ کر اس کے قریب آیا۔

”بیوقوف احمد۔“ اس نے آہستہ سے جھلائے ہوئے لمحے میں کہا۔ ”چپ رہو۔ چلو بھاگ چلو۔ جلدی کرو۔ قدموں کی آہمیں سائی دبے رہی ہیں۔“

وہ بیجوں کے بل کیben میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

”تم نے بہت بُرا کیا۔“ فریدی نے آہستہ سے رمنا سے کہا جو اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔

”غلطی ہوئی۔ غلطی ہوئی۔ البر و نو اگر تم نہ ہوتے۔“ اس کی آواز گھشت گئی اور اس کے ہونٹ فریدی کی پیٹھانی سے جا لگی۔

”بیوقوف بُرکی۔“ فریدی یک بیک پیچھے ہٹ کر بولا۔ ”ہوش میں رہو۔ ہوش میں۔“

”کیا بات ہے۔“ ڈی گاریکا نے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ رمنا نے کہا۔ ”میرا سر چکرا رہا ہے۔“

تحوڑی دیر بعد باہر پھر سامنا چھا گیا۔ صرف ہرول کا شور سنائی دیا۔ فریدی نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکلتے ہوئے ان سے کہتا گیا۔ ”اب چپ چاپ سور ہو۔“

اپنے کیben میں واپس آ کر وہ انور اور حمید کا انتظار کرنے لگا۔ وہ ان دونوں آدمیوں کے مشتعل سوچ رہا تھا۔

رات ڈھلتی گئی۔ بے کراں سنائے میں ہرول کا شور اور انجمن کا زنانا گنجائی رہا۔ فریدی ہری اور انور ابھی تک جاگ رہے تھے۔ فریدی ڈان الفریڈ کے کیben کے قریب، بیوار سے چپا کرنا تھا۔ حمید اور انور عرش پر ریلینگ کے قریب اندر ہیرے میں چٹ لیٹھے ہوئے تھے۔

تحوڑی دیر بعد داؤ دی جن کی صورتیں اندر ہیرے میں پچانی نہ جائیں؛ ان الفریڈ کے کیben کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ چند لمحے اندر ہیرے میں ادھر اُدھر دیکھتے رہنے کے بعد انہوں نے دروازے کو آہستہ سے کھلکھلایا۔ کسی نے دروازہ کھولا اور وہ اندر چلے گئے۔ پھر انہوں سے ہلکی ہلکی سرگوشیوں کی آوازیں آنے لگیں۔

دروازہ کھلا دو آدمی اندر سے نکلے۔ پھر تیرے نے انہیں روک کر آہستہ سے کہا۔

”تم انہیں صرف میں منت تک باتوں میں الجھائے رکھنا۔“

”دونوں پھر اندر ہیرے میں گم ہو گئے اور تیر اندر چلا گی۔ انور اور حمید ان کے پیچے گلے تھے۔ فریدی بستور کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد دروازہ پھر کھلا اور ایک آدمی نکل کر آہستہ آہستہ کیبنوں کی طرف پڑھنے لگا۔ فریدی ریلینگ کے سہارے ریک ہاتھا۔ پاسر اسایہ ڈی گاریکا کے کیben کے قریب رک گیا۔ فریدی سوچ رہا تھا کہ ڈی گاریکا نے اپنے کیben کی روشنی کیوں نہیں بچھائی؟ کیا وہ دونوں ابھی تک جاگ رہے ہیں۔“

وہ آدمی تحوڑی دیر تک کیben کے دروازے پر جھکا رہا۔ شاید وہ تالے کے سوراخ سے اندر کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داٹھ ہو گیا۔ دوسرے لمحے میں فریدی کیben کے دروازے پر پیچھی چکا تھا۔ ڈی گاریکا اور رمنا روشنی گل کے بغیر ہی سو گئے تھے۔ فریدی نے پہلی ہی نظر میں ڈان الفریڈ کو پہچان لیا وہ اس وقت پادری کے بھیں میں نہیں تھا۔ اس کے اٹھے ہوئے داہنے ہاتھ میں ایک تختہ چمک رہا تھا۔ اس نے بھلکی کی سرعت کیسا تھ بیالا ہاتھ ڈی گاریکا کے منہ پر زکھا اور قبل اس کے داہنہ ہاتھ بھی استعمال کرتا فریدی کا بیالا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور داہنہ ہاتھ تختہ دالے ہاتھ پر۔ ڈی گاریکا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ڈان الفریڈ فرشتہ؟ فریدی نے گھشت کے نیچے دبا دیا۔ اتنے میں رمنا بھی جاگ پڑی۔

”ناموش۔ ناموش۔“ فریدی آہستہ سے بولا اور رمنا کی چین ہونوں میں دب کر

زان و سنت نے اس کی توہین کی تھی۔ یہ بات کسی طرح مطلق سے نہیں اترتی۔ آج کی دنیا میں ابے لوگ نہیں ملتے جو صرف توہین کا بدلا لینے کے لئے اتنی دردسری مول لیں۔“

”پچھے بھی ہو۔“ رونا نے کہا۔ ”لیکن مجھے البرفو کی نیت میں کسی تم کا فتوغ نہیں معلوم ہوا۔ یہ بات ضرور ہے کہ وہ خود وہجا پر اصرار ہے۔“

حید اور فریدی باد بانی کشتی کے دوسرا سے سرے پر بیٹھے بابانوں کو ہوا کے رنگ پر انے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ کا سے وہ والٹنگ آئے تھے اور اب والٹنگ سے منزل مقصودوں کی طرف جا رہے تھے۔ ذی گاریکا کو حیرت تھی کہ آخر البرفو انہیں پاسپورٹ کے بغیر کس طرح سفر کر رہا ہے۔ اس نے فریدی سے اس کے متعلق پوچھا بھی تھا جس کا اس نے کوئی شفیعی بخش جواب نہیں دیا۔

والٹنگ سے وہ سری و شکار کے بھائے روشن ہوئے تھے۔ اس مقصد کے لئے فریدی نے ایک بڑی باد بانی کشتی چالیں پونڈ کے عوچ خردی تھی۔ جس پر ضرورت کا سارا سامان بار تھا۔ اس وقت ہوا موافق تھی اور کشتی یہ رن آئی لینڈ کی طرف جا رہی تھی۔ ایک ایک کر کے ستارے ڈوب چلے اور اُن میں اجاتے کی ایک پتلی سی لکیرا بھر رہی تھی۔ ہوا میں زم روی اور لطیف سی خنکی تھی۔ باد بانی ٹھیک ہو جائے کے بعد فریدی چلتی لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک اس کی ادھ کھلی اُنکھیں اُنثی میں ابھر تھیں۔

”ہے ہے.....!“ وہ انور کی طرف کروٹ لے کر بولا۔ ”بعض اوقات میں جوش کی جیببری کا قائل ہو جاتا ہوں کیا شعر کہہ دیا ہے ظالم نے۔

ہم ایسے اُل لفتر کو ثبوت کے لئے اگر رسول نہ ہوتے تو صحیح کافی تھی ”اوہو.....!“ حید طفیری لمحے میں بولا۔ ”آپ کو کہی شعرو شاعری سے لجپتی پیدا ہوئی۔“ پھر اس نے مختصر سانس لے کر رونا کی طرف دیکھا جو چلو میں پانی لے لے کر اچھا رہی تھی۔

فریدی کے ہوتوں پر مسکراہٹ تھی۔

تھوڑی دیر بعد دونوں واپس آگئے۔

”وہ دونوں رات کی ڈیوٹی والے عملہ کو باتوں میں لگائے رکھنے کے لئے گئے تھے۔“ یہ نے کہا۔

”اب وہ کہاں ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”شاید سمندر کی گہرائیاں تاپ رہے ہوں گے۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”شباش.....!“ فریدی جوش میں اٹھتا ہوا بولا۔

”ہم ان کے پیچے لگے رہے۔“ انور نے کہا۔ ”اور جب وہ ڈان الفریدو کے کیبن کی طرف پھر واپس آئے تو ہم ان پر ٹوٹ پڑے اور پھر..... حید کے منع کرنے کے باوجود میں نے انہیں پھیک ہی دینا مناسب سمجھا۔“

”اور میرا سچا شاگرد ہے۔“ فریدی نے حید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”کیوں آپ منع کیں کر رہے تھے۔“

”میں سمجھا تھا شاید آپ ان سے محبت کرنا پسند کریں۔“ حید منہ بنا کر بولا۔

”خود اعتمادی پیدا کرو برخوردار..... کب تک مجھ سے پوچھ پوچھ کر کام کرتے رہو گے۔“ فریدی نے کہا۔

”ڈان الفریدو کا کیا ہوا۔“ انور نے پوچھا۔

”وہ اپنے ساتھیوں کی پیشوائی کیلئے پہلے ہی روشنہ کر دیا گیا۔“ فریدی نے کہا اور سارا واحد دھرا کر بولا۔ ”اب ہمیں اس طرح سورہ تاجا ہے جیسے ہم ربنا پتے کافی تحکم گئے ہوں۔“

## وشاواریاں

”میں نے البرفو کی مدد حاصل کر کے غلطی نہیں کی تھی۔“ ذی گاریکا رونا سے کہہ رہا تھا۔ ”لیکن میں آج بھی تھیم ہوں کہ وہ اپنی جان خطرے میں کیوں ڈال رہا ہے۔ مخفی اس لئے کہ

”شکریہ۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اس طرح میں جیت جاؤں گا اور پھر اس سے پندرہ پونٹ  
مول کر لینا میرے باسیں ہاتھ کا کام ہو گا۔“  
”پندرہ پونٹ.....!“ رمنا حیرت سے بولی۔ ”اتی بھی شرط۔“  
”روئی شہزادہ ہے نا۔۔۔ بھلا اس کے لئے پندرہ پونٹ کی یا حقیقت ہو سکتی ہے۔ اس کا باپ  
رس سے کافی دولت لایا تھا۔“

”اچھی بات ہے۔ میں اسے ایک قطرہ بھی نہ دوں گی۔“ رمنا ہنس کر بولی۔  
حمدی انہیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن ان کی گفتگو نہ سن سکا۔ فریدی نے اسٹوپ جلا دیا اور  
اب رمنا چائے کے لئے پانی رکھ رہی تھی۔

تحوڑی دیر کے بعد حمید کو رجیخ ٹھوڑا آگی کیونکہ رمنا نے اس کی طرف توجہ سک نہ دی  
تھی۔ حمید کے علاوہ اور سب چائے پی رہے تھے۔  
ڈی گاریکا کو ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ اس نے رمنا سے پوچھا کہ اس نے اسے چائے  
کیوں نہیں دی۔

”آج اگست کا پہلا اتوار ہے نا۔“ انور سعیدگی سے بولا۔ ”آج یہ کسی ہوت کے ہاتھ سے  
کوئی چیز قول نہ کرے گا۔“  
حمید نے اسے گھوڑ کر دیکھا لیکن انور بولتا رہا۔ ”یہ اس کے خاندان کی پرانی رسم ہے۔ بہت  
پرانی۔“

ڈی گاریکا نے فریدی کی طرف دیکھا۔  
”انور رجیخ کہتا ہے۔“ فریدی چائے کی پیالی رکھ کر سکار سکانا ہوا بولا۔  
حمدیکا غصہ کافور ہو گیا۔ وہ نبی طرح جھینپ رہا تھا۔ اس کا اوپری ہونٹ غیر ارادی طور پر  
کلپنا نہ گا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی سب کے سب اس کی حالت پر پہن پڑیں  
گے۔ آخر وہ جی کڑا کر کے اٹھا خود ہی چائے بنائی اور پینے لگا۔

”لا، اب نکالو پندرہ پونٹ.....!“ رمنا اس کا شانہ تھپک کر بولی۔  
”میں مذاق کے موڑ میں نہیں ہوں۔“ حمید نے منہ بننا کہا۔

”سید کی چیز ہمہ سے لطف اندوڑ ہونا چاہتے ہو۔“ اس نے آہستہ سے انور سے پوچھا۔  
انور ہنسنے لگا۔

”رمونا.....!“ فریدی نے آواز دی۔

”کون.....؟“ رمنا چوک کر بولی۔ ”البر و نو کیا تم نے کچھ کہا۔“

”ہاں کیا چاہئے پاؤ گی۔“

”تم نے کہا کب تھا۔ ابھی لو۔“ رمنا اپنی جگہ سے ٹھی ہوئی بولی اس کے لمحے میں پیار  
تھا۔ حمید نے اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے شروع کر دیے۔

”کیا اضوکر ہے ہو۔“ فریدی نے اسے چھپڑا۔

”می نہیں..... آپ کے لئے چلو محربانی تلاش کر رہا ہوں۔“ حمید جل کر بولا۔

”تمہیں نہیں ملے گا کیونکہ تمہاری آنکھ کا پانی سرچا ہے۔“ فریدی نے کہا اور انہوں کو بیٹھ گیا۔  
پھر انور کو ٹھیٹ کر کے بولا۔ ”مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رمنا مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔“  
حمدیکہ ٹھہنہ بولا۔

”حمدی تو کہہ رہا تھا کہ وہ اس پر ہزار جان سے باقاعدہ عاشق ہو گئی ہے۔“ انور نے کہا۔

”اچھا تو آپ کا بھی دماغ خراب ہوا۔“ حمید پلٹ کر بولا۔

انور پکھ کہنے لی جا رہا تھا کہ رمنا انہیں کے قریب اسٹوپ اٹھا لائی۔

”ذرا دیکھنا تو۔“ وہ حمید کی طرف مڑ کر بولی۔ ”اسٹوپ کام نہیں کر رہا ہے۔“

”ادھر لاو.....!“ فریدی بولا۔

”کیا پھر اس کے دماغ کی کوئی رگ بگر گئی؟“ رمنا نے آہستہ سے پوچھا۔

”نہیں میں نے اس سے شرط لگائی ہے۔“

”کیسی شرط۔“

”بھی کہ تم اسے چائے نہیں پیش کرو گی۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”کہتا ہے کہ  
ناممکن ہے۔“

”اچھا تو واقعی میں اسے چائے نہ دوں گی۔“

”ہٹاؤ جانے دو.....!“ فریدی سمجھی سے بولا۔ ”ورثہ رو دے گا۔ میں نے پورہ پورہ  
معاف کر دیئے۔“

”واہ شہزادے صاحب۔“ رونا حمید کے چہرے کے پاس انکی نچا کر بولی۔ ”ساری  
شرارت رخت ہو گئی۔“

حمید نے جلا کر چائے کی پیالی پنچ دی اور کین بن میں گھس گیا فریدی اور اور بے اختیار نہ  
پڑے۔

”واقعی آپ نے کمال کر دیا۔“ انور نے کہا۔ ”یہ حضرت.....!“

”کیا بات تھی۔“ رونا نے انور سے پوچھا۔ انور نے سارا واقعہ دھرا دیا اور رونا بھی پشن  
پڑی۔ کشی کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ یہاں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے جزیروں کا  
جال سا پھیلا تھا۔ اس لئے تجون زیادہ نہیں تھا۔

سر پہر کو انہیں بیرن آئی لینڈ کے آثار دکھائی دینے لگے۔ جزیرہ کچھ عجیب سالک رہا تھا۔  
دور سے اسہا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی سزرگ کی ڈیبا پر جوڑے رنگ کا ذھلن کچھ ہوا ہو۔

”وہی ناقابل عبور چنانیں ہیں۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔ ”ان کے گرد گھنے جنگل ہیں اور ان  
کے درمیان میں بھاری بستیاں۔ یہ چنانیں ظاہر خیک معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے اوپر بھی جنگل  
ہیں گھنے اور خوفناک۔“

فریدی انور اور حمید نے اپنی دور بینیں نکال لی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ جزیرے سے قرب  
ہوتے گئے۔ سمندر جزیرے میں دور تک گھستا چلا گیا تھا۔ جب انہوں نے اپنی کشی روکی تو“  
گھنے جنگلوں کے درمیان میں تھے۔

وہ صرف ضروری سامان اور میگرین کی وافر مقدار اپنے ساتھ لائے تھے۔ کشی کے بادیاں  
کھولے گئے اور تھری پلانی ووڈ کا فولڈیک کین بن تھے کہ کسی سمیت گھنی جماڑیوں میں چھاپا  
گیا۔ انور ڈی گاریکا اور حمید نے سامان کے تھیلے لادے۔ کانہوں پر رائفلیں لٹکائیں اور بیل  
پڑے۔ رونا کے ہاتھ میں کھانے کی جگہی تھی۔

”لاویہ مجھے دے دو۔“ حمید نے کہا۔ اس کا موڑ ٹھیک ہو گیا تھا۔

”میں..... تم پر یونگ کی گدھوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔“ رونا بولی۔

”خیر چو ایک گدھی..... اے اف۔“ حمید نے اپنا منہ دبایا اور پھر ہکلتے  
لگا۔ ”میرا..... مم..... مطلب.....!“

”نمیں نہیں کہہ لو۔ گدھی بھی کہہ لو۔ مجھے رانہیں معلوم ہوا۔“ رونا نے کہا۔  
”غلطی ہوئی کیا بتاؤ۔ بات یہ ہے کہ جب مجھ پر محبت سوار ہوتی ہے تو میں بالکل الہ  
ہو جاتا ہوں۔“

”کیا تم پر ہر وقت محبت سوار رہتی ہے؟“ رونا نے بھولے پن سے پوچھا۔  
”ہاں..... نہ..... کیا مطلب..... کیا میں ہر وقت الو معلوم ہوتا ہوں۔“  
”غلطی ہوئی ہے!“ رونا نے کہا اور سکرانے لگی۔ حمید خندی سانس بھر کر خاموش ہو گیا۔  
پھر تھوڑی دیر بعد رونا بولی۔ ”ہم بہت پچھے رہنگے ہیں۔ جلدی کرو۔“

”تو تم کیا جیسی میرا دل توڑ دو گی۔“ حمید ڈرامی انداز میں بولا۔  
”نمیں..... ایاں کر کھاؤں گی۔“ رونا نے کہا اور تیز قدم بڑھانے لگی۔  
”خیر ایک دن تم میری لاش پر آنسو بھاؤ گی۔“ حمید نے کسی ناکام عاشق کے پروردہ لمحہ کی  
نقش اتنا تاری۔

”اگر تمہاری لاش بھی الونہ معلوم ہوئی تو۔“

رونا آگے بڑھ گئی اور حمید پرستور رینگتارہا۔ انور نے پلٹ کر دیکھا اور اس نے بھی اپنی  
رفاقت کر دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دو قوں دوسروں سے کافی فاصلے پر ساتھ ساتھ چل رہی تھے۔

”فریدی صاحب کی محبت نہیں تھی اس کے کوئی اثر نہ ڈالا۔“ انور نے کہا۔

”جی.....!“ حمید نے داہنے ابرو کو جبش دی۔ ”فریدی صاحب کی محبت مجھے کھی نہیں، مذقا  
ہی انہیں سکتی کہ زد پر آئی ہوئی ہر کمکی بس چپک کر ہی رہ جائے اور پھر نہیں مرد ہوں۔ ایک اتنا تی  
قوت، منقی قوتوں کے پیچھے دوڑنا ہی میرا معراج ہے۔“

”اور منقی قوتیں پلٹ کر تمہارے منہ پر تھوکتی بھی نہیں۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”زیادہ بڑھ کر باشیں نہ کرو۔ تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ ایک لڑکی ہی کے لئے تم بھی جھک

مارتے پھر رہے ہو۔“

”لیکن اس میں بھی میں نے اپنا وقار قائم رکھا ہے۔“ انور نے کہا۔  
”وقار.....! حمید زہر خند کے ساتھ بولا۔“ تم جیسے لوگوں کے وقار اور مرغیوں کے غزرے  
میں مجھے کوئی فرق نہیں دکھائی دیتا۔“

”خیر ہٹاؤ مجھے کیا۔“ انور اکتا کر بولا۔ ”مجھے یہ سب پسند نہیں۔“

”آخاہ..... تو کیا کچھ آپ اس کے بھائی بن گئے ہیں۔“

”فضول باتیں مت کرو۔“

”اچھا جی! اے انور کے بچے۔ اگر تمہارے دماغ میں کیڑے کلباۓ تو اچھا نہ ہو گا۔“  
دونوں الجھ پڑے تھے اور ان کی آواز پس آہستہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ حمید نے  
سامان کا تھیلا زمین پر ڈال دیا تھا اور کانہ ہے سے راٹل اٹا رہا۔ انور بدستور کھڑا تھا۔  
فریدی وغیرہ نے ان کی آوازیں سن لی تھیں۔ فریدی تیز تیز قدم اٹھا تاہوا ان کی طرف آیا۔

”کیا حمات ہے۔ حمید تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے۔“ فریدی ان کے درمیان میں  
آتا ہوا بولا۔

”انور کو منع کیجئے۔“

”کیا بات ہے بھی۔“ فریدی انور کی طرف مڑ کر بولا۔

”کچھ نہیں.....!“ انور نے سکرا کر کہا۔ ”شاید حمید کے بدن میں درد ہو رہا ہے۔“  
قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا رہا مونے اس کے قریب پہنچ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔  
”چہ، چہ، ہٹاؤ بھی جانتے دو۔ ورنہ کہیں مجھے کچھ تمہاری لاش پر آنسو بہانے پڑیں۔“  
رمونا سنجیدگی سے بولی اور انور بھس پڑا۔

”تم دونوں ضرورت سے زیادہ اعتمق ہو۔“ فریدی نے حمید اور انور کو مخاطب کر کے کہا۔ ”یہ  
لڑنے کا موقع ہے۔“

”بات کیا تھی؟“ ذی گاریکا نے پوچھا۔

”کوئی خاص بات نہیں۔“ انور جلدی سے بولا۔ ”بھی کبھی حمید کے سر پر چھکل سوار ہو جاتی  
۔“

”سُن رہے ہیں آپ۔“ حمید نے فریدی کی طرف دیکھ کر تیز لمحہ میں کہا۔

”انور اب فضول باتیں بند کرو۔“

انور خانوشا سے آگے بڑھ گیا اور رہمنا حمید کے کانہ ہے پر تھیلا الاونے لگی۔

”چلو میرے الوٹھر ادے آگے برو ہو۔“ رہمنا آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔

وہ پھر چل پڑے۔ سورج غروب ہوتے ہوتے چنانوں کا سلسلہ صرف ایک میل کے  
ناصطے پر رہ گیا تھا۔

”واقعی ناقابل عبور معلوم ہوتی ہیں۔“ فریدی آہستہ سے بڑھ رہا۔ ”اسکی چنانیں آج تک  
میری نظروں سے نہیں گزریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کسی عظیم الشان قلعے کی دیواریں  
ہوں۔“

”ان کی بلندی ایک ہزار فٹ سے کسی طرح کم نہیں۔“ ذی گاریکا بولا۔ ”محض انہیں  
چنانوں کی وجہ سے مہذب دنیا اس جزیرے کو غیر آباد کھٹکتی ہے۔“

”بھکھنا ہی چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خود مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان چنانوں کے  
پیچے زندگی کے آثار نہیں ہیں۔“

”رات میں کہیں گزاری جائے گی۔“ ذی گاریکا بولا۔

وہ رات انہوں نے ایک درخت کے نیچے بس رہی۔ ذی گاریکا کے بیان کے مطابق چنانوں  
کے ادھر درندے نہیں پائے جاتے تھے اس لئے انہوں نے دن بھر کی چکن نہایت اطمینان دور  
کی۔ دوسرے دن صح ناشیت کرنے کے بعد وہ پھر چنانوں کی طرف چل پڑے اس حصے میں بھی  
گھن جگل تھے۔ ذی گاریکا نے عام راستہ اختیار نہیں کیا تھا۔ اس لئے انہیں کلہاڑی کی مدد سے  
خود ہی راستہ بنا لا پڑا۔ فریدی نے چوڑے پھل کی ایک چکدار کلہاڑی سنجال رکھی تھی اور راستے  
میں آئی ہوئی شاخوں اور جھاڑیوں کو ہٹاتا جا رہا تھا۔ وہ تین گھنٹوں کی محنت کے بعد وہ چنانوں  
کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں چنانوں کے نیچے حد نظر تک بانوں کا عظیم الشان جگل پھیلا ہوا تھا۔  
فریدی، انور اور حمید ایک ہزار فٹ اونچی چنانوں کی طرف حرثت سے دیکھ رہے تھے۔ ایسا

کرنہوں نے خالف سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ فائزہوں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے و قلے کے بعد سنائی دے رہی تھیں۔

فریدی کا سر پانی کی سطح پر امکرا اور ساتھ ہی رونا کے سہرے بال بھی دکھائی دیئے جنہیں اس نے اپنی مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد رونا زمین پر چلت پڑی ہوئی تھی اور فریدی قریب ہی بیٹھا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ فائزہ بھی ملک ہو رہے تھے۔ فریدی نے سمت کا اندازہ لگایا تھا اور پر سے کوئی گولیاں چلا رہا تھا۔ لیکن فریدی اسکی جگہ پر تھا جو گولیوں کی زد سے باہر تھی۔ فریدی نے رونا کی طرف دیکھا۔ اس کی سائیں آہستہ آہستہ معمول پر آ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آگئی۔ اسی دوران میں سمت خالف سے بھی فائزہونے شروع ہو گئے تھے۔

”ڈروٹیں..... تمہارے گولی نہیں لگی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم گھبراہٹ میں گڑھے میں گڑھی تھیں۔“

”وہ لوگ کہاں ہیں۔“ رونا نے پوچھا۔

”پتھریں..... میں نے تو تمہارے بعد ہی گڑھے میں چلاگ لگادی اور جب باہر آیا تو لوگ یہاں نہیں تھے۔“

”تو وہ لوگ بھاگ گئے۔“ رونا نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر تم نہ ہوتے تو میں اسی گڑھے میں ڈوب جاتی۔“

فریدی کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ ایک گولی ان کے قریب ہی آ کر گئی اور فریدی نے رونا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

”میں اس چٹان سے چپکی رہو۔“ وہ آہستہ سے بولا اور قریب پڑی ہوئی رائفل اٹھا کر اور کی طرف دیکھنے لگا۔ چٹان کے ایک کٹاؤ کے درمیان ایک سیاہ سادھہ نظر آ رہا تھا۔ ایک تحرک اسپرے لمحے میں فریدی کی رائفل سے شعلہ لکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے دھبہ پیچے کی طرف لڑکے لگا۔ پھر قریب ہی سے کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ رونا چھپ کر اچھل پڑی۔ ان

معلوم ہوتا تھا چیز انسانی ہاتھوں نے ان کی سطح ہموار کی ہو۔ وہ نیچے سے اوپر تک مسطح اور سیدھی کھڑی ہوئی تھیں۔ ڈی گاریکا نے ایک طرف اشارہ کیا اور وہ سب بانوں کے جگل میں گھنے لگے۔

اُب وہ چٹانوں کے نیچے مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے تک چلے رہنے کے بعد ڈی گاریکا نے ہاتھ اٹھا کر انہیں رکے کا اشارہ کیا۔ یہاں جگل کافی لگنا تھا اور چٹان کے ایک حصے پر جگل میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ڈی گاریکا نے کھڑا ہی فریدی کے ہاتھ سے لے لی اور میں ہٹانے لگا۔ لیکن دوسرے عین لمحے میں اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ کھڑا ہی سیست اچھل کر پیچے ہٹ آیا۔ کھڑا ہی کے دستے سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔

”کیا ہوا.....؟“ فریدی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”راستہ بند کر دیا گیا۔“ ڈی گاریکا نے مایوسان انداز میں کہا اور اس کے ہاتھ سے کھڑا ہی چھوٹ پڑی۔ اس کی نظریں اس حصے پر جھی ہوئی تھیں جہاں سے اس نے بیلوں کا جھنکاڑ ہٹایا تھا۔ یہ ایک گڑھا ساتھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔

”غار کا دہانہ.....!“ ڈی گاریکا آہستہ سے بڑھ دیا۔ ”ڈال و سٹ یہاں پہنچ گیا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

”یہاں ایک دو فرلانگ لمبی قدرتی برگ تھی جس کے دہانے سے کچھ دور ہٹ کر ایک ندی ہے۔ انہوں نے شاید ندی سے برگ کو لدا دیا ہے۔“

ڈی گاریکا خاموش ہو گیا۔ وہ لوگ اس طرح غاموش تھے جیسے کسی لاش کے سرہانے کھڑے ہوں۔ دھنعتا کسی طرف سے ایک فائزہ ہوا اور گولی حید کی پیٹھ پر لدے ہوئے تھیں کو چھیدتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔

”پیچھے ہٹو.....!“ فریدی بے اختیار چینا اور اچھل کر چٹان سے آگا۔ بقیرے لوگ بھی اس کے پیچھے بھاگے۔ پھر دوسرے فائزہ ہوا۔ رونا کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ غار کے وسیع دہانے میں گرد پڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانی کی سطح پر لہراتے ہوئے سہرے بال بھی غائب ہو گئے۔ اسی کے ساتھ ہی فریدی نے بھی گڑھے میں چلاگ لگادی۔ بقیرے لوگ اس بڑی طرح سے گھبرا کر تھے

سے کچھ فاصلے پر خون میں ڈوبے ہوئے گوشت کے لکھڑوں کا ایک ڈیمپ پاہوا تھا۔ رمونا دسری چیز کے ساتھ فریدی سے لپٹ گئی۔

فریدی نے ابے الگ ہنا کر پھر اوپر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

”البروفو.....!“ رمونا پھر چینی ہوا اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا تھا۔

”تم نے بزریں میں کیا کہا تھا.....؟“ فریدی بستور اوپر کی طرف دیکھا رہا۔ پر سکون بجھ میں بولا۔ ”کیا تم اپنے جہائی کے قاتلوں کے خون سے اپنے پال نہیں رکھو گی۔“

رمونا نے فریدی کے چہرے کی طرف دیکھا جو ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ رمونا سہم گئی۔

”کیوں.....؟“ فریدی نے اس کی طرف دیکھا۔ ”فائزہ ہوتے بند ہو گئے تھے۔ خالق سمت میں بھی خاموشی تھی۔ رمونا پر سے گرنے والی لاش کی طرف سے من پھیر کر بیٹھ گئی۔ فریدی نے احتیاط پر ایک فائزہ کیا۔ تھوڑی دیر تک جوابی فائزہ کا انتظار کرتا رہا لیکن دوسرا طرف کمل خاموشی رہی۔ فریدی نے دو تین فائزہ اور کئے مگر جواب نہیں اور۔

”شاید ایک ہی تھا۔“ وہ رمونا کی طرف مڑ کر بولا اور لاش کی طرف بڑھنے لگا۔

”مکہرو!“ رمونا گھبرا کر بولی۔ ”کہاں جا رہے ہو۔“

”تجربات میں اضافہ کرنے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں یہ دیکھوں گا کہ ایک ہزار فٹ کی بلندی سے گرنے والے کی لاش کیسی ہو جاتی ہے۔“

رمونا نے فریدی کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہوا یاں اڑ رہی تھیں۔

فریدی نے مسکرا کر سر کو خیف سی جیسی دی اور لاش پر جھک پڑا۔ وہ کافی دیر تک اسے اللات پلتارہا۔ پھر رمونا کی طرف لوٹ آیا۔

”آؤ چلیں.....!“ وہ اسی طرف بھاگے ہوں گے۔ فریدی نے خالق سمت میں اشارہ کر کے کہا۔

”مجھ میں اٹھنے کی بھی سکت نہیں رہ گئی ہے۔“ رمونا خیف آواز میں بولی۔ ”فریدی نے تمہیلا اٹھا کر پیٹھ پر لادا۔ رائفل کا ندھرے پر لٹکائی اور زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔“ ”لواؤ تم بھی لمد۔

چوپھی جلدی کرو.....! وقت تکلفات کا نہیں۔ معلوم نہیں ان پر کیا گزری ہو۔ مجھے حیرت ہے کہ میرا ساتھی بھی واپس نہ آیا۔“

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ خالق سمت جا رہا تھا۔ تھلے کے ساتھ ساتھ رمونا بھی اس کی پیچھے پر لدی ہوئی تھی۔ دو تین فرائیں چلنے کے بعد انہوں نے عجیب مخلکہ خیز منظر دیکھا۔ انور حمید اور ذی گاریکا بانسوں کے جھنڈ میں پھیلی ہوئی بیلوں کے جال میں بُری طرح پھنسنے ہوئے رہائی کے لئے ہاتھ پر مار رہے تھے۔ فریدی نے اختیار پس پڑا۔ ذی گاریکا نے رمونا کو دیکھ کر مجھ ماری۔ اگر انور سے سہارا نہ دیتا تو گر پڑا ہوتا۔ پھر بھی تھوڑی دیر کے لئے وہ اپنے ہوش دھواں کھو بیٹھا۔ شاید وہ رمونا کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ فریدی رمونا کو ابтар کر کر آگے بڑھا۔

”یہ کیا ہوا.....؟“

”ہم ان خوفناک بیلوں سے بے خبر فائزہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ رہے تھے کہ اچاک انہوں نے ہمیں جکڑ لیا۔“ انور نے کہا۔ ”چاقو اور کلہاڑی آپ کے تھیں میں زہ رکھے تھے۔“

فریدی نے چاقو کی مدد سے انہیں بیلوں کے جال سے آزاد کیا۔ حمید کی نظریں رمونا پر جی ہوئی تھیں جو فریدی کی پیٹھ پر لد کر یہاں تک پہنچی تھی۔ پھر ذی گاریکا نے آنسوؤں اور آہوں کے درمیان رمونا کے فتح جانے کی داستان سنی۔

”لیکن ایک خوشخبری بھی نہیں۔“ انور نے کہا۔ ”اگر ہم اس جال میں نہ چھپتے تو یہ ہماری انتہائی بد نسبی ہوتی۔“

”دیکھنے.....!“

”ان بیلوں کے درمیان میں ایک غار موجود ہے اور ذی گاریکا کا خیال ہے کہ اس کا دہانہ اسی طرف ہو گا۔“

”صرف خیال ہے یا یقین بھی۔“ فریدی نے ذی گاریکا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”صرف خیال۔“ ذی گاریکا بولا۔

”ہاں..... آں کدھ.....؟“ فریدی بیلوں کے بھکڑوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ذی گاریکا آگے بڑھ کر کلہاڑی کی مدد سے نیلیں ہٹانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد غار کا دہانہ

دکھائی دیا۔

”تم دوتوں رہوں کے ساتھ چھپوڑ۔“ فریدی نے انور اور حمید سے کہنا اور تحیلے سے ایک پستول اور تارچ نکال کر ذی گاریکا کو اپنے بیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا غار میں اتر گیا۔

## کئی حادث

چاروں طرف تاریکی بھیلی ہوئی تھی۔ فریدی نے تارچ روشن کر لی۔ آئے گے جمل کر غار نے سرگ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ کافی اور سیلن کی بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ فریدی کو ایسا محسوس ہوا رہا تھا جیسے اس کا ہر قدم جنم کی طرف اٹھ رہا ہو اور یہ بھی عجیب بات تھی کہ گرمی کے باوجود بھی اس کے جسم سے پیسے کی ایک بوندھی نہ چھوٹی۔ وہ آئے گے بڑھتے رہے۔ دفعہ اپنیں عجیب قسم کی چھپنے والے ساتھی۔ دوتوں رک گئے۔ آواز کی طرف فریدی نے روٹی ڈالی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے پستول سے شعلہ نکلا اور ایک بہت بڑا سانپ اچل کر ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔ اس نے دو تین بار زمین پر سر پنجا اور پھر خنثا ہو گیا۔

”براسچانٹا نہ ہے۔“ ذی گاریکا مختار بانہ انداز میں بولا۔

فریدی نے ادھر اور روٹی ڈالنی شروع کر دی۔ ایک جگہ بہت سارے بڑے بڑے ائمے دکھائی دیے۔

”بڑی حرمت ہوئی۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”ورنہ انگلوں پر بیٹھی ہوئی مادہ بڑی خطرناک ہوتی ہے۔“

”مگر اس قسم کا سانپ یہاں خط سلطان پر کیسے؟“

”کیوں.....؟“

”یہ جارا کا سانپ تھا جو صرف جنوبی امریکہ کے استوائی خطوط میں پایا جاتا ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”احتیاط نے چلو۔ ممکن ہے کہ اس کا ساختی بھی مل جائے۔ یہ اپنی قسم کا

اپنائی شری سانپ ہوتا ہے۔“

”سانپوں کے متعلق تم کیا جانو۔“ ذی گاریکا کے لبجھ میں تحریر تھا۔ فریدی کوئی جواب دیے بغیر بڑھتا رہا۔ آئے گے جمل کر انہیں روٹی دکھائی دی پھر کچھ سر بر بزر جہازیاں نظر آئیں۔ ذی گاریکا نے سینے پر اپنے ہاتھ سے صلیب کا نشان بنایا کہ ایک بھی دعا پڑھی پھر فریدی سے بولا۔ ”بے شک یہ راستہ ایک بالکل ہی نقی دریافت اہے۔“

وہ دوتوں واپس لوئے۔ فریدی نے انور وغیرہ کو بتایا۔ کہ وہ ایک نیا راستہ دریافت کرنے میں کچھ کامیاب ہو گئے ہیں۔ پھر یہ بحث چھڑ گئی کہ ان کی روائی رات پر ملتوي کر دی جائے یا اسی وقت چھٹائیں پاپر کی جائیں۔

”میرا خیال ہے کہ ہم دن ہی دن تک چلیں کیونکہ ادھر کا جگل خطرات اسے بھرا پڑا ہے۔“ ذی گاریکا بولا۔

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارے دشمنوں میں سے یہاں شاید صرف ایک ہی تھا جسے میں سنے ختم کر دیا۔“

”یہ آپ کیے کہہ سکتے ہیں۔“ حمید بولا۔

”قیاس نہ ہے۔ اگر وہ اکیلانہیں تھا تو ان کی موت پر اس کے ساتھیوں کو کافی اودھم چانا چاہئے تھا۔ اپنی دانست میں وہ ہمارا راستہ تو نہیں کر سکے تھے۔“

تحوڑی دیر بعد وہ جمل پڑے۔ رہوں کی تھاہت ابھی دو نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس بار اسے اس کے باپ نے اپنی پیٹھ پر لادر کھا تھا۔

”کاش.....!“ حمید آہستہ سے بولا۔

”چپ چپ۔“ اور نے اسے چھیڑا۔ ”تم یوں بھی دھان پان ہو پیارنے بھلا یہ نومن کی لاش تم سے کہ بھلائی۔ اچھا ہی ہوا اور ہما فریدی صاحب کا حاملہ تو آن سعادت بڑا بڑا ہو گو۔“

”اچھا بہ منہ میں لگام دیجھے۔ ورنہ مجھوں مجھے نواب چاہک نواز جنگ بہار بننا پڑے گا۔“

غار کے دوسرے دہانے سے نکلنے کے بعد انہوں نے خود کو ڈھلوان چانوں کی ایک چھوٹی کی وادی میں پایا۔ ذی گاریکا تھوڑی دیر تک کھڑا سمعتوں کا اندرازہ لگاتا رہا پھر ایک طرف انگلی اٹھا

کر بولا۔ ”بھیں ادھر سے چڑھنا ہوگا۔“

چنانوں کی بناوٹ بتا رہی تھی کہ یہاں کبھی آتش فشاں پھوٹتے رہے ہوں گے کہنی جماڑیوں سے گزرتے ہوئے وہ ذی گاریکا کے بتائے ہوئے راستے پر چڑھنے لگے۔ ذی گاریکا نبی ملرح تحکم گیا تھا اور اب اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رمنا سیست چڑھائی پر نہ چل سکے گا۔ مجدد فریدی کو اپنی خدمات پیش کرنی پڑیں۔

”ابرونو مجھے خت شرمندی ہے۔“ رمنا نے آہستہ سے کہا۔  
”پرواہ مت کرو۔“ فریدی بولا۔

راستے میں انور ذی گاریکا اور حمید ستانے کیلئے کمی جگہ رکے۔ مجدد فریدی بدستور چلارہا۔  
”ابرونو تم گوشت پوسٹ کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔“ رمنا نے کہا۔

”وہ بھی ہی کہتے ہیں جنہیں میں کا گھوٹ کر مار دیتا ہوں۔“

”ابرونو جمیں کشت و خون کے علاوہ کسی اور چیز سے بھی دچکی ہے۔“ رمنا نے پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں۔ مجھے سربز مرغزاروں سے پیار ہے۔ میں نیلے آسمان کی بے ٹوار و سعتوں کو پیار کرتا ہوں۔ مجھے بیلے کی شخصیتی کلیوں سے محبت ہے۔ مجھے اس وقت اپنے بڑا جیں لگتا ہے، جب غروب کے بعد رنگین لہریے آہستہ تاریکیوں میں گھلنے لگتے ہیں۔ مجھے ہری ہری گھاس کی سوندھی خوبصورتی سے عشق ہے۔ مجھے چاندنی راتوں کا عظیم شناٹا بے حد پسند ہے۔“

”پکھ اور بھی۔۔۔!“

”بہت پکھ۔۔۔!“

”کیا۔۔۔؟“

”اب اس وقت تو یاد نہیں آ رہا ہے پھر بھیطمینان سے پوچھنا۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

”تم جو کچھ پوچھنا چاہتی ہو یہ کبھی نہ بتائے گا۔“ پچھے سے مجدد کی آواز آئی۔ ”میں جمیں بتاؤں۔ اسے عورتوں سے نفرت ہے۔“

”نشٹ اپ۔۔۔!“ فریدی مرکر بولا۔

”رمونا میں تم سے حقیقت بیان کر رہا ہوں۔“

”کیوں البر و نو۔۔۔!“ رمنا نے جھک کر اس کے کام میں کہا۔

”تمیک کہتا ہے۔ مجھے عورتوں اور ان سے عشق کے دھکوں سے بچنی نہیں۔“ فریدی بولا۔

”لیکن نفرت نہیں کرتے۔“ رمنا نے پوچھا۔

”بھلا نفرت کیسے کر سکتا ہوں جبکہ میری ماں بھی عورت ہی تھی۔“

رمونا کچھ سوچنے لگی۔ حید نے اپنی دانت میں بڑا تیر مارا تھا۔

”ابرونو تم تحکم گئے ہو گے۔“ رمنا تھوڑی دری بعد بولی۔

”فکر مت کرو۔“ حید چیک کر بولا۔ ”ابرونو کا دماغ بلتنے دیر نہیں لگتی۔ یہ تو تم دیکھ ہی چکی۔

ہو کہ کسی کی جان لے لیتا، اس کے باسیں ہاتھ کا کام ہے اور کسی کو قتل کرنے کے بعد اسے ذرہ

برار بھی افسوس نہیں ہوتا۔ لہذا جب تحکم جائے گا تو جمیں بھی کسی گھر کی کھانی میں بیکھ کر اس

طرح مطمئن نظر آئے گا جیسے اس نے اپنے کام پر رنگتی ہوئی چیزوںی جھاؤ دی ہو۔

فریدی بے اختیار نہیں پڑا اور رمنا کی وجہ کچھ خلاف سی نظر آئے گی، اچانک اس کے دل

کی دروازہ کھیز ہو گئی۔ فریدی اس تدریجی کو محبوں کے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے حید کی اس حرکت پر غصہ

آگیا۔

”دھپرہ۔۔۔!“ وہ حید کی طرف مڑ کر بولا۔ حید رک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

”اب تم لے چلو گے رمنا کو۔“ فریدی نے کہا۔ اس کی بخیدگی دیکھ کر حید سہم گیا۔

”میں۔۔۔ میں۔۔۔“

”پلو اخماو۔۔۔!“ فریدی خت لجھ میں بولا۔ اس نے رمنا کو نیچے اتار دیا تھا۔

”دیکھنے مذاق کی بات نہیں۔“ حید گبرا کر اردو میں بولا۔

”میں بخیدگی سے کہہ رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور اپنے ہوش بھیج لئے۔

”اوپر دیکھنے سے پہلے ہی مر جاؤں گا۔“

”چلو۔۔۔!“ فریدی مکاتاں کر بولا۔

”اٹاٹڈو اٹا ایڑا جھوون۔“ حید رمنا کے آگے جھکتا ہوا بولا۔ فریدی نے رمنا کو اشارہ کیا

اور وہ چپ چاپ اس کی پیٹھ پر چڑھ گئی۔ حید سیدھا ہوتے وقت بُری طرح ڈگ گیا۔

چنانوں کی آخری سطح پر بیٹھ کر فریدی نے رمونا کو ایک درخت کے تنے کے سہارے بخفا دیا اور خود ایک بگار سلکا کر ڈی گاریکا وغیرہ کا انتظار کرنے لگا۔ ابے یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ یہاں چنانوں کی سطح بالکل ہموار ہو گئی تھی۔ حد نظر بکھر کنٹھ مچل پھیلے ہو گئے تھے۔ ایسی چنانوں پر بکھر کنٹھ مچل کی موجودگی مجرّے سے کم نہ تھی۔ یہاں اسے سنبھل کے بے شمار درخت بکھائی ذیپے جو بڑے بڑے سرخ چھولوں سے لدے ہوئے تھے۔

”تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی۔“ فریدی نے رمونا سے کہا۔

”نہیں تو.....!“ رمونا آہستہ سے بولی۔

”آختم مجھ سے خوفزدہ کیوں ہو۔“ فریدی بھس کر بولا۔

”نہیں خوفزدہ تو نہیں۔“ رمونا پچھلی مکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ”مجھے ان کا فسوس ہے کرمِ دنوں میں جھکڑا ہو گیا۔“

”جھکڑا.....!“ فریدی تیزی ہو کر بولا۔ ”اس کے ہونتوں پر مکراہٹ بھیل گئی۔ اس نے ایک درخت کی بڑی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں اسے چھوٹے بھائی کی طرح عزیز رکھتا ہوں۔ وہ دن بھر میں سینکڑوں بار بھج سے روپھتا اور متا ہے۔“

فریدی کچھ اور کہنے جا رہا تھا کہ ڈی گاریکا وغیرہ بھی بیٹھ گئے۔ حمید کی آنکھیں غصے سے رنگ ہو رہی تھیں۔ اس نے فریدی کی طرف سے من پھیر لیا۔

”مجھ میں تواب چلنے کی سکت نہیں رہ گئی ہے۔“ ڈی گاریکا بیٹھتا ہوا بولا۔

”فلمت کرو۔ میرا سماجی تمہیں لے چلے گا۔“ فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

”لغت ہے ایسی زندگی پر۔“ حمید نے جلا کر کہا اور تیزی سے ایک طرف پڑھنے لگا۔

کدلی نے چھپت کر اسے پکڑ لیا اور دبوچ کر اس کا سر سہلانا ہوا آہستہ آہستہ کہنے لگا۔

”چ چ..... میرے ران دلارے۔ برخوردار سلسلہ، یہ تمہاری محبوپ دنواز کے والد صاحب رہیں۔“

”کیا بات ہے۔“ ڈی گاریکا ان کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”میں عورت نہیں ہوں کہ تمہاری پر لد کر چلوں گا۔“

”اب یہ تم سے باقاعدہ محبت شروع کر دے گی۔“ فریدی زہر خند کے ساتھ بولا۔

”چلو چلو آگے بڑھو۔ اگر تم ذرا بھی رکے تو بڑی شاندار ٹھوکر زیست کروں گا۔“

ہر ہر قدم پر حمید کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ رمونا خاصی تند رست اور دراز قد لڑکی تھی۔ رمونا بھی محسوں کر رہی تھی کہ حمید زیادہ دوڑنے نہیں جعل سکتا۔ لیکن وہ خاموش تھی تے جانے کیوں۔ اس وقت وہ فریدی سے گفتگو کرنے میں خوف محسوس کرنے لگی تھی۔

”میں رمونا سمیت کسی گھری کھانی میں چلا گئ لگا دوں گا۔“ حمید فریدی کی طرف مرکز پانچتا ہوا بولا۔

”اچھا خدا حافظ..... قیامت کے دن ملاقات ہو گی۔“ فریدی سلام کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ڈی گاریکا اور انور کافی دور تھے۔ ڈی گاریکا کی وجہ سے انور بھی آہستہ آہستہ جعل رہا تھا۔

فریدی تھوڑی دوڑ چلنے کے بعد مڑا۔ حمید رمونا کو اتار کر ڈی گاریکا وغیرہ کی طرف لوٹ رہا تھا اور رمونا گرتی پڑتی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ فریدی تیزی سے ایک طرف لوٹ پڑا۔ ”تو اس نے تمہیں اتار دیا۔“ فریدی نے کہا۔

”میں اب تھیک ہوں۔“ رمونا نے آہستہ سے کہا۔

”آوا!“ فریدی زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔

”نہیں..... نہیں.....!“ رمونا بے اختیار روپڑی۔

”بیوقوف نوکی؛ پکی کہنیں کی۔“ فریدی بھس کر بولا۔ ”میں نے اس کی قیختی کی طرح چلنے والی زبان بند کرنے کی کوشش کی تھی۔“

رمونا بدستور روتی رہی اور فریدی نے اسے پیٹھ پر اٹھایا۔

”میرے ساتھی پر بڑی طرح عشق کا بھوت سوار رہتا ہے۔“ فریدی بھس کر بولا۔ ”اے اس وقت میں نے اتار دیا۔“

رمونا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کسی خوفزدہ اور بے بس بچے کی طرح سکیاں لے رہی تھی۔ ”البر و نور آدمی ضرور ہے مگر صرف دشمنوں کے لئے۔“ فریدی نے انسے پھر لا سا دیا۔

”تم میں کسی بات کی بہت نہیں۔“ حمید نے اپنا تھیلا زمین پر گرتے ہوئے کہا۔ رانفل اس کو تھیلے سے لکھا دی اور اب اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ فریدی پر تشویش انداز میں حمید کی طرف رکھ رہا تھا۔

”تم چڑھ جاؤ گے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”کیوں نہیں! کیا آپ مجھے بھی اور سمجھتے ہیں۔“ حمید نے اس انداز میں کہا کہ موٹا ہنس پڑی۔

دوسرے لمحے میں وہ بندر کی پھرتی کے ساتھ درخت کے ساٹھ تنے پر چڑھ رہا تھا اور موٹا نہیں جا رہی تھی۔ حمید موٹا کی لفکتی ہوئی بھی سے لطف انداز ہوتا ہوا ایک شاخ سے دوسری شاخ پر پیدرا کھتا اور پر کی طرف جا رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں پکھے، دور پر غرب کی طرف ایک چوڑی کی سیاہ لیکر دکھائی دی جس کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حمید چوڑی دیریک اور ادھر ادھر دیکھ کر راستے کا تینیں کرتا رہا۔ پھر پیچے اترنے لگا۔ وہ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کوئی اس کے پیچے موجود ہو۔ حمید نے پٹ کر دیکھا دوسرے سرخ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں کے پیچے ایک چھپی سی ناک تھی۔ نچلا جبرا آگے کی طرف کلا ہوا تھا۔ ٹھوڑی کے گرد سفید بالوں کے بڑے بڑے پکھے تھے۔ حمید ایک شاخ سے پھسل کر ”سری پر آ رہا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اوپر کی شاخ دوبارہ اس کی گرفت میں آگئی ورنہ ہڈیاں سرمد ہو جاتیں۔ وہ اب تک حمید کی طرف گھور رہا تھا۔ وہ اس نے اپنا منہ کھولا۔ ساتھ ہی حمید کا بھی منہ کھل گیا اور بے اختیار جیخیں نکلنے لگیں۔

”ڈر نہیں۔“ پیچے سے فریدی کی آواز آئی۔ ”میں نے اسے دیکھ لیا وہ ایک بے ضرر قسم کا بندر ہے۔“

حمد کی جیخیں سن کر وہ اچلا اور دوسری شاخ پر چلا گیا۔ حمید نے اب دیکھا کہ اس کے سارے جسم پر بھی نسخے نسخے بال تھے۔ حمید تیزی سے پیچے اترنے لگا اور تقریباً دس فٹ کی بلندی سے چلا مگ لکھا دی۔

”بیوقوف آدمی وہ بندر تھا۔“ فریدی نہیں کر بولا۔ ”پسخہ پاؤں کھلاتا ہے۔ دیکھو جغرافیہ پر چڑھنے کی بہت نہیں۔“

”ہم دونوں آپس میں مذاق کر رہے ہیں۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا اور حمید کو کھینچتا ہوا مردا کے پاس لایا۔ پھر اس نے حمید کو اس طرح بھج کر کاشروع کیا کہ وہ بے اختیار جیختے لگا۔

چھوڑی دیر بعد رہوں مچھلوں اور گوشت کے ڈبے کھول رہی تھی۔ مختصر سادہ شرخوں بچ گیا۔

”یہ رات سیکھیں گزاری جائے۔“ ذی گاریکا نے کہا۔ ”یہاں درندے نہیں معلوم ہوتے۔“

”اور اگر انہوں نے روموی کو مار ڈالا تو.....“ انور نے کہا۔ ”یہ تو ظاہر ہے کہ ڈان وندع یہاں پہنچ گیا ہے ورنہ وہ راستہ بند کرتے۔“

”یہاں رات کو سفر کرنا ابھائی خطرناک ہے اور جب ہم نہ ہوں گے تو روموی کا کیا بے گا۔ ویسے تو ممکن ہے کہ ہم اسے کسی نہ کسی طرح بچا عی لیں۔“

وہ رات انہوں نے دہیں بس رکی اور باری باری سے سب لوگ جاگتے رہے۔

دوسری صبح کو سفر پھر شروع ہو گیا۔ وہ کئی گھنٹے تک گھنے جنگلوں سے گزرتے رہے وہ فتحاڑی گاری کا چلتے چلتے رک گیا۔

”میرا اندازہ غلط تکلا۔“ اس نے پر ندامت انداز میں کہا۔ ”میں سمجھتا تھا کہ اس سمت میں چلنے پر ہم جلدی رسیوں کے لیے تک پہنچ جائیں گے۔“

”رسیوں کا پلی...!“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”ہاں چٹانوں کے درمیان ایک گہری کھائی پر بنایا گیا تھا۔ دونوں چٹانوں کا فاصلہ بیس چھپیں فٹ سے زیادہ نہیں۔ اس کے آگے پھر کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ یہ پیس فٹ چوڑی دراز میلوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم کسی بہت اوپنے درخت پر چڑھ کر گردو پیش نظر دروازائیں ورنہ کہ تک اس طرح بھکتے پھریں گے۔“

حمد نے برا سامنہ بنایا۔

ذی گاریکا ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”بس یہ ٹھیک رہے گا۔ ہمیں صرف اس دراڑ کا پتہ لگانا ہے۔ اس کے بعد پل میں ٹھاٹھ کروں گا۔“

”لیکن درخت پر چڑھے گا کون۔“ انور نے کہا۔ ”کم از کم مجھ میں تو اتنے اوپنے درخت پر چڑھنے کی بہت نہیں۔“

میں ذوقی پلی گئیں۔ شام کا لایا۔ چپے بھائیک نے لایا۔ ”ڈیک سیلانہ۔“  
بھیں کافی مختار رہنا پڑے۔ ڈی کاریکا فریدی وغیرہ کی طرف مزکر بولا اور چلے گئیں  
قاروں کی آوازیں کہنے پر ہے آئی معلوم ہوئی تھیں۔ بھیں ٹکلی اور بھی تھیں۔ یا ب۔  
ایک بھائیک عدوں دراہ کے قریب پہنچ گئے۔ فریدی نے کنارے جا کر بخی کی طرف جانا۔  
بخی یا چھ سو فٹ سے کم گہرا تیز ری ہو گئی۔ اور بھیں تھیں۔ اس کی دردی پر دوسری جانپوں کا  
سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ڈی کاریکا شابل کی طرف چلے گئے جیسے چھے دو آنکھیں بڑھتے جاتے تھے  
قاروں کی آوازیں قریب ہوتی جلوں، ہوئی تھیں۔ الیکن ہمیں لایا اسیں، تجد۔ لقا مالا  
”ممکن۔“ ڈی کل ہمکن رہا۔ اب کیا ہو گا؟“ ڈی کاریکا لڑکھڑا ہوا بولا۔ اگر وہ ایک  
درخت کے تینے کا ہمارا نئے لیتا تو ان کا گرجانا تھی تھا۔ نہ ساختے۔ نہ ساختے  
”کیا ہوا؟“ فریدی چیخا۔ ڈی کاریکا شاحن چکا تھا۔ اس کے ہونٹ پہنچنے لگی۔ فریدی درخت کی طرف بڑھا  
تالی دی۔ فریدی نے آنکھیں بڑھ کر اپنے چھوڑا اور وہ اس طرح چونکہ پڑا جیسے ہوئے ہوتے جاگا  
ہو۔ ہمیں لیا تھا۔ اسے لے لیا۔  
”لیل کاٹ دیا گیا۔“ وہ ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ جس نکے تھے جسے موٹی  
مولی ریسانی لیتی ہوئی تھیں، وہ اچھا۔ اس طرح پر پر لایا جسے اس پر ہٹریا کا درود پڑا گا۔ اس  
”اب کیا ہو گا۔ اب کیا ہو گا؟“ وہ اس طرح پر پر لایا جسے اس پر ہٹریا کا درود پڑا گا۔ اس  
لماٹے لیا۔ اسے لے لیا۔  
”لماٹے لیا۔ اسے لے لیا۔“ یا۔ بیٹھنے لاد کر کے، نہ لے لیا۔  
”لماٹے، لماٹے۔“ لے غیر متوقع انجیا تم لان الہ، ان لہ پر کہ لان لہ،  
لے کوئن لہ، پر کہ۔“ اس نے ایک دلیل دیا۔ ایک دلیل دیا۔ اس نے ایک دلیل دیا۔  
”تو ان کا یہ مطلب ہوا کہ ان ویسٹ وغیرہ نے ہمیں ایمان داش ہوا تے دیکھا یا لیا۔“  
زیدی نے کہا۔ ”ورنہ میں نے کافی تھے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔“ کیونکہ انہوں نے ابی، نے ابی، نے ابی،  
لاستھی بند کر دیا تھا، لیکن انہوں نے رات ہی کو ہم پر حملہ کیوں نہیں کر دیا۔“ اسکے  
”ممکن ہے انہوں نے آج ہی ہمیں دیکھا ہو۔“ اور اس نے کہا۔ ”مجبوب اسی تھی، اسکے  
”

یاد رکھنے سے نی فائدہ ہوتا ہے ورنہ تم کچھ شہید ہو گئے ہوئے، مگر مجھے اب جغرافیہ کی محنت پر  
بھی شب ہونے لگا ہے۔ کیونکہ جھڑا فیکی رو سے اس قسم کے بندرا خطر سلطان پر نہیں پائے جائتے۔“  
”تم چیخنے کیوں لگے تھے؟“ رمنا نہ کہا۔  
”چیخ کب رہا تھا؟“ حمید بورنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا بولا۔ ”میں تو رونے لگا تھا۔“  
”کیوں؟“ ”کیوں؟“ رمنا نے بھی خبط کرتے ہوئے پوچھا۔  
اس باریش اور برگزیدہ بندرا کو دیکھ کر بے اختیار دادا جان مرحم یاد آگئے تھے۔  
”خیر۔ خیر۔“ فریدی مشہدا کر بولا۔ ”غیر دچسپ باتیں بت کرو۔ کام کی بات کرو۔“  
”کام کی بات یہ ہے کہ وہ بندرا ہمارے نام اور پتے لکھ کر لے گیا ہے۔ اب باقاعدہ خط  
لکھتا ہے کہا۔ اس نے طرفین کی خیر و عافیت وغیرہ جلوں، ہو جایا کرے گی۔“  
”بکومت۔“ فریدی چیخ کر بولا اور رمنا پھر بینے لگی۔ فریدی درخت کی طرف بڑھا  
وہی چھٹھے کا ارادہ کر رہا تھا کہ حمید نے دوڑ کر اسے پکولایا۔  
”اے اسے اوپنے درخت سے خوکشی بے کار رہے گی کیونکہ سراغ رسان لاش نہ بیجان پائیں  
گے کیا فائدہ؟“ اس نے کہا۔  
”فریدی نے پکٹ کر اس کی گردان پکولی۔“

”بب بب بیتا بیوی۔“ حمید تملکا کر چیخ۔ فریدی نے گرفت ڈھلی کر دی۔ وہ منہ بنا کر  
بولا۔ ”مغرب کی طرف وہ مزار موجود ہے۔ شاید دو میل کا فاصلہ ہو گا۔ تو گردان چھوڑیے تا  
آپ مذاق پر آمداء ہوں تب بھی میری ہی شامت، اور میں مذاق کروں تو شامت در شامت۔“  
”فریدی آن کی گردان چھوڑ کر ڈی کاریکا کی طرف متوجہ ہو گیا۔“  
پھر وہ لوگ مغرب کی طرف چل پڑے۔ کچھ دور چلنے کے بعد ڈی کاریکا کو کچھ شے  
لگا۔ فریدی بھی چوک پڑا۔ وہ مخفی خیز نظر وہن سے ڈی کاریکا کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
”جھنگی قبائل کا جھنگی نکارہ۔“ ڈی کاریکا زیر لب بڑ بڑا یہ۔ یا تو وہ کسی سے جگ کر رہے  
ہیں یا پھر ان کے کسی بڑے تھوار کا موقع ہے۔“  
”ہوا کے تیز جھوٹکے کے ساتھ پھر فارسی کی آوازی لہراتی ہوئی آئیں اور جھنگی کی وحشی

”تم ٹھیک کہتے ہو۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اگر ہم کوشش کریں تو جلد یہ انہیں جائیں گے۔“

”مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔“ ڈی گاریکا مایوسانہ لمحے میں بولا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

”البر و نومیوں ہوتا نہیں جانتا۔“ فریدی لاپرواں سے بولا اور وہ اس اونچے درخت کو نیچے سے اوپر تک دیکھ رہا تھا جس کے سہارے رسیوں کا بلی بنا یا گیا تھا۔

”وہ دیکھو.....!“ حیدر چنان سب کی نظر میں اس کے ہاتھ کی طرف اٹھ گئیں جو دراز کے پار اشارہ کر رہا تھا۔ بہت دور ایک ابھری ہوئی چنان پر کئی آدمی ٹلتے دکھائی دے رہے تھے۔

”وہی ہوں گے۔“ فریدی نے کہا اور تھیلا کھول کر کلہاڑی نکالتے لگا۔ بقیہ لوگ اسے حرمت سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے درخت کے تنے پر کلہاڑی سے ضریبیں لگانی شروع کر دیں۔

”کیا تمہارا دماغ بھی جواب دے گیا۔“ ڈی گاریکا نے کہا۔

”کیوں؟ میں اس دراز پر ایک دوسرا پل بنانے جا رہا ہوں۔“ فریدی نے نسکرا کر کہا۔

ڈی گاریکا کچھ سوچنے لگا۔ پھر دفنا اچھل کر بولا۔ ”البر و نوم معمولی آدمی نہیں ہو۔ قتنے کے فوق البشر ہو۔“

پھر وہ سب باری باری سے درخت پر کلہاڑی چلاتے رہے اور شام ہوتے ہوئے انہوں نے اسے گراہی لیا۔ درخت دوسری طرف کی چنانوں سے جانکا تھا۔

مگر اس کے چکنے پر چلانا آسان کام نہیں۔ ڈی گاریکا نے کہا۔

”جس تمہارا دماغ سوچنے کے قابل نہیں رہ گیا۔“ فریدی بنس کر بولا۔ اس نے اپنی رانفل کا ندھرے پر لٹکائی اور سامان کا تھیلا پیٹھ پر باندھا اور درخت کے تنے پر بیٹھ کر دونوں طرف

چیرا اور اُھر لٹکائے اور پھر اس کی حالت دیکھ کر بے اختیار ہنسی آگئی۔ وہ تنے پر دونوں ہاتھ ٹیک کر پھر دکتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دوسرے کنارے پر بیٹھ کر اس نے ان کی طرف دیکھا اور

تھہبہ لگاتے ہوئے ہاتھ ہلانے لگا۔ پھر باری باری سے سب نے اس کی تھیڈ کی تھوڑی دیر بعد وہ سب دوسرے کنارے پر بیٹھنے ہوئے چائے کا انتظار کر رہے تھے۔ رہوٹ نے اسٹوپ پر پانی

چھادیا تھا اور اب دودھ کے ڈبے میں سوراخ کر رہی تھی۔

”یہ سوراخ میرے دل میں ہو رہا ہے۔“ حیدر نے فریدی کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

”اور اگر میں تمہارے سر میں بھی سوراخ کروں تو۔“ فریدی نے بجا ہوا سارگا بھیک کر کہا۔

”خدا کی تم..... اس کی انکھیاں ..... ہے ہے۔“

”بس اب چب بھی رہو۔۔۔ ورنہ میں اس کی ناگ توز دوں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں؟ کیوں؟ کیا کیا ہے اس بے چاری نے۔“

”کچھ نہیں.....!“ فریدی حیدر کو گھوڑ کر بوا۔ ”یہ اس لئے کروں گا کہ وہ پھر تمہاری بیٹھ پر یہ سفر کر سکے اور اس بار میں تمہاری کھال گر ادوں گا احمد کہیں کے۔“

انہیں اچھی طرح یقین ہو گیا تھا کہ ڈان نسخت جزیئے نہیں ان۔ ٹانے سے الہم بہیں ہے۔ اس نے ڈی گاریکا کی ججو یز پر انہوں نے راستہ بدلتا دیا ڈی گاریکا کا خیال تھا کہ اس طرح ”ڈان نسخت کو راستے عی میں جائیں گے۔

سے پھر کو وہ ایک دیران ہے سے گزر رہے تھے۔ جنگلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ چاروں طرف تھی رنگ کی اونچی تیچی چنانیں بکھری ہوئی تھیں۔ فریدی وغیرہ کی پانی کی بوتوں میں کافی پانی موجود تھا۔ ورنہ اس سنگلاخ حصے کو دیکھتے ہوئے ان میں نے ایک آدھ کا ہارت فیل ضرور اوجاتا کیونکہ اس قسم کی چنانوں میں پانی تو بڑی چیز ہے پانی کا فریب دینے والی زیست بھی نہیں لئی۔

دفعتا فریدی چلتے چلتے رک گیا۔ تھوڑی دیر ٹک کچھ سخنے کی کوشش کرتا رہا پھر اپنے ساتھیوں کو نکلنے کا اشارہ کر کے ایک چنان پر چڑھ گیا اور جب وہ واپس آیا تو اس کی آنکھیں پر اسرا رطور پر چمک رہی تھیں۔

”وہ آرہے ہیں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”تم لوگ خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔“

تھوڑی دیر بعد انہیں قدموں کی آہیں سنائی دیئے گئیں۔

”وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے کیونکہ کافی تشبیہ میں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”تم لوگ اپنے جو تے اتارلو۔“

وہ سب نگلے پیر چلتے لگا۔۔۔ چلتے رہے حتیٰ کہ سورج دور کی پہاڑیوں میں چکٹے لگا۔ وہ

برادر قدموں کی آوازی سنتے رہے تھے اور فریدی بھی بھی کسی شکی بوشیدہ مقام سے دوسرا طرف چھاپتا ہوا تھا۔ اک بار اس نے رک کرنے ساتھیوں کو بھی رکنے کا اشارہ کیا۔ ”وہ لوگ ہمایاں پڑا وڈا رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں بھی رک جانا چاہئے۔“ تعداد میں دل ہیں۔“

فریدی تھوڑی دیر بک پکھ سوچتا ہوا پھر ذی گاریکا کو مخاطب کر کے بولا۔ ”کیوں نہ تم رومنی کو سین چھن لیں۔“

”مگر یہ کس طرح مکن ہے۔ ہم صرف طاری ہیں۔“ ذی گاریکا نے کہا۔

”فکر مت کرو۔ ابھی میرے ہاتھ میں ایک بڑا کام ہے۔“

”ذانِ الفرشتوہ۔“ فریدی نے کہا۔ ”حالاً کہ اس جھیلے کی جاودت ایک بھی کر مکن۔“

اب میں دشواری چیز آئے گی مگر خیر میں کوش کرتا ہوں۔“

فریدی اس سماں کا خلا لے کر رائی طرف کی چباون کے سچے اگاہ کا پرچم کھٹکنے کے بعد انہوں نے اسے ذانِ الفرشتوہ کی محل میں دیکھا۔ اس کے چہرے پر شمارہ اسیں مسلم ہو رہیں تھیں۔ میں خون بجم کر سایہ اختار کر کا تھا۔ ہونٹ زمی تھے۔ پیشانی کے ورم نے آنکھوں کو قریب قریب ڈھک کیا تھا۔ آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ تھیں۔ فریدی نے انہیں

اپنی زبان دھکائی جو معمول سے زیادہ موٹی نظر آری تھی۔

”میری زبان بھی زیٰ ہے۔“ فریدی سکرا کر بولا۔ ”ظاہر ہے ایکی صورت میں ذانِ

فسخت مجھ سے میرے سچے لمحے اور آواز کی قوت نہ کرے گا۔“

”تم ایک خطرناک کام کرنے جا رہے ہو۔“ ذی گاریکا رتلوش لمحے میں بولا۔“

”تو میں تھیاں کب مارتا رہا ہوں۔“ فریدی نے ہن کر کہا۔ ”خیر تھا۔ تم لوگ آرام کرو۔“

”میں بھی چباہوں۔“ جسید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بڑے بھادر نظر آ رہے ہو۔ میں نہیں تشریف رکھتے۔“ فریدی نے کہا اور اوچی تھی۔

چٹائیں پھلا لگنا دوسرا طرف اتر گا۔ ذانِ الفرشتوہ کے پیشے کی روشنی ہو رہی تھی۔

چلتے چلتے فتحا فریدی نے ایک بھی ناری اور لڑکہ اگر پڑا تو اور اس نے جھوٹیں کیا کہ کہ پیٹھ آئی اس کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ ”کی تار چوں کی روشنیاں اس کے چہرے پر پڑی ہیں۔“ ”ارے تو الفرشتوہ۔“ کیا اس کا اچھا جو جلدی اسے اخواز لے لیں۔ اکھیاں اسی احتیاط سے کسی قدر غمی ہو گیا۔

دو سوں آدی فریدی پر بھک پڑے۔ لیکن بانہوں نے ابھی ہاتھ تھیں کہ اسے تھے کہ فریدی اچھی بارے اچھی بارے دیکھ رہا۔ وہ دوسرے سچے میں وہ ایک اگری ہوئی جان کی اوٹ میں تھا۔

”کوئی تاریخ...“ وہ ریو اور نکال کر بولا۔ ”چیجے ہم وہ سب کو ختم کر دوں گا۔“

”الفرشتوہ اس کی ضرورت نہیں۔“ کیا کے دوسرا طرف سے کہا۔

”ذانِ الفرشتوہ...“ فریدی تھوڑی سچے میں دیکھ رہا۔ ”کیا اسی سچے میں اس کی طرف نے جانے کا۔“

رشیدہ کے دوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ غر جھکا کے ہوئے بھی ہی۔ ذانِ الفرشتوہ نے فریدی کو ایک چان کے سہارے سخا دیا۔

”میں بیرونی جگل لک ان کے پیچے لگا آیا تھا۔“ فریدی آہستہ سے بڑا بڑا۔

”لیکن مجھے حرمت ہے کہ وہ اندر کیتے داخل ہوئے۔“ ذانِ الفرشتوہ نے کہا۔ ”انہیں دیکھ کر میں نے رسیوں کا پل بھی کاٹ دیا تھا۔“

انہوں نے بانہوں کے جگل میں ایک دوسرا بستہ دریافت کر لیا تھا۔ فریدی نے کہا۔ ”اکی راستے سے میں داخل ہوا ہوں۔ وہا کے لکھ گئے اور میں ایک مصیبت میں چھپ گیا۔ ایک

میں مائیں نے میرا پچھا کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر مجھے کچھ اچھی طرح یاد ہیں کہ میں اس دراز میں کیے جا پڑا۔“

”ذانِ الفرشتوہ...“ جانِ الفرشتوہ کے پیشے کی روشنی کی طرف اتر گا۔ ”لیکن پھر میں میں سے لکھ کر طرح“

”بھی تو بتانے جا رہا ہوں۔“ فریدی نے اپنی چھوٹی ہوئی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کشکی لیتے ہوئے کہا۔ ”میں دیوانہ وار دراز میں دوڑ رہا تھا اور یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ وہاں جانکا جہاں

رسیوں کا پل تھا۔ مگر میں نے کیا دیکھا؟ فریدی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔  
”کیا دیکھا.....؟“ ڈان ونسٹ کے لجھے میں اضطراب تھا۔

”پل والا برا درخت دراڑ کے آر پار پا اتحا اور اس کی روی دراڑ میں لٹک رہی تھی۔“  
ڈان ونسٹ پہلے تو کچھ نہ سمجھا تھا لیکن پھر دھڑتا اچھل پڑا۔ فریدی اس کی طرف دیکھا  
بغیر بولا رہا۔ ”وہ چیز میرے لئے تائید نہیں تھی۔ میں کسی نہ کسی طرح چھڑتا اور اسی عک  
پہنچ گیا۔ اب مجھے اسوقت اچھی طرح یاد نہیں کہ میں رہی کے سہارے کس طرح کو پہنچا۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اسی درخت کے سہارے دراڑ کے اس پار آگئے ہیں۔“  
ڈان ونسٹ نے گھبراۓ ہوئے لجھے میں کہا۔ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تم نے مجھے  
واڑیں کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ جھیں اوپری کا بیوٹ دھائی دیا تھا۔“

”یہ ان کی ایک خطرناک حرکت تھی۔“ فریدی نے کراہ کر کہا۔ ”وہ رہموں کا ساتھی اور  
قا۔ انہوں نے اس پر اوپری کامیک اپ پر گردی تھا۔“

”افور.....!“ رشیدہ بے اختیار چھپی اور پھر بنس پڑی۔  
”خاموش رہو۔“ ڈان ونسٹ نے اسے ڈاثا۔

”اس کے ساتھ داؤدی اور ہیں۔“ فریدی نے کہا۔  
”البر و اور اس کا ساتھی؟“ ڈان ونسٹ نے پوچھا۔

”ہاں! لیکن جانتے ہو البر و نوکون ہے؟“  
”نہیں۔“

”مین الاقوای شہرت کا ماں اک انکپڑ فریدی جس نے مصر میں ویس کی مشن آنہی کا  
لگایا تھا۔“

”غدار.....ڈی گاریکا۔“ ڈان ونسٹ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ ”لیکن جھیں کیسے معلوم ہوا۔“  
”اس کے پاسپورٹ سے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن جھیں اس کی اطلاع نہ دے سکا  
کیونکہ انہوں نے میری نگرانی شروع کر دی تھی۔“

رشیدہ نے پھر قہقہہ لگایا اور چیخ کر بولی۔ ”اگر واقعی ان کے ساتھ فریدی بھی ہے تو ہمکا۔“

کہ تمہاری موت تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔“

”خاموش رہو۔“ ڈان ونسٹ اسے مکا دھا کر چینا۔

”میں بہت تحکم گیا ہوں۔“ فریدی حضحل آواز میں بولا۔ ”مجھے ایسا ہجوس ہوتا ہے جیسے  
میں صبح تک زندہ نہ رہ سکوں گا۔“

”آگ بچا دو.....!“ ڈان ونسٹ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”ساری روشنیاں گل کر دو۔“  
تھوڑی دیر بعد وہاں اندر ہمراپ چل گیا۔

”ڈان ونسٹ میں تحکم گیا ہوں۔ مجھے برائٹی چاہئے۔“ فریدی نے کہا۔

”برائٹی..... ہمارے پاس صرف دو ٹولیں رہ گئیں ہیں۔ زیادہ پینے کی کوشش نہ کرنا ہم  
ب تھکے ہوئے ہیں۔“

ڈان ونسٹ نے اس کے ہاتھ میں ایک بوٹی تھما دی۔ فریدی نے تھوڑی کی برائٹی  
اندر ہمراپے میں گردی پھر اس کی جیب سے ایک پڑیا ٹکلی دوسرے لمحے میں پڑیا کا سارا سفوف  
بوٹی میں تھا۔

”شکری.....!“ فریدی ایسے انداز میں بولا جیسے وہ ابھی تک سائیں روکے ہوئے بوجی  
میں مند لگائے رہا ہو اور پھر اس نے ٹول کر بوٹی ڈان ونسٹ کو داپس کر دی۔ بوٹی ڈان ونسٹ  
اور اس کے ساتھیوں میں گردش کرتی رہی۔ فریدی چھیڑ چھیڑ کر ان سے گھٹگو کرنے لگا۔ تھوڑی دیر  
تک وہ بولتے رہے پھر ان کی آوازیں آئی بند ہو گئیں۔ فریدی نے دو تین بار ڈان ونسٹ کو کوزور  
زور سے پکارا لیکن جواب نہ اور پھر وہ آہستہ آہستہ ٹوٹا، ہوارشیدہ کی طرف بڑھنے لگا۔ رشیدہ  
چوک پڑی۔

”یہ کیا حرکت؟“ اس نے سخت لجھے میں کہا۔

”چپ چپ..... میں ہوں فریدی۔“

”اوہ.....!“ رشیدہ قریب قریب چیخ پڑی۔

”بے وقوف لڑکی خاموش رہو۔“ فریدی نے کہا اور اس کے ہاتھ پر کھونے لگا۔  
تھوڑی دیر بعد وہ چنانوں سے گزور ہے تھے۔

”ڈی گاریکا اور اس کی لڑکی کو میری اصطبل نہ علوم ہوئے پائے، فریدی نے لہلکا۔“  
مجھے صرف البروف بھتے ہیں۔“ لیکن اللہ تعالیٰ اسے سمعان الـ ”سـ مـ لـ“  
ہے۔“ ڈی گاریکا وغیرہ رشیدہ بودیکہ راجپول پر نے رشیدہ اور شیخ شفیعے کے لئے ہوئی بُری طرح رو رعنی تھی۔

”تم بھی بھی اس طرح روی ہو۔“ میریدے اہست سے رونا سے پوچھا۔  
لیاں کا دکان اسی دکان میں مل کر جان کی خیر نہیں۔“  
”میں کیوں روئی۔“  
”البروف میں سر خوش تمہارا شکریہ ادا کروں۔“ ڈی گاریکا بولا۔  
”لیکن بعدی باتیں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ صبح میں ڈان و سنت سے بھٹاکے۔  
”کیوں نہ انہیں اسی وقت نہ کادیا جائے۔“ رونا نے کہا۔ لیاں کے سب  
نہ کلا رجیں ہے اصل نہیں۔ میں میریدا یا بھوی میں کسی کو خارج نہ کا قابل نہیں۔“  
”مشق۔“ اور آڑو۔“ رشیدہ رات ہی کوکل کے نو۔ ڈی گاریکا بیٹے ہے۔“  
”مشق سے پہلے ان کی آنکھ کھلنی خال ہے۔“ فریدی نے کہا اور سارے لامائے

لیاں کے پہلے ہیں ہمارے ایسا ہے۔“ میں میریدا ہمارا ہے۔ رات میں پاری باری سے ہم پھرہ دتیے رہیں گے۔  
ڈی گاریکا کے کہاں پہنچنے کا کام اسی کام کا کام ہے۔“ اس کا کام اسی کام کا کام ہے۔  
رات کی تاریکی یوہی جاری ہی۔ سر لوگ سوئے میں اچانک فریدی کی آنکھ کھل  
کی۔ میریدا رونا اور منیچہ میں رشیدہ سورہی تھی۔ لیکن ڈی گاریکا کا کہاں کی پتہ تھا۔ فریدی کا  
ماخا تھکا۔ وہ تیزی سے چنانوں پر چڑھنے لگا۔ چاروں طرف شانا تھا۔ یکاں اسے ایک بیچ  
ستائی دی۔ فریدی کے جسم میں سنسنا ہٹ دوڑ گئی۔ وہ آواز کی طرف جھپٹا پھر درستی بیچ ستائی ڈی  
پھر تیری اور ایک بار پھر ستائی چھا گیا۔ وہ جگہ جہاں اس نے ڈان و سنت اور اس کے ساتھیوں کو  
چھوڑا تھا کھاتی دے رہی تھی۔“

”وہ حادثت کر دی بیٹھا۔“ فریدی بڑا ہی سانسے کا مسئلہ دیکھ کر تاشی کی آنکھوں میں خون  
اڑ آیا۔ ڈان و سنت اور اس کے ساتھیوں نے ڈی گاریکا کو جگہ رکھا۔ ڈان و سنت پوری قوت  
سے اس کا گلا دبا رہا تھا۔ فریدی نے راٹل چھتیاں دھامیں چانیں کر کر انجیں۔ فریدی نے

بچہ دوسرے افراد کیا اور بھاگا۔“ اسکے آنکھے جلا فہرے تھے۔“ اسکے آنکھے جلا فہرے تھے۔“  
آدمیوں کے بھائے کی آوازیں اسے سنائی دی۔ فریدی اس جگہ بیٹھ گیا تھا جہاں ڈی گاریکا  
ذوالشون کے آنکھ میں پڑا تھا۔“ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ فریدی کے آنکھ تھے۔“  
”ابرونو۔“ ڈی گاریکا چلایا۔ ”کیا وہ لوگ بھاگ گئے تھے؟“ لیاں نہیں۔“

”ہاں یہ کیا پاگل پن تھا۔ میرے منع کرنے کے باوجود بھی تم چلے آئے۔“  
”مگر یہ بہت بُرا ہوا۔“ وہ لوگ بیچ کر کھل گئے۔ اب ہماری جان کی خیر نہیں۔“  
”کوئی پرواہ نہیں۔“ فریدی نے اسے اٹھایا۔ ”تمہیں چوت تو نہیں آئی۔“  
سلان یہ نہیں البرو۔“ مجھے اولیا زیست کے انعامات نے انداختا کر دیا تھا۔“ جب تم لوگ ہو گئے تو میں  
اٹھا یہ سب بیہوش پڑے تھے۔ میں نے ایک کے بینے میں خبر اتنا دی۔ اس کی جھیل پر دھروں  
کی آنکھ کھل گئی۔ جب تک وہ ہوشیار ہوں میں ذمہ رکے کو بھی ختم کر دیتا تھا کہ اپنے اپنے ان لوگوں  
نے مجھے پکولیا۔ میں بے قابو ہو گیا مگر تعجب ہے البرو ان میں کسی نہ کہ پاس کوئی ہتھیار بھی نہ  
دھکا۔“ ست لیکن دل نہیں۔“ مالا مالہ تھیں جو میں ہی۔“ رانیا کے ہاتھ میں ہے۔“

فریدی اور ڈی گاریکا جب پیچے تو انور اور میریدہ وغیرہ جاگ پکے تھے۔ رونا کا چہرہ روز رو ہو  
سلاہ تھا۔ ڈی گاریکا کو دیکھ کر دوڑا راجپول پر ہی۔ لیاں نہیں۔“ سب اس کے نہ ہے۔“  
”میرے متعلق کیا خیال ہے۔“ میریدے دل دیا۔

رونا نے اسے گھوکر دیکھا۔ میریدے خاموشی نے گزدن جھکا۔““ اسے  
خند میں سب لوگ تیاری میں امداد فرموئے اور سورج نکلتے نکلتے یہ چھوٹا نہایا تھا۔“ سکھان  
چانوں کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔“ جو۔““ اسے لیاں نہیں۔““ لے۔““ لے۔““

متواتر دون سک سفر جاری رہا۔ اس دوران میں کوئی قائل ذکر حادثہ پیش نہیں آیا۔ آہستہ  
آہستہ جگنوں اور شپاڑوں کے آغاز ختم ہوئے تھے جو اسے اٹھا دی ڈی گاریکا کی ججو نیز پر ایک گدڑ ک  
کر فریدی، میریدہ اور انور نے اپنی سکھیں تبدیل کر لیں۔“ اور ڈی گاریکا کے لوگوں کی آنکھیں کیلیں  
میں تھا۔ فریدی اور میریدہ نے ڈی گاریکا کی دی ہوشی و دو تصاویر کے مطابق دیکھ لیا تھا۔“

ایک عجیب بات دکھائی دی کہ ساری عمارتیں بزرگ سے رگی ہوئی تھیں اور عمارتوں کی چھوٹیں پودے اور جماڑیاں نظر آرہی تھیں۔ انہیں کوئی الگی عمارت نظر نہ آئی جس کی چھت پر جھوٹے جھوٹے درخت نہ دکھائی دیتے رہے ہوں۔ ذی گاریکا محمد اور انور کی حمّت پر ہمہ۔

”میں سمجھتا ہوں۔“ فریدی سکرا کر بولا۔ اس جزیرے پر پرواز کرنے والے فیر مکی ہوئی جہاز سے محفوظ رہنے کے لئے تم لوگوں نے پڑی تھے اختیار کیا ہے۔“

”لیکن بعض بد قسمت ہوا جہاز“ ذی گاریکا نے پس کر کہا۔ ”جن کی پرواز بھی ہوتی ہے مارکر گرانے جاتے ہیں تم نے اکثر اپنی طرف کے اخبارات میں اس حم کی خبریں پڑھی ہوں گی کہ فلاں طیارہ بحر املاٹک اور بحر کریم کے درمیان پرواز کرتا ہوا پر اسرار طور پر غائب ہو گیا۔ وہ پر اسرار طریقہ ہماری طیارہ شکن بندوقوں کا رہیں منت ہے۔“

”بہت خوب....!“ فریدی سکرا کر بولا۔ ”میرا دل چاہتا ہے کہ بھی زندگی اسی پر اسرار جزیرے میں گزار دوں۔“

”ج.....!“ رہونا پر سرت لجھے گئی۔

”خُلی.....!“ فریدی سجادی سے بولا اور سجادی کے چہرے پر ہوا یاں اٹھنے لگیں۔

”اگر ایسا ہو سکتے ہم اسے اپنی خوش نصیبی سمجھیں گے۔“ ذی گاریکا نے کہا۔

”لیکن تم نے تو کہا تھا کہ غیر مکی بہاں رہ سکتے ہیں ہیں؟ آخر کب تک اس حالت میں رہوں گا۔“ فریدی نے پوچھا۔ ذی گاریکا گڑ بڑا گیا۔

”البر و خوارے بہاں اگر فاگان اور مقدس باب پل کر کوئی حکم دے دی تو اسے سب مان جی لیتے ہیں۔“ ذی گاریکا نے خشنی سامن لیتے ہوئے کہا۔

صح کے ہلکے ہلکے پھیلتے ہوئے دھنڈ لکھ میں وہ شہر کے غیر آباد حصہ سے گزرتے رہے ذی گاریکا کی ایکم کے مطابق ان لوگوں کو سب سے پہلے مقدس باب کے حضور میں حاضر ہوتا تھا۔

صح ہو چکی تھی اور شہر سے باہر نکل کر ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دام میں یہ قافلہ تھی چاڑھا۔ پہاڑی کے نیشوب میں چنانچہ سے ڈھکا ہوا ایک تکڑ دکھائی دے رہا تھا لال لال نیتھی لگائے ہوئے۔ سپاہیوں کی دو روپیہ قطار پہرہ پڑھی۔ اس قافلہ کو آتے دیکھ کر انہوں نے اپنی

گاریکا نے انہیں بتایا کہ شہر میں داخلے کے وقت پاہر سے آنے والوں کے متعلق کافی چھان بین کی جاتی ہے۔

”بھجے خوف ہے کہ کہیں ڈاں و سفت نے شاہی عکس سراغ رسانی کو اپنی آمد سے مطلع نہ کر دیا ہو۔“ ذی گاریکا نے کہا۔

”کس طرح.....!“ فریدی نے پوچھا۔

”واڑیں کے ذریعہ۔“

”واڑیں.....!“

”ہاں..... تم کیا سمجھتے ہو۔ ہم لوگ کافی ترقی یافتے ہیں۔ اس محاٹے میں کسی یورپین ملک سے چھپے نہیں۔“

”خبر کہاں سے بھیجی ہوگی۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میکیکو کی بندرگاہ ویراکروز سے۔“

”لیکن کیا یہ چیز خطرناک نہیں۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”تمہارے پیغامات دوسرا بھی سن سکتے ہیں۔“

”یہی تو خاص بات ہے۔“ ذی گاریکا نے سکرا کر کہا۔ ”ہمارے ٹرانس پیٹریب سے الگ تھلک ہیں۔ ہمارے ٹرانسپرنس کے ہوئے پیغامات صرف ہماری ہی رسیوگ مشینوں پر نہ جاسکتے ہیں۔“

”تو پھر اب کیا کہتے ہو۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

”ہم ایک خیریہ راستے سے شہر میں داخل ہوں گے۔“ ذی گاریکا نے کہا۔ ”اور اسی صورت میں انور کے لئے اولیاری کا میک اپ تھوڑی ہے۔ خود مجھے اور رہونا کو بھی اپنے حلے تبدیل کرنے پڑیں گے۔“

”وہری ایکم کے مطابق انہوں نے احتیاطی تدابیر کرنے کے بعد راستہ بدلتا۔ اس طرح انہیں چھٹیں گھٹتے ہیں اور سفر جاری رکھتا پڑا اور جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو فریدی وغیرہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ چاروں طرف بڑی عالیشان عمارتوں کا جال سا بکھرا ہوا تھا۔ لیکن انہیں ہے۔

تھا۔ دور سے فریدی نے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں پلا کی سفاق کی جھلک رہی تھی۔ فریدی نے ایک نظر میں پچان لیا۔ یہ شخص ڈان و سنت کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

## خوفناک جنگ

فوج سامنے آ کر رک گئی۔ مقدس باب پرہیز سے چلا یا۔

”بھروس“

لبے لبے قدم بڑھاتا ہوا صفوں کے چمٹے سے گزر کر وہ فاگان کے سامنے پہنچا۔

فریدی نے حیرت سے دیکھا کہ فاگان کے سپاہی بھی اسے دیکھ کر تھیما جک کرے

”کیا چاہتے ہو۔“

”آپ کے پاس جو آدمی آئے ہیں یہ سب غدار اور بدستی ہیں۔“

فاگان کے ساتھی ایک ساتھ چلا یا۔

”یانا تا کی چٹی پڑی گاریکا کو چھانی دو۔“

محج جیسے ہی خاموش ہوا مقدس باب نے کہا۔

”انہیں سے کوئی بدیکی نہیں۔ یہ لوگ کی تو را رو ہوئی کیا تھا۔ ہیں۔ کی تو را رو ہوئی جو

فاگانی ہے۔ گر تمہیں یقین نہیں ہے تو اسکا شان دیکھو لو۔“

مقدس باب پر کی آواز گنجی۔ انہوں نے

رشیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ رشیدہ نے بلدی سے کپڑے ہٹانے شروع کئے۔

مقدس باب وہاں سے

”اور رشیدہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا۔“

”بھی وہ اپنی فوجوں عی کے درمیان تھا۔“

”دھائیں۔“

ایک گولی سرسری ہوئی رشیدہ کے کان کے پاس سے نکل گئی اور جب

تک دوسرا فائر ہو، فریدی نے فائر کیا اور ڈان و سنت کا پستول زمین پر تھا وسری طرف سے

لگاتار فائر شروع ہو گئے۔

مقدس باب نے رشیدہ کی طرف دیکھا۔

دوноں نے بھی جوابی حملہ شروع کیا۔

”راہلیں اٹھائیں۔“ ڈی گاریکا نے اپنے دنوں پاٹھ اٹھادیے۔ فریدی اور افروز ہیرہ نے اس کی تقلید کی۔ سپاہیوں کے پاس پچھتے ہی رشیدہ نے بیان بازو کھولا اور سپاہیوں کے چمٹے میں کھڑی ہو گئی۔ مکان کر کاں نے اپنا بازو ہمراہ لے لیا۔

”ی تو را۔۔۔!“ ایک ان میں سے حیرت سے چھا اور وہ سب رشیدہ کے گرد آ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بازو پر پڑا ہوا نشان صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”قاگانیہ زندہ باد۔۔۔!“

”کی تو را رو ہو زندہ باد۔۔۔!“

سپاہیوں نے نفر لے لگائے اور اپنی ٹکنیشن جھکاؤ پیں۔

مقدس باب فتروں کی آواز کر باہر نکل آئے تھے۔ فریدی نے دیکھا ایک لمبا تر نگاہ بڑھا آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی خوبصورت سفید ڈاگی اور آنکھوں میں ایک خاص تم کی چمک نے فریدی کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ آدمی ہوشیار ہے۔

ڈی گاریکا سے دیکھ کر جھکا۔ احتراں اس نے مقدس باب کی ٹکنیشن کو بوسہ دیا اور کھڑا ہو گیا۔

رشیدہ کو دیکھ کر اس نے تھیسا سر ہالا یا اور اس کی پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ پھرا۔

اچاک فقاروں کی آواز سنائی دی۔ فریدی چمک پڑا۔ ڈی گاریکا کے چہرے پر ہوا نیاں

چھوٹے لگیں۔ فقاروں کی آواز تیز ہوتی تھی۔

مقدس باب نے مڑکڑی گاریکا کی طرف دیکھا۔

”فاگان۔۔۔ گروہ کس سے ٹوے گا۔“

دیکھتے دیکھتے سامنے کا میدان گرد غبار سے اٹ گیا۔

مقدس باب نے پاس پڑے ہوئے فقاروں کو زور زور سے پینٹا شروع کر دیا اور ٹھوڑی ہی دیر میں سلح

سپاہیوں کی ظمار نکلنے لگی۔

سامنے کا غبار چھٹ کیا تھا۔ اڑتے ہوئے سبز پھریے فقارے بیجا تھے، ہوئے فوج آری

تھی۔ ان کی ٹکنیشن کی ایساں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ آگے آگے ایک شخص ٹکنیکی تکار لئے

ہوئے تھا جس سے خون کے قطرے پلک رہے تھے۔ غالباً یہ اعلان جنگ تھا۔

سپاہیوں کے ٹکنیشن کے سر پر چاندی کا چھتر لگا ہوا تھا۔ غالباً یہ فاگان تھا اور اسی کے ساتھ ایک شخص اور

فریدی تھوڑی دیر تک تو حمید وغیرہ سے باشیں کرتا رہا پھر پچکے سے نکل گیا۔ حمید وغیرہ پہلے تو کچھ نہ سمجھے لیکن جب فریدی کی واپسی میں دیر ہوئی تو ان کی تشویش بڑھ گئی۔  
”آخ رکھاں چلے گئے؟“ رشیدہ بولی۔

”اب یہ سب کچھ مت پوچھو۔“ حمید طنزی رجھ میں بولا۔ ”آخر نہیں تمہاری تا جوشی کا بھی تو انتقام کرتا ہے۔“

”ملکہ عالم...!“ اور سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ”یہ نالائق ٹھیک کہتا ہے۔“

”اے انور میں چانداروں گی۔“ رشیدہ جلا کر بولی۔

”ضرور ضرور... حضور عالی۔“ حمید نے سمجھ دی سے کہا۔ ”یہ بد تحریز اسی الائق ہے۔“

”حمد صاحب میریانی کر کے...“ رشیدہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

”ایہ ہم صاحب و احباب کہاں۔ ہم تو خاصے گدھے ہیں۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔ ”فریدی صاحب کے ابد و گھوڑے صاحب ہیں۔“

وہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر جھنگلا کر کہنے لگا۔ ”فریدی صاحب کو تو خر قتل ہونا ہی ہے۔ آج نہ ہوئے تو خیر کل ہی ہو جائیں گے۔ ارے میں... ارے میری کم بختی کیوں آتی رہتی ہے بھتی۔ ارے کوئی بتانا بھتی۔ ارے اذ راعمر رفتہ کو آواز دینا کوئی آواز دینا میری طرف سے ارے بھتی کوئی ہے۔“

حمد اچھل اچھل کر اول فول بک رہا تھا۔ جیسے اچاک دماغ خراپ ہو گیا ہے۔ ”بھی بک تو کچھ نہیں ہوا تھا۔“ انور اس کا گریبان پکڑ کر بولا۔ ”مگر اب شاید تمہاری شامت آئی گئی ہے۔“

”بیس بیس بکاں مت کرو۔“ حمید نے گڈ کر کہا۔ ”سب کچھ تم دونوں کی بدولت ہوا۔ ارے غصب خدا کا کہاں یہ مخوس جزیرہ اور کہاں میں۔ ارے کم بخت اتنا تو سوچو کہ ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی۔ اگر میں یہاں مارا گیا تو میرا بوڑھا باپ گھل کر جوان ہو جائے گا۔ آج مجھے شہزاد کی یاد بُری طرح ستاری ہے۔ مگر نہیں توبہ لا ہوں والا قوت۔ آج کل کی لڑکیاں قابلِ اعتقاد نہیں۔ اگر وہ بھی کسی جزیرے کی شہزادی نکل پڑی تو اپنا تو....!“

دوپھر ہو گئی تھی۔ لاوی بڑے زور شور سے جاری تھی۔ ڈان و نست اور فاگان کے ساتھی تعداد میں زیادہ تھے مگر اہلوگ بھی بڑی دلیری سے بوارے ہے تھے۔ ڈی گاریکا نے حمید، فریدی، رشیدہ اور انور کو ایک تحفظ مقام پر پہنچا دیا تھا۔

لاوی کا مختصر بھیانک ہوتا جا رہا تھا۔ زمین خون سے رنگ گئی تھی۔ فریدی ڈی گاریکا کے جانے کے بعد دہاں سے ٹلا۔ قدر کی ایک چھوٹی سی فیصل پر پہنچ کر اس نے جگ کی حالت دیکھنی شروع کی۔

دونوں فوجیں ایک درسے میں غشت پشت ہو گئی تھیں۔ تعداد میں کم ہونے کی بجائے پر وہ محسوں کر رہا تھا کہ اب پاروی کے ساتھی بیچپے ہٹ رہے ہیں اسے اپنی پشت پر کسی کا ہاتھ محسوں ہو۔ اس نے چوک کر دیکھا۔

”البر و نو! ہم لاوی ہرگز نہیں۔“ ڈی گاریکا کے لمحے میں اداہی تھی۔ ”مگر یہ ایک دم لاوی کیسے چڑھ گئی۔“

”مقدس باپ اور فاگان میں بہت دونوں سے انہیں تھی اور دونوں اپنی طرف سے لاوی میں صرف تھے۔ ذرا سے موقع کی دریتی سودہ ہاتھ آ گیا۔“

فریدی خاموشی سے نکلا رہا اس کی نظریں ناشائستہ والے میدان پر تھیں۔ سورج ڈوب رہا تھا اور شام کی بھلیتی سرگیں دھن دھنوں میں اس کے ساتھی جماں رہے تھے۔ ڈان و نست اور فاگان کے ساتھی فیصل کے نیچے نکل بیچپے گئے تھے۔ غبار سے ائے ہوئے میدان میں ہزارہا لاشیں دکھائی دئے رہی تھیں۔ فریدی کا پتہ آئا۔ اتنا انسانی خون بلا اوجہ بھایا گیا؟

”اب کیا ہوگا۔۔۔ البر و نو! اب کیا ہوگا۔“ ڈی گاریکا کے لمحے میں بدحواسی تھی۔ ”تم ان کے ذمہ دار ہو۔۔۔ تم۔۔۔؟“ وہ اچاک فریدی کے اوپر پلاٹنے لگا۔

”نہ تم ڈان و نست کو چھوڑتے اور نہ آج ہم کو یہ دن دیکھا پڑتا۔“ وہ روپڑا۔ ”دھوحلہ رکھوڑتی گاریکا۔“ فریدی نے اسے اٹھایا۔

دونوں اپنے کمرے کی طرف لوٹ آئے۔

تکلد بند کروا دیا گیا۔ چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا گیا تھا۔

جید نیری سے دوسرے بکرے میں چلا گیا۔  
رشیدہ نبی کے مارے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔

”اب چپ بھی رہو۔ یہاں جان پر نبی ہے اور تمہیں یہ نقویت سوچ رہی ہے۔“ انور اکتا کرولा۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا۔“ رشیدہ نبی روکتے ہوئے بولی۔ ”آخر فریدی صاحب کی اتنے غیر نجیدہ آدمی ہے کیونچتی ہے۔“

”تم اسے غیر نجیدہ سمجھتی ہو۔“ انور نے کہا۔ ”ازے باب رہے باب۔۔۔ اتنا بھائیک آدمی میری نظر سے گزرا ہی نہیں۔ یہ نبی نبی میں وہ نسب کچھ کگزنا ہے جو بڑے بڑے سنجیدہ ہو کر بھی نہیں کر سکتے۔ یہ بخت یوقوف بن کر یوقوف بناتا ہے۔“

”ہے آدمی پر مذاق، مگر حضرت گئے کہاں۔“ رشیدہ اٹھتے ہوئے بولی۔

آدمی رات سے زائد گزر چکی تھی۔ دن بھر کی دھائیں دھائیں کے بعد اس وقت فضا پر سکون تھی جیسے طوفان آ کر ہٹھم گیا ہو۔ فریدی کا اب تک کہیں پتہ نہ تھا۔ رشیدہ دروازے کے قریب جا کر رک گئی۔ سامنے ہی ڈی گاریکا کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پر گیا تھا۔

”البر نو کہاں ہے؟“

”ابھی تک نہیں آیا۔“

”اچھا میرے ساتھ آؤ۔ تمہیں مقدس باب پا دکر رہے ہیں۔“

رشیدہ ڈی گاریکا کے ہمراہ اس کے کمرے کی طرف پل پڑی۔ ایک بڑے سے ہال میں پادری تھا بیٹھا ہوا تھا۔ اوپنے اوپنے بیٹے فانوس میں کافوری شمعیں جعل رہی تھیں۔ صلیب کا ایک بڑا سانشان کمرے کے اندر مال مریم کی تصویر کے اوپر بنا ہوا تھا۔ پادری کافی بیٹھ کر نظر آ رہا تھا۔

”سی نورا رسولی۔۔۔ مجھے اپنی جان کا ڈر نہیں مگر یہ ہزاروں آدمی مفت مارے جائیں گے۔“ اس نے اوس لمحے میں کہا۔

رشیدہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

”میرے پاس ڈان ونسٹ کا آدمی خط لے کر آیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ فاگان میری ساری شرطیں مانتے کو تیار ہے صرف مجھے ڈی گاریکا اور اس کے ساتھیوں کو تمہارے سمت اس کے حوالے کر دینا ہوگا۔ میرے خیال میں تم لوگ بھاگ جاؤ۔“ مقدس باب کہتا رہا۔ رشیدہ کو یہاں کے تاج و تخت سے کوئی لچکی نہ تھی۔ وہ تو محض فریدی کی وجہ سے چل آئی تھی۔ فریدی کوں آیا تھا؟ وہ یہ نہیں جانتی تھی۔ مگر پھر بھی اسے شبہ تھا کہ کوئی ایسی وجہ ضرور ہے جس کی بنا پر فریدی سرمدار رہا تھا۔

”مگر ہم اب جا بھی کیسے سکتے ہیں۔ راستے چاروں طرف سے گمراہ ہوا ہے۔“ رشیدہ کچھ پھکپاتے ہوئے بولی۔

”یہ میرا ذمہ۔“ پادری نے تالی بھائی۔ دو آدمی اندر داخل ہوئے۔

”سی نورا کو تکم کے باہر لے جاؤ۔“

رشیدہ ابھی چند قدم آگے بڑھی تھی کہ وہ آدمی ٹھکرے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ جھکائے اور اللہ قدموں والیں چلے گئے۔ پادری کی آنکھوں سے شعلہ نکلنے لگے۔

”تہک حرام۔۔۔!“ وہ چالایا۔

”ڈی گاریکا۔۔۔!“ وہ چیخا۔

چیسے ہی ڈی گاریکا اندر داخل ہوا وہ برس پڑا۔

”کتے۔۔۔ میں تھے جلا ڈالوں گا۔ تو میرے خلاف بھر کاتا ہے۔ سی نورا خودرو والیں جائے گی اور تو بھی یہاں نہیں رہ سکتا۔ تم سکھوں کو اندھا کر کے نکال دیا جائے گا۔ تا کہ تم پھر یہاں نہ آسکو۔“ وہ چلا رہا تھا۔ ڈی گاریکا کا چہرہ سفید پر گیا تھا۔

”رم۔۔۔ مقدس باب۔“ وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ”میں نے جو کچھ کیا وہ آپ ہی کے اشارے پر کیا۔ مجھے سزا ملت دیجئے۔ آپ جو کچھ کہیں گے وہی ہوگا۔“

”صح چار بیجے تمہیں تابنے کی کان والے راستے سے باہر نکال دیا جائے گا۔“

”اوہ خدا۔۔۔!“ وہ چیخا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

رشیدہ کی قوت فکر جواب دے رہی تھی۔ وہ سیدھی انور کے پاس پہنچی۔ دروازے میں دفل

ہوتے ہوئے اس نے دیکھا۔ انور بے چینی سے بیل رہا ہے۔ رشیدہ کو دیکھتے ہی وہ چیخ اٹھا۔  
”دھکار شو! براز بر دست دھکا۔ اب ہم نہیں قیکتے۔ پادری روپیہ اور اقتدار کے لائق  
میں آ کر فاگان سے مل گیا۔ اب کوئی دم میں ہم لوگ مارڈا لے جائیں گے۔“

چشم زدن میں رشیدہ کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ پادری فاگان سے ساز باز کر رہا تھا مگر  
اپنے سپاہیوں کے ڈر کی وجہ سے حکم کھلا اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے  
اس نے یہ مکمل کھلایا۔

”مگر تم سے یہ کس نے بتایا؟“ رشیدہ نے پوچھا۔  
”رمونا نے۔“

”فریدی صاحب آئے۔“  
”نہیں۔ کم بجت حمید کا بھی پتہ نہیں ہے۔“

”رسوڈار لیک...“ اور رشیدہ اس کامنہ دیکھنے لگی۔

”مرنے سے پہلے میں ایک بار تم سے کہہ دینا ہی چاہتا ہوں کہ مجھے تم سے...“  
”کہتے کہوں نہیں بیٹا کہ محبت تھی اور اب اس وقت نہ کہو گے تو کب کو گے۔“ پچھے سے

آواز آئی۔ رشیدہ اور انور دونوں نے چونکہ کردیکھا۔ حمید کرے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کا  
سیاراچہ کچھ میلات پتھ تھا کہ جگد سے بچنی ہوئی قیفی سے خون رس رہا تھا۔ اس کے پھرے  
پر بے پناہ ادا کی تھی۔ ایک بارے ہوئے جواری لی طرح وہ درہ ام سے کری پر آگرا انور نے  
پہلی پار حمید کو اتنا ادا دیکھا تھا۔

”یہ کیا ہوا؟...؟“ دونوں نے یہی وقت پوچھا۔

”اور... عالیاں نہیں کہہ سکتا۔ میں یعنی ہیں کر سکتا۔ مگر مگر...!“  
”ارے کہو گے بھی...!“

”خدا خواست فریدی صاحب شاید اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔“  
”آئیں...!“

”ہاں نہیں تابنے کی کان میں دھکیل دیا گیا اور اس قلبے کے نیچے ڈانکا میٹ لگا دیا گیا۔

ہے۔ چار بج کر ۵۰۵ منٹ پر عمارت اڑادی جائے گی۔ یعنی اب سے صرف ایک گھنٹہ بعد  
فریدی صاحب کو کان میں گرتے ہوئے ایک سپاہی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور تم جانتی  
ہو کہ کان آگ کا اولادے کی ایک بھٹی ہے۔“

”آہ...!“ وہ بھٹھال ہو کر گر پڑا۔

اچانک رات کا ستانہ دھائیں کی بیت ناک آوازوں سے ٹوٹ گیا۔

ساری فضا چنگاریوں اور شعلوں سے سرخ ہو گئی۔ آسان میں سرخ سرخ بڑے بڑے  
ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگے زمین دلیل اٹھی اور چٹائیں اس طرح ٹوٹ کر رہے  
گئیں جیسے شنی کے ٹکڑے جھنجھٹا جاتے ہیں۔ شور بوجھتا گیا۔ آسان پر دیوتا نگہ ہو کر تاثر دنائی  
رہے تھے اور رات کی دیوبی کے جڑوں سے خون بہہ کھا تھا۔ زمین جل اٹھی تھی۔ ماحول لرز کر رہے  
گیا تھا۔ بیت ناک، بہبیب اور بھیاں کے جزیرہ دھائیوں سے کانپ رہا تھا۔

## فریدی کا قتل

فریدی جب باہر کلا تو اچھی خاصی رات ہو چکی تھی۔ اسے محبوں ہو رہا تھا کہ حالات نے  
اسے رہی طرح لکھجھ میں کس لیا ہے۔ ابھی تک اس کا سابقہ آدمیوں سے پڑتا رہا تھا مگر یہاں تو  
ایک پوری حکومت سے لا ای کا سوال تھا؟ محض اپنے اصول کی خاطر اس نے ڈان و سند کو زندہ  
چھوڑ دیا تھا ورنہ یہ ہگامہ نہ ہوتا۔ فریدی کو اپنے اوپر جھلاہٹ محبوں ہوئی۔ کاش وہ رشیدہ کو پا ستے  
ہی وابس چلا جاتا۔ اس نے سونچا، مگر بار بار سیکھی خیال اس کے دل میں پچکیاں لیتا رہتا کہ آخر دہ  
کون کی چیز ہے جس کی بناء پر یہاں کے باشدے دوسرا دنیا ہے بالکل عی dalle رہنا چاہیے  
ہیں۔ پھر اس پر اسرار جزیرے کے بارے میں جانے کا شوق اسے کھینچ لایا تھا۔ لیکن اتنے  
انسانوں کا خون دیکھ کر وہ دلیل اٹھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ ہرگز قیمت پر آج ہی کی رات میں  
اس جنگ کا خاتمہ ہو جانا چاہئے۔

جوں مار رہا ہو۔ اس عجیب طریقے کی بھیاک سرراہٹ سے تھوڑی دیر کے لئے فریدی جیسا بہادر انسان بھی سہم گیا۔ میلے کی آڑ لیتے ہوئے وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر سپاہی رہے گئے تھے۔ خیرم کے صاف نظر آ رہا تھا۔ خیرم کے اوپر ایک بڑا سامنڈا الہرا رہا تھا۔ جس پر ایک ریچھ کی شکل بنی ہوئی تھی۔ اچاک خیرم کا پردہ اٹھا اور ایک آدمی باہر نکلا۔ فریدی نے اسے فوراً پچان لیا۔ یہ وہی آدمی تھا جسے ان نے تکعہ کی فصیل کی طرف حرکت کرتے دیکھا تھا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا اپس تکعہ کی طرف جا رہا تھا۔ خیرم کا پردہ پھر اٹھا تھا اس بار دو آدمی ایک ساتھ باہر نکلے۔ فریدی چوک اٹھا۔ ان میں ایک ڈان وسعت تھا۔ ان نے اپنے ہاتھوں میں کوئی چیز دبارکھی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کے ساتھ بہت سے آدمی آگئے۔ ان سب کا رخ تکعہ کی طرف تھا۔ میلے سے کچھ دور آگے جب یہ لوگ ٹکل گئے تو فریدی بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ فصیل سے صرف تھوڑے ہی فاصلے پر وہ رک گئے۔ فریدی اب ان کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔

”سو ماہ انے دن ہی میں سب کام ختم کر لیا تھا۔“ ڈان وسعت نے کہا۔ ”اس وقت وہ خبر دیئے آیا تھا کہ تکعہ کے پیچے بارو بچھا دی گئی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ سونگ ٹینک پر لگا دیا جائے۔“

”میں..... مظہرو شاید مقدس باپ کو عقل آجائے اور وہ ان سب کو ہمارے حوالے کر دے۔ پھر اس کا کیا فائدہ ہوگا۔“ ڈان وسعت نے کہا۔

”اس نے ہمیں کب تک وقت دیا ہے۔“ پہلا آدمی بولا۔

”چارچینج کر ۵۲ منٹ کا۔“

”تو تمیک تو ہے۔ چارچینج کر چکپن منٹ پر سونگ لگادو۔ فاگان کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“ پہلا آدمی پھر بولا۔ ”اس کا بورڈ میرے خیسے میں رہے گا۔ پادری کا آدمی وہیں آئے گا اور اس سے فیصلہ کرنے کے بعد میں سونگ آن کر دوں گا۔ سونگ لگانے کے بعد وہیں پر ایک دستہ تعینات کر دیا گیا۔ فریدی نے گھری پر نظر ڈالی۔ صرف دو گھنٹے کے اندر یا تو اس کے ساتھی مارڈا لے جائیں گے یا پھر انہیں فاگان کے حوالے کر دیا جائے گا اور یقیناً وہ کسی بھی صورت میں اسے زندہ

فصیل کے کنارے سپاہیوں کا زبردست پیڑہ تھا۔ وہ بے مقصد اور ہر گھومتا رہا۔ قلعہ کے چاروں طرف چکر لگا کر دیوار پر چڑھ گیا۔ سامنے میدان میں بزرگیاں روشن تھیں اور فصیل کے پیچے ایک چھوٹی سی ندی آہستہ بہر رہی تھی۔ ذرا ہمیں سے فاصلے پر پہاڑوں کی بلند چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی پر حصہ قدرے محفوظ کیجھ کرنے لئے انداز کر دیا گیا تھا۔ پہاڑی اور ندی سے گمراہونے کی بنا پر اس طرف حملہ کا کوئی اندر یشیرہ تھا۔

ایک پراسرار سایہ اسے حرکت کرتا معلوم ہوا۔ وہ چونک پڑا۔ سایہ دھیرے دھیرے فصیل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جلد ہی اس نے اپنے کو ایک گنگوے کے آڑ میں چھپا لیا۔ سایہ اسی کے قریب آ کر رک گیا۔ چاروں طرف دیکھنے کے بعد اس نے اپنی کمر سے رسی کھوئی اور فصیل کے پیچے لکھا دیا اور پھر خود آہستہ اترنے لگا۔ فریدی بڑی بڑی خور سے اس کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔ پانی میں جھینچتی ہی اس نے اپنے قدم لکھا دیے اور دھیرے ہی لمحے میں وہ ایک چلاگ میں ندی کے اس پار فاگان کی فوجوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ فریدی اسے دیکھا رہا۔ جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ کافی آگے جا چکا ہے تو اس نے بھی فصیل سے اتنا شروع کیا۔ ندی میں آہستہ فٹ پانی کے پیچے ایک بہت بڑی چٹان تھی۔ فریدی نے اپنے قدم جھادیے۔ ندی کافی کھبری تھی اور پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا۔ لیکن چوڑائی کم ہونے کی بنا پر اسے اس پار جھینچتی میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ چٹانوں سے گلابتے ہوئے اندر ہرے میں وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ وہ سایہ اس سے کافی دور نکل گیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر خیموں کی قطاروں کے گرد روشنی میں اور پھرے دار و کھائی دے رہے تھے۔ فریدی رک گیا۔ آگے بڑھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ وہ فوراً پیچھے کی طرف مڑا۔ زمین پر پیٹھ کر اس نے حرکت شروع کی۔ اپاک اسے ٹھوکر گی۔ اس نے ٹولا۔ فاگان کی فوج کے ایک سپاہی کی لاش تھی۔ لال و روپی اور ہرے فیٹے سے اس نے فوراً پچان لیا۔ اپنالباس اسے پہننا کر اس نے سپاہی کی وردی خود چین لی اور اطمینان سے آگے بڑھا۔ پھرے دار چاروں طرف ٹھیل رہے تھے۔ روشنی کی تیز شعاعیں چاروں طرف پڑ رہی تھیں۔ ان سے پچتا ہوا وہ ایک چھوٹی سے میلے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ باوجود پہاڑی علاقہ ہونے کے اسے یہ جگہ کافی گرم جھوسی ہوئی۔ اسے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے زمین سپیسیں کھلتے ہوئے پانی کا سمندر

نہ چھوڑے گا۔ فوراً وہ آگے بڑھا اور چنانوں کی آڑ میں تکہ کی طرف بچوں کے مل بجا گا۔ ایک ایک منٹ برا فتحی تھا۔ تھوڑی دیر تک دوڑتے کے بعد وہ ٹھہر گیا۔ فاگان کی فوجوں کا پڑاؤ کافی دور رہا گیا تھا۔ دھندلی دھندلی بزرگ خوشی جھلک لاریجی اور پادری کی فوجوں کا سرخ نشان روشنی میں جھلک رہا تھا۔ یا ایک فریدی کو کسی کی چاپ سنائی دی۔ وہ فوراً بینٹ گیا۔ پادری کی فوج کا ایک سپاہی غالباً گخت میں ادھر آ رہا تھا۔ فریدی اپک کراس کے پاس پہنچا۔ سپاہی نے فوراً راٹل انھائی۔ فریدی نے ایک جھلکا دیا اور راٹل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی وہ اسے گھور رہا تھا جیسے پچان رہا ہو۔

”میرا نام۔۔۔ تم نے مجھے تی نورا اور ڈی گاریکا کے ساتھ دیکھا ہوا اور اگر نہ بھی دیکھا ہو تب بھی یقین کرو کر میں دست ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”سپاہی اسے بدستور دیکھ رہا تھا۔ فریدی نے پھر کہا۔ ”مجھے اس طرح نہ دیکھو۔۔۔ تم فوراً جاؤ اور ڈی گاریکا سے کہہ دو کہ پورے کا پورا قلم خطرے میں ہے۔ سوسارا نے قلم کے نیچے سرٹکلیں بچا دی ہیں اسلئے سرتکلیں صاف کرنا شروع کر دو۔ جلدی جاؤ اور ابھی جملہ کر دو۔ ڈی گاریکا سے کہہ دینا کہ یہ البروفنے کہا تھا۔“

فریدی نے دھکا دیتے ہوئے سپاہی سے کہا۔

”کی نورا۔۔۔!“ سپاہی چینا اور تیزی سے قلعہ کی طرف بجا گا۔

فریدی پھر واپس مڑا۔ خطرہ جوں کا توں سر پر تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اتنے کم عرصے میں نہ تو سرتکلیں صاف کی جاسکتی ہیں اور نہ لوگ بجا سکتے ہیں۔ وہ پھر اسی جگہ پر آ گیا۔ سپاہیوں کا دستہ اسی طرح اپنی جگہ پر موجود تھا۔ ان سے لڑا بھی بے سود تھا۔ اس لئے کہ بہر حال دو چار کو ختم کر دینے کے بعد بھی وہ قلعہ کو نہ پچا سکتا تھا۔ اس نے دیمرے دیمرے ڈان و سنت کے خیسے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ خیسے کے بالکل پیچے پیچے چکا تھا۔ جیب سے چاقو نکال کر اس نے خیسہ کا پردہ پھاڑ دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ خیسہ کے اندر کوئی نہیں تھا۔ ڈان و سنت شاید کہیں باہر چلا گیا تھا۔ فریدی نے چاروں طرف سوچ کا مین بورڈ تلاش کرنا شروع کیا۔ میز پر پڑے ہوئے ایک ڈبے پر نظر پڑتے ہی فریدی کی آنکھیں خوتی سے چک ٹھیں۔ وہ بڑھاتے میں کسی نے زور سے دھکا دیا اور وہ سنجھلتے سنجھلتے بھی لڑکھڑا گیا۔ سامنے ڈان و سنت کھڑا تھا۔ مدھم

بزرگ خوشی میں بھی اس کا پچھہ خوفناک نظر آ رہا تھا۔  
”کون ہوتا۔۔۔؟“ پستول کا رخ فریدی کی طرف کرتے ہوئے وہ گر جا۔ فریدی خاموش رہا۔  
”کون ہوتا بتاتے کیوں نہیں۔۔۔ کیا کرنے آئے تھے؟“ فریدی کا ہاتھ پکڑ کر اس نے ہلایا۔ ”اوہ۔۔۔ البروفنے!“ ڈان و سنت ہاتھ دیکھتے ہی ایک قدم پیچے ہٹ گیا۔ ”تم سمجھتے رہے ہو گے کہ میں اس وردي اور میک اپ کی وجہ سے نہ پچان سکوں گا۔ میں ہیاں کی خفیہ پولیس کا افسر اعلیٰ ہوں اور سکوار کے مقابلہ کے روز سے یہ ہاتھ سمجھتے ہیشہ سے یاد تھا۔ کیوں آئے تھے یہاں؟“ فریدی خاموش رہا۔  
”اچھا لواب تم مرجا۔۔۔ شباباں۔۔۔ مگر دیکھو ہٹتے ہوئے مرنا۔۔۔ مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہے جو مر تے وقت بھی گزگز نے لگیں۔“ ڈان و سنت نے تنگی سے کہا اور ٹریکر دیا دیا۔ فریدی زور سے اچھا اور چشم زدن میں وہ ڈان و سنت کے اوپر تھا۔ اس کا پستول گر چکا تھا۔ وہ پھر بورڈ کی طرف لپا۔ مگر فائز کی آواز نہ کر سپاہی خیسہ کے پیچے حصہ کی طرف سے داخل ہو چکے تھے۔ گولیاں چلنے لگیں تھیں۔ فریدی نے سامنے کے دروازے کی طرف رخ کیا اور وردي ہو چکے تھے۔ گولیاں چلنے لگیں تھیں۔ فریدی نے سامنے کے دروازے کی طرف رخ کیا اور وردي ہو چکے تھے۔ اس نے کافی فائدہ اٹھایا اور دھکا دیتے ہوئے وہ باہر نکل آیا۔ مگر چاروں طرف سے بیٹاں بیجنگ لگی تھیں اور ڈان و سنت اپنے سپاہیوں کے ہمراہ بربر پیچھے دوڑتا آ رہا تھا۔ فریدی نے اور تیز بھاگنا شروع کیا۔ وھٹا اسے احساس ہوا جیسے زمین کے نیچے کوہ آتش فشاں پھٹ پڑا ہو۔ اس کے نکوئے جلنے لگے تھے۔ وہ رک گیا۔ ڈان و سنت اور اس کے ساتھی گولی چلاتے ہوئے آگے بڑھتے آ رہے تھے۔ سامنے ایک بہت بڑے غار کا دہانہ سا دکھائی دیا۔ ایک گولی سرسری ہوئی اس کے کندھے کو چھوٹی ہوئی نکل گئی۔ فریدی نے جوابی فائز کیا اور غار کی طرف نظر ڈالی۔ گری اور تیش سے اس کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ سامنے غار ایک بھی کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس بھی کے اندر کچھ پک رہا ہو۔ کھد بد کھد بد کی پر شور آواز سارے ماحول پر ہاوا تھی۔ عجیب طرح کی بد بودار بجا پر نکل رہی تھی۔ فریدی کا سارا جسم پیسے سے شرابور ہو رہا تھا۔ اب

اس کے سامنے دوہی راستے وہ گئے تھے اور دونوں میں موت یقینی دکھائی دے رہی تھی۔ یا تو عمار میں کوڈ پڑے اور یاد ان وسعت کے ہاتھوں کتے کی موت مارا جائے۔ اس نے پہلے کو درسے پر ترجیح دی اور عمار میں چھلاگ لگا دی۔ تلمذ کی طرف سے اسے کسی کے گولی چلانے کی آواز سنائی۔

ٹھیک ہوئی تجزیہ کم بخاپ اپسے یعنی فریدی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں کوئی کان ہے۔ یہ جیا لوگی اسے بھی رکھنے کی بیان پر اسے پورا علم تھا کہ کچھی کان کس حد تک خطرناک ہوتی ہے۔ یہ کوئی نہ سے پہلے اس نے ایک بار غور سے غار کی گہرائی کو رکھا تھا۔ کرتے ہی اندر پڑی ہوئی دراڑ کی ایک چنان پر اس نے اپنے پیر جمادیے۔ تقریباً سو فٹ پیچے گہرائی میں سرخ پانی کا بیلو دوار نالہ بہر رہا تھا۔ اس کا کھولنا ہوا پانی اور نکلتے ہوئے سفید ہوئیں کی گردی سے فریدی کو سنس سانس لیتا دو ہجھر ہو گیا۔ اندر کی ال اگرہ کی طرح سرخ چنانیں پانی کے پڑتے ہوئے سائے اور ایسا سرخی کی وجہ سے زیادہ تھیاںک معلوم ہو رہی تھیں۔ چنان پر کھڑی کھڑے فریدی نے داہنی طرف زیادہ چوڑائی دیکھ کر حکما کشا شروع کیا۔ اندر میں مٹولتے ہوئے وہ اسی کی طرف بڑھتا۔

”بھاگ جاؤ..... کان پھٹ رہی ہے۔“ جیختے ہوئے وہ بے تحاشہ جھاگا۔ بڑے زور کا دھماکہ ہوا اور فریدی کے اپنے کافلوں میں انگلیاں دلے لیں۔ ایک بھماکا اور لگا کر فریدی پھر اکر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

”لگا تار دو تین گھنٹے تک دھماکے ہوتے رہے۔ زمین دلکارانے بننے کے اندر چھائے ہوئے خزانہ کو اکٹھی رہی۔ بڑی بڑی چنانیں روٹی کے گالوں کی طرح اڑ گئیں۔ فاگان کی فوجیں کان پھٹے سے تھوڑی در قبل اسی راستے پر تلمذ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ کان پھٹتے ہی اردو گرد آدھے میل تک کی زمین پھٹ گئی۔ تلمذ کی فصلی تک اگر پڑی مگر قلمب محفوظ رہا۔“

فریدی کو جب ہوش آیا تو صبح ہو چکی تھی۔ طوفان رک گیا تھا۔ اس جگہ سے صرف چند گز کے فاصلے پر ساری زمین ایک بھیاک خندق نمایاں میں بدل گئی تھی۔ پانی اور تک ابھر آیا تھا۔ فاگان کے ساتھی جس جگہ پر اپنا پڑا دا لے ہوئے تھے وہاں سوائے گھرے مہیب غار کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ فریدی کا سارا جسم دکھ رہا تھا۔ اس کے بدن پر آبلے پڑ گئے تھے۔ اس سے الحانہ

فریدی کے حواس کچھ درست یوئے۔ اس نے دیکھا چند ہی قدم پر سرخ پانی کی ایک تیز دھار اور پرے کر رہی تھی اور پانی پیچے کی طرف گر کر تارکی کھل میں بہر رہا تھا۔ اٹھتی ہوئی گیس نے اتنا زبردست اندر ہجھر اپھیلا رکھا تھا کہ فریدی اس کے علاوہ پچھے اور نہ دیکھ سکا تھا۔ اچاک اسے نبی سی محصول ہوئی۔ پانی جیسے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بے تحاشہ اس نے پیچھے کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بڑی بڑی چنانیں بھی دھکیلائیں۔ اس طرف بھاری بھاری پھراپنے آپ لڑک رہے تھے۔ وہ بھیجے جیسے پیچھے ہٹا گیا سرگ سرگ پیچھے کی طرف دتی جا رہی تھی۔ پانی اب پیچے کی طرف گرنے کی بجائے پھیل رہا تھا اور گیس بھر رہی تھی۔ یہ کان پھٹ جانے کے آثار تھے۔ فریدی نے اور تیزی سے پیچھے ھٹا کنا شروع کیا۔ وہ پھر غار کے دہانے تک آگیا تھا۔ گری اور حدت سے اس کا بدن جھٹکا جا رہا تھا۔ اس نے اپر کی طرف اچھلا چاہا۔ دراصل اندازہ غلط ہوتے پر وہ پیچے گر جاتا۔ اس نے اپر پڑھانا شروع کیا۔ اسے زمین بھی ہوئی معلوم ہوئی۔ شارا زور لگا کر وہ اپر کی طرف اچھلا اور ایک ماس میں وہ باہر تھا۔ غار سے باہر نکلتے ہی اسے اپنے قدم لڑکڑاتے ہوئے معلوم ہوئے سارا زور لگا کر وہ چالا۔

”بھاگ جاؤ..... کان پھٹ رہی ہے۔“ جیختے ہوئے وہ بے تحاشہ جھاگا۔

”دھماکہ ہوا اور فریدی کے اپنے کافلوں میں انگلیاں دلے لیں۔ ایک بھماکا اور لگا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔“

”لگا تار دو تین گھنٹے تک دھماکے ہوتے رہے۔ زمین دلکارانے بننے کے اندر چھائے ہوئے خزانہ کو اکٹھی رہی۔ بڑی بڑی چنانیں روٹی کے گالوں کی طرح اڑ گئیں۔ فاگان کی فوجیں کان پھٹے سے تھوڑی در قبل اسی راستے پر تلمذ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ کان پھٹتے ہی اردو گرد آدھے میل تک کی زمین پھٹ گئی۔ تلمذ کی فصلی تک اگر پڑی مگر قلمب محفوظ رہا۔“

فریدی کو جب ہوش آیا تو صبح ہو چکی تھی۔ طوفان رک گیا تھا۔ اس جگہ سے صرف چند گز کے فاصلے پر ساری زمین ایک بھیاک خندق نمایاں میں بدل گئی تھی۔ پانی اور تک ابھر آیا تھا۔ فاگان کے ساتھی جس جگہ پر اپنا پڑا دا لے ہوئے تھے وہاں سوائے گھرے مہیب غار کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ فریدی کا سارا جسم دکھ رہا تھا۔ اس کے بدن پر آبلے پڑ گئے تھے۔ اس سے الحانہ

”تھمارے دلن کو تمہاری ضرورت ہے اور دلن کی خاطر سب کچھ قربان کر دینا چاہئے۔“  
فریدی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔  
”البرفو.....!“ اس نے فریدی کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اسکی آنکھوں سے آنسو  
بہہ لکھے تھے۔ ”تم ہمیں یاد رکو گے۔“  
”اچھا اچھا شیک ہے۔“ فریدی نے گزیرا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ حمید نے ایک زور دار  
تفہم لکایا۔



دوسرے روز حمید انور رشیدہ اور فریدی کو پورے شاہی اہتمام کے ساتھ ڈی گاریکا اور رمنا  
نے رخصت کیا۔ جزیرہ والٹنگ سے آگے نکل کر حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔ فریدی کیسین سے  
ٹیک لگائے بیٹھا پر اسرار جزیرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
”ایک بات میری بحث میں نہ آسکی۔ آخر رشیدہ کے مل جانے کے بعد پھر ڈی گاریکا کے  
ساتھ آپ کیوں گئے۔“ حمید نے پوچھا۔  
”ایک تو نی دنیا دیکھنے اور دریافت کرنے کا شوق.....!“  
” غالباً آپ دوسرے کلبس بننا چاہتے تھے۔“ حمید نے فریدی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔  
”تو نہیں یہ بات تو نہیں۔ مگر پھر بھی بھی سمجھ لو۔ اس کے علاوہ ایک بات کا شبہ تھا اور وہ  
درست نکلی۔“

”وہ کیا.....؟“ حمید انور رشیدہ ایک ساتھ بولے۔  
”لندن میں میں نے ماہراضیات سے سنا تھا کہ والٹنگ کے آگے ایک پر اسرار جزیرے  
میں پلاٹیزم اور تابنے کی کائیں ہیں اور جزیرے میں اترتے ہی مجھے شہر ہونے لگا تھا کہ بھی وہ  
جزیرہ ہے جہاں رشیدہ مجھے مل تھی وہیں میں نے پلاٹیزم کے ذرات پائے تھے، تم جانتے ہو دنیا کی  
سب سے قیمتی وہات پلاٹیزم ہوتی ہے۔“

جانا تھا۔ بہت کر کے وہ اٹھا اور گھستنے گھستنے قلعہ کی طرف چلا۔ قلعہ کی سامنے والی دیوار کرپڑی  
تھی اور اب صرف ایک لمبا ساراست نظر آ رہا تھا۔ فریدی نے دیکھا اس کی طرف کوئی آ رہا ہے۔  
فریدی اسے دیکھتے ہی چھا۔

”حید!“  
آواز سننے ہی حمید نے بھاگنا شروع کیا۔ فریدی کے قریب آ کر وہ ٹھک گیا۔  
”ارے.....!“ حمید فریدی کی شکل دیکھ کر چلا اٹھا۔

”مگر باؤ نہیں..... میرا میک اپ بگزد گیا ہے۔“ فریدی نے ہٹتے ہوئے کہا۔  
”ہم سب لوگ تو آپ سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ مگر مجھے یعنیں تھا کہ فریدی کو واہی آغوش  
میں لینے کی ہمت زمین میں نہیں ہے۔“ حمید بولا۔ ”وراٹھریے میں اور لوگوں کو بیلاں لوں۔“  
تحوڑی ہی دیر بعد ڈی گاریکا، رمنا، انور اور رشیدہ آگئے۔ ڈان و سنت اور فاگان کے  
ہزار ہا ساتھی کان پھٹ جانے سے لقمہ اجل ہو گئے۔ قلعہ کی دیوار کے پیچے دب کر پادری بھی  
مر گیا تھا۔ رشیدہ نے قلعہ کی اندر کی فوج کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔  
تین روز کے اندر فریدی کے رخم بھر گئے۔ پروگرام کے مطابق دوسرے ہی دن شہر یون  
کے عام جلسہ میں رشیدہ نے باقاعدہ طور پر رمنا کوئی فاگانیہ بنانے کا اعلان کیا۔ ڈی گاریکا کو  
مقدس باب کی جگہ دی گئی۔

اسی روز فریدی نے ڈی گاریکا کو بلا کر کہا۔ ”اب ہم لوگ جائیں گے۔“  
”اور میں بھی انہیں لوگوں کی ساتھ جاؤں گی۔“ رشیدہ نے کہا۔  
”بھی..... سی فوراً تم سے جاؤ۔“ ڈی گاریکا بولا۔

”میں ضرور جاؤں گی۔“ نئی فاگانیہ رمنا میری جگہ تمہارا ساتھ دے گی۔ مجھے جانے ہی  
دو۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی۔“  
ڈی گاریکا اصرار کرتا رہا۔ لیکن رشیدہ کسی طرح ٹھہر نے پر تیار نہیں ہوئی۔  
”میں..... میں بھی البرفو کے ساتھ جاؤں گی۔“ رمنا جذبات سے بھرے ہوئے لجھ میں  
بولی۔

فریدی رکا، اور وریشہ اور حمید ٹکنی پاندھے اس کی طرف ادکھلے تھے۔ ”وہ کافی تو  
بھئی تھیں وہ پلا شتم اور تابے کی تھیں۔ یقین کرو ان سے اتنی پلا شتم پیدا کی جاسکتی ہے جتنی پوزی  
وہی اس وقت پیدا کر رہی ہے۔“ غریب بین الاقوای کمکش کے تحت وہاں کام شروع کرادوں گا۔“  
فریدی خاموش ہو گیا اور جیب سے سگار نکال کر اس کا کونٹ وڑنے لگا۔ چکولے لیتے ہوئے  
کخشی نیکلوں پانی کو جیرتے ہوئے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

پرانی بات

## تمام شد

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔

لے لیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔ اس کے بعد اس کا دل میل کر کر دیا۔